محبتِ الٰہی، اطاعتِ رسول، فکرِ آخرت، اصلاحِ ظاہر و باطن کا مؤثر بیان

سُخنِ دُرویش

خطباتِ

حضرت ڈاکٹر فدا محمد رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین

محمد طفیل کوہاٹی

مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

۲

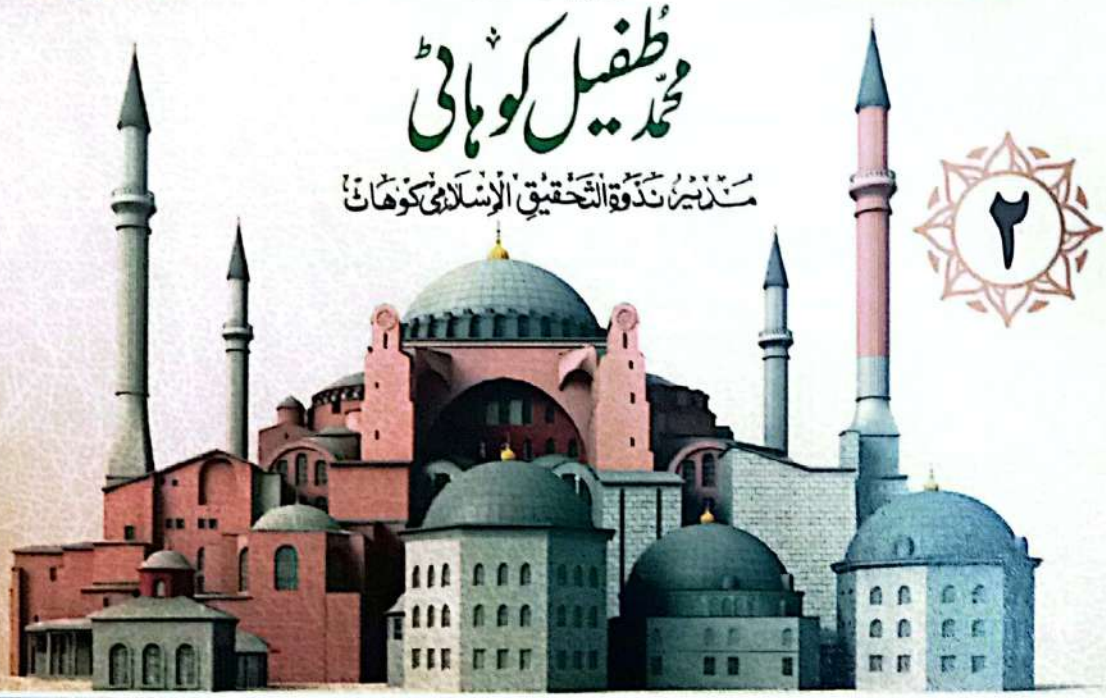

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

سخن دُرویش

جلد دوم

خطبات حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہ

خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ

ترتیب و تدوین

محمد طفیل کوہاٹی

مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

ناشر

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

File Adress:

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔سخن درویش (جلد دوم)

خطبات۔۔۔۔۔۔حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم

مرتب۔۔۔۔۔۔۔محمد طفیل کوہاٹی

تعداد۔۔۔۔۔۔۔ایک ہزار

طبع۔۔۔۔۔۔۔۔اول

ناشر۔۔۔۔۔۔ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

ملنے کے پتے:

I۔ادارہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور 03219006321

2۔ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ 03325876050

3۔ادارہ اشرفیہ عزیزیہ مردان

File Adress:

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
I۔	عرض مرتب	۴
2۔	حقیقت ذکر قلبی	۵
3۔	قلب سلیم اور قلب سقیم	۲۳
4۔	بدعملی کے بحرانوں کا سبب	۶۳
5۔	اساس دین	۸۷
6۔	فرقہ بندی: اسباب ونقصانات	۱۱۱
7۔	حاصل تصوف: فہم دین	۱۳۳
8۔	بننا اصل ہے	۱۶۷
9۔	حقیقت بیعت اور مجاہدہ	۱۷۹
I0۔	انبیاء کرام کے منہج دعوت کا امتیاز	۱۸۹
II۔	جزائے اعمال	۲۰۵
I2۔	دنیا کی آزمائش اور اصلاح نفس	۲۳۱
I3۔	شریعت رحمت ہے	۲۶۱
I4۔	تعلق مع اللہ کی بنیادی شرط	۲۷۷
I5۔	حضرت علاؤالدین صابر کلیریؒ کا مقام ولایت	۲۹۵

File Adress:

عرض مرتب

الحمدللہ حضرت سیدی ومرشدی، ملجائی ومولائی حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہم کے گراں قدر خطبات ومواعظ کی دوسری جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں چودہ مواعظ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ حضرت سیدی ڈاکٹر صاحب کے مواعظ کا موضوع سخن فرد، سماج اور ریاست کو درپیش روحانی سطح کے سنگین بحرانوں کی تشخیص اور سلف صالحین کے منہج تصوف، خصوصاً حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے طرز فکر کی روشنی میں ان کا علاج پیش کرنا ہوتا ہے، جس کے لیے قرآن وسنت سے استناد کے ساتھ ساتھ مشاہداتی دلائل کو بروئے کار لانا آپ کا امتیازی خاصہ ہے، ان مواعظ میں ایک محقق صوفی مرتاض کی ژرف نگاہی، امعان فکر، دور بینی ودوررسی کے ساتھ ساتھ ایک عاشق صادق کے سوزِ دروں، جذب ومستی کیف وسرور اور ولولہ وتڑپ کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں قبولیت بخشے، اور ان مواعظ کا فیض دور اور دیر تک قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

محمد طفیل کوہاٹی

مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

File Adress:

حقیقت ذکرِ قلبی

File Adress:

ذکر قلبی کی حقیقت کیا ہے؟ ذکر وسماع میں پیش آنے والی کیفیاتِ وجد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ وجد وتواجد میں کیا فرق ہے؟ لیونت جلدی وقلبی کے بارے میں قرآن وسنت کی کیا تصریحات ہیں؟ ان جیسے کئی مہم عنوانات پر محققین صوفیاء کی تعلیمات کی روشنی میں ایک رہنما وعظ۔

File Adress:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَاباً مُتَشَابِہاً مَثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (زمر:23)

(ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے بہت اچھی بات نازل فرمائی جو کتاب ہے جس کے مضامین ملتے جلتے ہیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان لوگوں کی جلد پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی جلد اور ان کا دل اللہ کے ذکر پر نرم پڑ جاتا ہے۔)

اس آیت میں اہل ایمان کی ایک خاص کیفیت بیان ہوئی ہے کہ اللہ کے خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسے تَقشَعِرّ میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح آیت میں لیونت قلبی اور لیونت جلدی کا ذکر بھی آ گیا۔ تو دو طرح کی کیفیات بیان ہوئیں۔

رونگٹے کھڑے ہونے کا مفہوم

ایک کیفیت بیان ہوگئی کہ رونگٹے کھڑے ہو جانا۔ رونگٹے کھڑے ہو جانا یہ ہے کہ کبھی آپ چوک سے گزر رہے ہوں اور تیز رفتار گاڑی زور سے آپ کے پاس آ کر بریک مارے اور آپ اس کے ساتھ ٹکراتے ٹکراتے بچ جائیں تو اس وقت سارے بدن پر ایک اثر آتا ہے، سارے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، دل کی دھڑکن فوراً تیز ہو جاتی ہے، بدن

File Adress:

لرزنے لگ جاتا ہے، یہ تَقَشَعِرّ کا مصداق ہے۔ یا اگر آپ چل رہے ہیں آگے سانپ آ کر کھڑا ہو گیا تو اس وقت جسم پر لرزہ طاری ہونا بھی تَقَشَعِرّ والی کیفیت ہے۔ تَقَشَعِرّ مضارع ہے، اس کا مصدر اِقْشِعْرَار ہے، تو ایک کیفیت اِقْشِعْرَار ہوئی۔[1]

اور دوسری کیفیت ثُمَّ تَلِينُ جُلُوْدُهُم وَقُلُوبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ الله جلد کا اور دل کا نرم ہو جانا۔ لُیونت یہ ہے کہ ان کا دل اور جلد اللہ کے ذکر سے نرم ہو جاتے ہیں اور وہ اس ذکر کا اثر قبول کرتے ہیں۔ جلد کا بھی معنیٰ کیا گیا ہے اور بدن کا بھی اور دل کا بھی کہ ان کا بدن اور ان کا دل اللہ کے ذکر سے نرم ہو جاتے ہیں۔

'لیونت' حدیث کی روشنی میں

حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد کی نماز پڑھتے تو آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز یا چکی کے چلنے کی آواز۔

عن مطرف عن ابيه قال اتيت النبی ﷺ وهو يصلی ولجوفه ازيز كازيز المرجل يعنی يبكی تابع التنحنح فی الصلوٰة۔ (السنن الکبریٰ للنسائی رقم: ۱۱۳، شمائل الترمذی: ۳۱۳)

ہمارے حضرت صاحب کی زبانی مجھے یاد ہے جس طرح چکی کے چلنے کی آواز ہو یا جیسے ہنڈیا اُبلتی ہو۔ تو حدیث میں لیونت قلب کی یہ کیفیت بیان ہوئی ہے۔ اس کا مصداق یہ ہے کہ کسی کو سخت غم لاحق ہو، مثلاً بیٹا حادثے میں مر گیا ہو تو ایسا شخص جب بات کرتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے اندر سے ایک آہ نکل رہی ہے اور اس کا گلا اٹک رہا ہوتا ہے، جسے آپ لوگ choking کہتے ہیں، کہ گلا رندھ رہا ہوتا ہے۔

---

[1] اقشعر جلده وقف شعره اذا عرض له خوف شديد من امر هائل دهمه بغتة۔ (روح المعانی ۲۳/ ۲۵۹)

File Adress:

لیونت جلدی وقلبی کی کیفیت

ثُمَّ تَلِینُ جُلُوْدُھُم وَقُلُوبُھُمْ اِلیٰ ذِکْرِ اللہ ۔جب آدمی کوئی غم، کوئی خاص کیفیت کی بات سنے تو انسان کی آنکھوں سے بعض اوقات آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ہم جو یہاں پر نعت خوانی کراتے ہیں تو دل پر بھی اس کی ایک کیفیت محسوس ہوتی ہے اور بعض اوقات آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوجاتے ہیں، یہ لیونت ہے اور اس حال کو سارا بدن بھی محسوس کرتا ہے، سارے بدن میں ایک قسم کی نرمی محسوس ہوتی ہے۔

مفسرین کرام سے منقول ہے کہ اس آیت میں اللہ والوں کی ایک خاص کیفیت بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت اور قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ کے دھیان اور خوف وخشیت سے ان کے دل پسیج جاتے ہیں، ان کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں، لیکن یہ خوف ایسا نہیں ہوتا جس سے دل بے چین ہوجائے بلکہ اس سے ان کے دل میں سکینت اور اطمینان کی خاص کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔[1]

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ صحابہ کا عام حال یہی تھا کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور بدن پر بال کھڑے ہو جاتے۔(قرطبی، ج:۱۵،ص:۲۱۸،طبع مکتبہ حقانیہ پشاور)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں جو پہلی کیفیت اقشعرار (رونگٹے

---

[1]۔ عن قتادۃ انہ قال فی الآیۃ ھذا نعت اولیاء اللہ تعالیٰ، قال تقشعر جلودھم وتبکی اعینھم وتطمئن قلوبھم الیٰ ذکر اللہ۔۔۔والمعنی انھم اذا سمعوا القرآن وقوارع آیات وعیدہ اصابتھم رھبۃ وخشیۃ تقشعر منھا جلودھم واذا ذکر ورحمۃ اللہ عند سماع آیات وعدہ تعالیٰ والطافہ تبدلت خشیتھم رجاء ورھبتھم رغبۃ ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللہ ای ساکنۃ مطمئنۃ الیٰ ذکر رحمتہ تعالیٰ۔ (روح المعانی، ج:۲۳، ص:۲۵۹، طبع بیروت)

File Adress:

کھڑے ہونا) بیان کی گئی ہے، یہ مؤمنین کاملین کو وعیدات اور تذکرۂ جہنم کی آیات سننے پر پیش آتی ہے، جس سے ان کے آنسو جاری ہوتے ہیں اور بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں، پھر جب وہ آیات رحمت سنتے ہیں تو وہ خوف ورہبت، رجاء وامید میں بدل جاتی ہے اوران کے قلوب میں اطمینان کی ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ وہ عمل پر آمادگی اوراس میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ یہی سکینت واطمینان دوسری کیفیت ہے جسے لیونت جلدی اور قلبی کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔

وجد کی حقیقت اور حکم

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں کہ یہ کاملین کی حالت ہے اور بعض سالکین کو رونے یا خوف طاری ہونے سے آگے بڑھ کر صعقہ (چیخ) یا وجد کی جو کیفیات آتی ہیں وہ بھی ممکن ہیں لیکن کمال نہیں۔ (روح المعانی، ج:۲۳،ص:۲۶۰،طبع بیروت)

بعض مفسرینؒ نے اس آیت کی تفسیر میں صعقہ وصیحہ (چیخ) اور غشی وغیرہ کی نفی کی ہے کہ اس طرح کا وجد طاری ہونا درست نہیں اور اسے غیر شرعی اور شیطانی اثر کہا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس کی توجیہ فرمائی ہے کہ اس آیت میں ایک وجد لطیف مذکور ہے اوراس سے صعقہ، صیحہ (چیخ) وغیرہ کا ابطال لازم نہیں آتا اور بعض سلف سے جو اس پر انکار منقول ہے وہ مرائین (ریاکاروں) وغیر متقین پر محمول ہے۔

(بیان القرآن، ج:۳،ص:۲۹۴)

تو جو کیفیت خود سے طاری ہوجائے اور بے اختیار چیخ نکل جائے تو یہ وجد ہے اس میں بندہ بے اختیار ہوتا ہے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں، لیکن اگر کوئی اختیار سے چیختا ہے تو یہ تواجد (ترجمہ) ہے جو کہ جائز نہیں۔

حضرت تھانویؒ کی توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ابن سیرینؒ نے

File Adress:

فرمایا: اگر وجد طاری ہونے کی وجہ سے گرنے یا بے ہوش ہونے والوں میں سے کوئی دیوار پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا ہوا ہو اور اس کے سامنے قرآن (یا کلام وغیرہ) پڑھا جائے اور وہ وجد میں آ کر گر پڑے تو میں یقین کرلوں گا کہ یہ اپنی کیفیت میں سچا ہے۔

(قرطبی، ج:۱۵،ص:۲۱۹)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سالکین کے دلوں پر قرآن کی تلاوت یا ذکر سے خوف ورعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب وقالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن اور روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے۔ یہ حال اقویائے کاملین کا ہوا، اگر کبھی ضعفاء اور ناقصین پر دوسری قسم کی کیفیات واحوال طاری ہو جائیں مثلاً غشی اور صعقہ وغیرہ تو اس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ان کی تفضیل ان پر لازم آتی ہے، بلکہ اس طرح از خود رفتہ اور بے قابو ہو جانا عموماً وارد کی قوت اور مورود کی ضعف کی دلیل ہے، جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کرتے وقت ابو ہریرہؓ پر اس قسم کے بعض احوال کا طاری ہونا مصرح (ترجمہ) ہے۔ واللہ اعلم

(تفسیر عثمانی،ص: ۶۱۴)

غلبہ حال اور فکر طاری ہونے کے واقعات

جب انسان پر کسی کلام یا خاص حالات وحوادث کی وجہ سے ایک فکر طاری ہوتی ہے تو دل ودماغ اس کا ایک خاص اثر قبول کرتے ہیں، اس میں بعض اوقات ایسا استغراق ہوتا ہے کہ ہوش ٹھکانے نہیں رہتے، اس سے بدنی تکلیف بھی ہو جاتی ہے۔ میرے پڑوس میں ایک پروفیسر صاحب تھے۔ میں حضرت مولانا صاحب سے ملاقات کر کے دھوبی گھاٹ کی جانب سے واپس آ رہا تھا تو راستے میں بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انھوں نے بتایا کہ پروفیسر ضیاء صاحب کے بیٹے کا حادثہ ہو گیا اور مر گیا۔ وہ ایم ایس سی

File Adress:

کا سٹوڈنٹ تھا، ان کی بس ٹور پر جا رہی تھی، جونہی وہ دوڑ کر گھر سے نکلا اور بس کے دروازے میں لٹکنے لگا تو گرا اور بس کا ٹائر اس پر گزر گیا۔ اس کو ہسپتال لے کر گئے۔ وہ میرے بیٹے کا کلاس فیلو تھا، قد وغیرہ میں بھی اُس کی طرح تھا۔ میں نے سوچا کہ یا اللہ! اگر اس کی جگہ میں ہوں اور خدانخواستہ میرے بیٹے کی لاش آ رہی ہو، جب میرا یہ دھیان ہوا تو مجھ پر ایسی کیفیت ہوئی کہ جیسے میں چکرا کر گر رہا ہوں، اتنا غم اس کا محسوس ہوا۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر ابھی اس کا باپ نکلے اور میں یہاں چکرا کر اس کے سامنے گروں تو وہ بیچارہ تو مر جائے گا مجھے تو اسے حوصلہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے حضرت تھانویؒ نے بحث لکھی ہوئی ہے کہ فکر طاری ہوتی ہے اور بڑھتی بھی ہے اور زائل بھی ہوتی ہے اور یہ محض خیال ہی ہے۔ طاری ہونے والی فکر خیال ہی ہے۔ خیال کو متبادل خیال سے آپ ٹال سکتے ہیں۔ میں نے فوراً دھیان شروع کیا کہ حادثاتی موت ہوئی، شہادت ہوگئی، اجر وثواب ہے، آخرت کی نجات ہے، والدین کے لیے سرمایہ ہے اور اتنی بڑی خیر اس کے ساتھ متعلق ہے تو میری کیفیت فوراً زائل ہوگئی اور میں گرنے سے فوراً سنبھل گیا۔ اتنے میں اس کی لاش ایمبولنس سے اندر لائی گئی، اس کا باپ نکلا۔ جونہی وہ نکلا میں آگے بڑھا اور کہا: ''السلام علیکم! یار ضیاء صاحب! کیا زندگی ہے، تھوڑی زندگی ہے، کوئی جا رہا ہے، کوئی جانے والا ہے، یہ چلا گیا، پہنچ گیا منزل تک، ہم بھی جائیں گے، پہنچ جائیں گے منزل تک، یہ تو بس ایک سفر ہے جس میں سب چل رہے ہیں، اس میں کوئی خاص بات تو ہے نہیں اور کتنی اچھی اس کی وفات ہوئی ہے، شہادت ہوگئی ہے، اس کو کتنے درجے ملے''۔

بس آدمی کو حوصلہ ہوگیا۔ بولا کہ دیکھیں ڈاکٹر صاحب اس کی جیب سے یہ کاغذات نکلے ہیں، یہ آیتیں لکھی ہوئی ہیں، لڑکوں کی جیبوں سے لڑکیوں کی تصویریں نکلتی ہیں اور

File Adress:

مختلف چیزیں ہوتی ہیں۔ میں نے کہا کہ دیکھیں کتنی مبارک بات ہے!

تو جس وقت انسان پر کوئی فکر طاری ہوتی ہے تو اُس فکر کا اس کے بدن پر بھی حال آتا ہے جس طرح کازیز المرجل چلتی ہوئی چکی یا اُبلتی ہوئی ہنڈیا کی کیفیت حدیث میں بیان ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی۔

ہم اپنی دنیا کے مال کے نقصان، جان کے نقصان، اولاد کے نقصان، سخت بے عزتی ہوجانے، سخت مشکلات پیش آنے پر محسوس کرتے ہیں کہ اس سے ہم پر ایک حال طاری ہوتا ہے اور یہ چیز ہماری آواز کو متاثر کرتی ہیں، سانس کو متاثر کرتی ہیں، یہ وہ کیفیت ہے جو باطن پر طاری ہوجاتی ہے اور انسان گردوپیش سے مدہوش ہوکر ایک خاص حال میں چلا جاتا ہے۔

ایک واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تیر لگا۔ جب نکال رہے تھے تو تکلیف ہورہی تھی۔ کہا گیا: جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوں تب تیر نکالیں۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے تیر نکال کر باہر پھینک دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ شاید تیر نکالنے کے لیے آئے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت! تیر تو ہم نکال بھی چکے ہیں تو انھوں نے کہا کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا۔ (فضائل اعمال صفحہ ۳۸۱)

گویا اس وقت قلب اور بدن پر ایک حال طاری تھا کہ درد کا احساس ہی نہیں ہوا۔

ہمارا جو دیہاتی علاقہ ہے اس کی زمینیں ایک تو قابل کاشت ہوتی ہیں اور ایک جنگلات ہوتے ہیں۔ جنگلات سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے ہیں اس کے علاوہ جنگلات میں گھاس بھی اُگتی ہے۔ گرمیوں میں تو جانور چَرتے رہتے ہیں اور سردیاں ہوجائیں تو اس گھاس کو کاٹ کر پھر سردیوں کے لیے ذخیرہ کرتے ہیں۔ پتہ نہیں آپ کے علاقے میں گھاس ہوتی ہے یا نہیں۔ ہمارے علاقے میں اُس گھاس کو 'سرڈ' اور وہاں کی پشتو میں

File Adress:

'سرگڑے' کہتے ہیں۔ میں مویشی وغیرہ خود بھی پالتا ہوں تو مجھے اندازہ ہے کہ اس سرگڑے کا (Fat Content) یعنی چکنائی بہت زیادہ ہے۔ سرگڑے کاٹنے کے لیے جب لوگ جاتے تو یہ بڑا دیہاتی فنکشن ہوا کرتا تھا، بڑا زبردست میلہ ہوتا تھا، ڈھول سُرنا بھی ہوتے تھے۔ کھانے کے لیے اس دن دیسی گھی پگھلا کر بڑے بڑے پراتوں میں ڈالا جاتا، اس میں گڑ ڈالتے، پھر اس میں چاول یا روٹیاں ڈال کر کھاتے تھے۔ اس کو 'اشر' کہا کرتے تھے۔ ہمارے والد صاحب کے ایک دوست نے کہا کہ جی ہماری اشر تھی گھاس کاٹنے کی، لوگ گھاس کاٹ رہے تھے۔ جب میں ان کے لیے کھانا پہنچانے کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کی گھاس کی گڈیوں کی قطار پر مسلسل خون لگا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے آواز دی کہ 'لگ زان اُو گورے چہ چاخو گوتہ نہ دہ خوگ کڑے'

کہ اپنے آپ کو دیکھ لو کہ کسی نے اُنگلی تو نہیں کاٹی۔ ایک آدمی نے کہا کہ زما خو گوتہ نیشتہ! اس نے جو درانتی ماری ہے تو اُنگلی کاٹ کے پھینک دی ہے لیکن اس پر اس اشر کے جوش وخروش کے ماحول کا جو حال طاری ہوا ہے تو اُس میں اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ انگلی کٹ گئی ہے، وَجَد جو طاری ہے! اس میں اُنگلی کو کاٹ رہا ہے اور اس کو درد ہی نہیں ہو رہا۔ سبحان اللہ! میرے سامنے بیٹھے ڈاکٹر صاحبان حیران رہ گئے!

ایک دفعہ ہم رائے ونڈ کے اجتماع پر جا رہے تھے۔ فجر کی نماز سے پہلے ہی ہم مسجد فردوس سے چلے، چمکنی کے پاس ایک پل ٹوٹا ہوا تھا، وہاں پل کی تعمیر جاری تھی اور اس کے ساتھ (Diversion) یعنی متبادل راستہ بنایا گیا تھا، جگہ خطرناک تھی، اس لیے پہلے ریت رکھی گئی تھی پھر دیوار بنائی گئی تھی کہ آنے والی بسیں اس پر سے گر نہ جائیں اور صبح کے وقت یہ اجتماعات کی بسیں چونکہ جاتی تھیں، پولیس والوں میں بعض اچھے افسر بھی ہوتے ہیں، تو کسی افسر نے صبح وہاں ڈیوٹی پر ایک آدمی کو کھڑا کیا ہوا تھا، صبح کی نماز سے پہلے اور بعد کا وقت

File Adress:

ڈرائیونگ کے لیے کافی خطرناک ہوتا ہے، اس جگہ وہ پولیس والا لائٹیں مار رہا ہے۔ یہ بسوں کے سرکاری ڈرائیور بڑے بے وقوف ہوتے ہیں، ہمارے ڈرائیور نے کہا: 'دا پولیس والا ماته ټارچ خئی!' اس نے اُس کے ٹارچ مارنے پر گاڑی اور بھی زیادہ تیز کر لی۔ بس پھر کیا تھا، بس کو جونہی تیز کیا آگے ریت میں گئی، لیکن جونہی اس نے دیکھا کہ ریت اور آگے دیوار ہے تو بریک بھی دے ماری۔ دیوار سے بس ٹکرا گئی اور رُک گئی۔ صبح کی نماز کا وقت تھا، ہم نے کہا کہ چلیں ہم نماز پڑھ لیں۔ ڈرائیور نے کہا کہ میری یہ جگہ درد کر رہی ہے، اس کو ہم نے کپڑے سے باندھ دیا اور نماز پڑھ کے واپس آئے تو ساتھیوں نے کہا:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنا لَمُنْقَلِبُوْن۔

اور

وَمَا قَدَرُاللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعاً قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُوْن۔

جب پڑھ لیا جائے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سوار کو اور سواری کو اگر نقصان ہو جائے تو میں اس کا جرمانہ دینے کو تیار ہوں، تاوان میں دوں گا۔

(عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم: ۵۰۰)

تو ہم نے سفر کے شروع میں یہ دعا پڑھی ہوئی تھی۔ اب بندے تو سارے بچ گئے تھے، سواری بھی بچی ہوئی ہونی چاہئے۔ خیر ڈرائیور آیا، اس نے چابی گھمائی اور گاڑی سٹارٹ ہو گئی، اس نے کہا کہ کمانی ٹوٹی ہوئی ہے لیکن خیر حسن ابدال میں لگا سکتے ہیں، مجھے درد بھی ہو رہا ہے۔ میں نے کہا کہ 'غك غوك ورته مه کوئے، بس پریگده یے' یہ

File Adress:

ڈرائیور گاڑی کو رائے ونڈ لے گیا اور پھر واپس بھی لایا ہے۔ یہاں آنے کے بعد اس نے ایکسرے کروایا تو اس کا فریکچر تھا لیکن جب تک اس کے باطن نے اُس فریکچر کو نہیں مانا ہوا تھا اور توجہ نے، فکر نے، قوتِ متخیلہ نے شکست نہیں کھائی ہوئی تھی تو وہ چل رہا تھا۔ سبحان اللہ! ایک درد کا مارا آدمی جب چیخ مارتا ہے تو ہر آدمی کا دل محسوس کرتا ہے کہ اس میں درد ہے۔ میں لاہور میں ہوتا تھا تو وہاں ایک شاعر ہوتا تھا، اس کا دیوان بھی ہے، اس کا نام شاید ساغر صدیقی تھا۔ اس کا ایک شعر تھا کہ

؎ فقیہِ شہر نے تہمت لگائی ساغر پر
یہ شخص درد کی دولت کو عام کرتا ہے

تو درد والے کی چیخ کو آدمی کا دل محسوس کر لیتا ہے کہ اس میں درد ہے۔ یہ کیفیات دل کے بارے میں بیان ہوئی ہیں جن کو قرآن وحدیث سے میں نے بیان کر دیا۔

ذکرِ قلبی کی حقیقت

ایک بار حضرت مولانا صاحبؒ نے ہم سے کہا کہ آپ کو ذکرِ قلبی سناؤں؟ ہم نے کہا سنائیں۔ ہم کوئی چار پانچ لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنا منہ بھی بند کر دیا، زبان بھی بند کر دی اور اللہ اللہ شروع کیا تو ان کے سینے سے آواز آنے لگی جیسے گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز ہوتی ہے۔ پھر اُنھوں نے فرمایا کہ یہ ذکرِ قلبی نہیں ہے حالانکہ ہم نے باقاعدہ ان کے دل سے آواز سنی۔

عام طور پر لوگوں نے جو کہا ہے کہ دل ہلتا ہے اور اچھلتا ہے، اس کو ذکرِ قلبی کہتے ہیں تو یہ ذکرِ قلبی نہیں ہے۔ نقشبندی حضرات جو لطائف کو جاری کر دیتے ہیں تو یہ بھی اصل میں پیچھے سے وہ کیفیت ہے جو طاری ہوئی ہے، اس میں دل کا اچھلنا محسوس ہوتا ہے، آدمی کو آواز آنا محسوس ہو جاتی ہے۔ 'اصلاحِ نفس' میں اس بات کو میں نے لکھا ہوا ہے کہ حضرت مولانا

File Adress:

صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ذکرِ قلبی نہیں۔ ذکر قلبی اللہ کا وہ دھیان ہے جو انسان کو گناہ سے روک لے۔ اگر میرا دل خوب اُچھلتا ہے اللہ اللہ کرتے ہوئے، لیکن میں گناہ سے، رشوت سے، عورتوں کو دیکھنے سے نہیں رُکتا، گالی دینے سے میری زبان نہیں رکتی، دُکان پر غلط تولنے سے میرا ہاتھ نہیں رُکتا، تو دل میرا بہت اُچھلتا رہے ناں لیکن مجھے ذکرِ قلبی حاصل نہیں!

ہمارے یہاں پر ایک مولوی صاحب ہوتے تھے، وہ قادریہ سلسلے میں بیعت تھے، اُنھوں نے مشق کی ہوئی تھی، ان کا دل ایسے اچھلتا تھا۔ ایک دفعہ ہم ایک دعوت میں اکھٹے چلے گئے۔ وہاں ایک بزرگ بھی آئے ہوئے تھے۔ یہ مولوی صاحب ان کے سامنے بیٹھے اور اپنے دل کو اُچھالا تا کہ ان کو یہ پتہ چلے کہ ذکرِ قلبی یہ ہے۔ ایک دفعہ ہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک پاکستانی آیا روضہ شریف کے سامنے بیٹھا۔ اس نے دھیان کیا تو اس کا دل ایسے اُچھلنے لگا۔ ایک ترکی بھی سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ترکی میں بھی نقشبندیہ سلسلہ ہے۔ وہ تُرک یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ذکرِ قلبی ہو رہا ہے۔

یہ کیفیات جو میں نے قرآن وحدیث سے بیان کر دیں اگر یہ نہ بھی ہوں تو اصل یہ ہے کہ آدمی کو اللہ کا دھیان ایسا حاصل ہو کہ ہر وقت اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ کی یاد دل میں ایسے ہو جیسے کہ کوئی آدمی جب دکان پر جاتا ہے اور گھر میں بچہ بیمار پڑا ہوا ہو تو وہ کام کر رہا ہے لیکن اس کا دل وہاں گھر پر ہے کہ بچے کا کیا ہوا ہوگا، اس کا بخار ٹوٹا ہوا ہوگا کہ نہیں، اس نے کھانا کھایا ہوا ہوگا کہ نہیں، اُلٹی بند ہوئی کہ نہیں، وہ اسی دھیان میں لگا ہوا ہے، اگرچہ بظاہر سودا تول کر دے رہا ہے لوگوں کو۔ آج کل تو موبائل ہو گئے، پہلے بزرگوں نے اس مثال کو اتنا ہی بیان کیا ہوا ہے۔ اب الطاف صاحب کلاس ختم ہونے کے بعد موبائل پر کہتا ہے کہ **ماشوم سنگہ دے؟ خہ دے؟ اُلٹے بندی شوی دی؟ تبہ ئے سنگہ دہ؟** (بچہ کیسے ہے؟ ٹھیک ہے؟ قے بند ہوئی ہے؟ بخار اترا ہے؟) تو اس کا دل وہاں کی یاد میں لگا ہوا

File Adress:

ہے، یہ کیفیت ہے۔ باقی دل ہل رہا ہے، اچھل رہا ہے، ٹک ٹک کر رہا ہے، نہیں کر رہا، یہ اتنا اہم نہیں۔

ڈاکٹر صاحبان! یہ عجیب تجربہ آپ کو سناؤں کہ ذکرِ جہری شروع میں میں نے بہت باقاعدہ کیا ہے، اچھے طریقے سے آدمی کرے تو ایک گھنٹہ لگتا ہے اور اگر تیز کرے تو ۴۵ منٹ لگتے ہیں، ۴۰ منٹ تو لگتے ہی ہیں اس پر، ان دنوں ایسا ہو گیا کہ ٹکا ٹک کی آواز مجھے اندر سے آنی شروع ہو گئی۔ ہم تو سائنسی لوگ ہیں، ڈاکٹر لوگ ہیں، سوچ میں پڑ گئے کہ یہ آواز کیا ہے؟ تو مجھے اندازہ ہوا کہ (fundus of stomach) یعنی معدے کا اوپر والا حصہ اوپر نیچے ہونا شروع ہو جاتا ہے دھیان اور خیال کی وجہ سے۔ یعنی flapping of the fundus of the stomach ہے اور یہ گہرے دھیان کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ اصل میں یہ بذاتِ خود کمال نہیں ہے، نہ ہی یہ ذکر ہے۔ اصل وہ دھیان ہے جو طاری ہو گیا انسان پر اور وہ ایسا ہونا چاہیے جو کہ اسے گناہ سے روکے اور نیکی پر ڈالے، ورنہ یہ حرکتیں ہو جانا کچھ خاص بات نہیں۔

ذکر میں حرکت قلبی سے بیماری ممکن ہے

سوال: یہ دل کا ذکر، یہ حرکت جو شروع ہو جاتی ہے، اس سے کوئی بیماری وغیرہ ہو سکتی ہے؟

حضرت صاحب: اس سے بیماری بھی ہو سکتی ہے۔ اب پتہ نہیں کہ ڈاکٹر صاحبان اس کو کیا سمجھیں گے، کیا کہیں گے، مجھے ذکر بالجہر میں حرکتِ قلبی کی آواز آنے کے بعد بدن پر بہت کمزوری طاری ہو گئی۔ مجھے احساس اس طرح ہوا کہ کسی ہڑتال وغیرہ کی وجہ سے ہمارا کالج بند ہو گیا، ہمارے گھر کے پاس خالی سرکاری زمین تھی، ہم دیہاتی لوگوں کا یہ کاشتکاری وغیرہ کا مشغلہ ہوتا ہے۔ میں نے کدال لی اور اس میں کام شروع کر دیا، تین چار کدال میں نے مارے تو مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ میں تو دَم ہی نہیں ہے۔ اب اس کا کیا کریں؟ ڈاکٹری

File Adress:

لحاظ سے سارے ٹیسٹ ٹھیک ہیں! تو یہ کیا بات ہے! کیا مجھے ضعفِ قلب ہو گیا؟ ضعفِ قلب پر حکمت میں بحث ہے۔ میں نے حضرت مولانا صاحبؒ سے عرض کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ آپ جہری ذکر چھوڑ دیں۔ میں نے چھوڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد طبیعت بحال ہو گئی۔ میں نے دوبارہ ذکر شروع کیا تو پھر ضعفِ قلب ہو گیا۔ بالآخر میرے بارے میں یہی مشورہ تھا کہ آپ کی صحت اور بدنی حالت کی وجہ سے برداشت نہیں ہے اور چونکہ جہری ذکر اصلاح کے لیے ضروری بات نہیں بلکہ یہ محض ایک طریقہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی طریقے ہیں، پھر میرا جہری ذکر مستقل بند کرا دیا۔ اب میں ساتھیوں کے ساتھ مجلس میں جو جہری ذکر کرتا ہوں بس یہی کر سکتا ہوں، اس کے علاوہ نہیں کر سکتا۔

نیند آنا نعمت عظمیٰ ہے

سوال: جب آنکھ بند کئے ہوئے ذکر کرتے نیند آ جائے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت ڈاکٹر صاحب: یہ تو شکر ہے اللہ کا کہ نیند آ جاتی ہے۔ نیند تو اللہ کی نعمت ہے، رحمت ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تو بہت بلند پایہ صوفی ہیں۔ کھانے کے بارے میں اتنی سختی کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ۲۴ گھنٹوں میں دو بار کھانا کھاتے ہیں ان کو اللہ کا تعلق کیسے نصیب ہو گا، مطلب یہ کہ ۲۴ گھنٹوں میں ایک مرتبہ کھانا چاہیے، پھر آگے لکھتے ہیں کہ اگر صبر نہیں ہوتا تو چلو ایک بار کھانے کی جو مقدار بنتی ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک بار دن میں اور ایک بار رات میں کھائیں، بارہ گھنٹے کے وقفے کے ساتھ لیکن نیند کے بارے میں امام غزالیؒ اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ نیند آٹھ گھنٹے ہونی چاہیئے۔ واقعی اگر میں سات گھنٹے نیند نہ کروں تو میں کام نہیں کر سکتا، چھے گھنٹے سونے سے برداشت ہوتی ہے، پانچ گھنٹے نیند کروں تو سخت کیفیات بیان اور ذکر میں آتی ہیں کہ چیخیں نکلنے کو ہوتی ہیں اور چار گھنٹے کروں تو مجذوب ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کسی کو

File Adress:

نیند آ رہی ہو تو نیند کو بھگانے کی کوشش نہ کیا کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ اذا نعس احدکم و ھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ینعس لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ۔

(ترمذی: رقم: ۳۵۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کسی کو اونگھ آئے اور وہ نماز کی حالت میں ہو، تو چاہیے کہ (نفل نماز چھوڑ کر) سو جائے یہاں تک کہ اس کی نیند پوری ہو جائے، اگر تم سے کوئی اونگھتے ہوئے نماز پڑھے تو شاید استغفار کی جگہ خود کو برا بھلا کہہ دے (یعنی نیند کے غلبہ کی وجہ سے اسے پتہ ہی نہ چلے کہ منہ سے کیا پڑھ رہا ہوں)۔

یہ ضروری نہیں کہ بندہ لگا تار آٹھ گھنٹے نیند کرے۔ اس کے علاوہ ہر ایک آدمی کی اپنی استعداد ہوتی ہے، جیسا کہ میں نے اپنے بارے میں بتایا کہ میری نیند سات گھنٹے ہے، اور بعض کی آٹھ گھنٹے بھی ہوتی ہے، چھ گھنٹے عام آدمیوں کی ہوتی ہے۔ بعض سائیکاٹرک مریض ہمارے واقف ہیں تو ان کے لیے نو یا دس گھنٹے ہیں۔ بعض سائیکاٹرک مریضوں کا یہ حال ہے کہ وہ اچھے دیندار، حج کئے ہوئے لوگ ہیں، وہ رات کو دوائی کھا کر سوتے ہیں، پھر وہ صبح کو جس وقت جاگتے ہیں نماز اُسی وقت پڑھتے ہیں، بروقت اُٹھ ہی نہیں سکتے، تو انسان ہے جتنا اس کے بس میں ہے اللہ نے اتنا ہی مقرر کیا ہوا ہے۔

حقوق کی ادائیگی اصل انسانیت ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ بزرگ بننا چاہتے ہیں اور میں انسان بنانا چاہتا ہوں۔ باقی سلسلوں میں لوگ بزرگ بنا رہے ہوں ہم تو انسان بناتے

File Adress:

ہیں۔ اگر آپ بہت زیادہ ذکر کر رہے ہوں، رات کو تہجد پڑھے، ذکر میں خوب روئے دھوئے اور ایسی دعائیں آپ نے مانگیں کہ دیکھنے والا بھی کہے کہ یہ تو بس عرشِ معلیٰ کے دروازے پر ہی کھڑا ہے اور جب صبح آپ ڈیوٹی پر آئے اور آپ نے ماتحت کو دو چار گالیاں دیں اور آنے والے مریض کو دو جھڑکیاں دیں، تو اس کا مطلب ہے کہ رات کو بیدار رہ کر آپ نے اپنے مزاج کو اتنا چڑچڑا کر دیا کہ دن کے وقت آپ انسان نہ رہے اور اللہ پاک یہ چاہتا ہی نہیں ہے آپ سے۔

؎ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

کروبیاں یعنی فرشتے۔ یہ تقریباً تیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میں ایک دفعہ ایک مریض دکھانے کے لئے ایک جنرل فزیشن (ایسوسیئیٹ پروفیسر آف میڈیسن) کے پاس گیا۔ ان کے پاس جب میں بیٹھا تو ایک مریض آیا او پی ڈی میں وہ مریض cardiac patient (دل کا مریض) تھا۔ بے چارہ دیہاتی سادہ لوح آدمی تھا، اُس نے کوئی بات بے تکی کر دی تو اس ڈاکٹر نے آگے سے ایسا غصہ کیا کہ میرا خیال ہوا کہ شاید اس مریض کی جان چلی جائے گی اور اگر پہلے سے مریض نہ بھی ہو تو اب تو ضرور مریض بن جائے گا۔ مجھے اس ڈاکٹر پر اتنا غصہ آیا کہ میرا خیال ہوا کہ اُٹھ کر یہاں سے چلا جاؤں، اسے مریض نہ دکھاؤں، اس کے پاس کبھی نہ آؤں، پھر خیال ہوا کہ اس کے بھائی، والد کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں، وہ متاثر ہو جائیں گے، اس لیے اس وقت تو میں ٹھہرا لیکن آئندہ کے لیے میں نے ارادہ کیا کہ اگر زندگی رہی تو پھر اس کے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ بلکہ اب تو میں خود اپنے آپ کو بھی اور مریض کو بھی کسی کو بھی دکھانا ہو تو او پی ڈی لے جایا کرتا ہوں، اضافی بوجھ نہیں ڈالا کرتا، جو میرا حق بنتا ہے اُسی کو لینے جاتا ہوں۔

File Adress:

حالانکہ اگر یہ ایم ،آر،سی، پی کے امتحان میں برطانیہ میں اس طرح کسی مریض کا معائنہ کرتا تو اس کو پروفیسر کہتا کہ اگر تیرا باپ دادا بھی قبر سے اُٹھ کر یہاں آئے تب بھی میں تمہیں پاس نہیں کروں گا اگر چہ یہ سارا علم تجھے آ رہا ہو۔ سپیشلسٹ ڈاکٹر ان کو پتہ ہے کہ اگر آدمی کو انجکشن لگانے کا کہا جا رہا ہے اور وہ آئے اور سیدھا مریض کو پکڑ کر انجکشن ٹھونک دے اور چاہے سارا علم اس کو ڈاکٹری کا آ رہا ہو لیکن اس عمل پر اسے فیل کیا جاتا ہے کہ آپ کو مریض کو پہلے حوصلہ دلانا چاہئے تھا، اس کو Reassure کرانا تھا، اس کو بریفنگ دینی تھی کہ میں ابھی آپ کو انجکشن لگاؤں گا، بہت معمولی سا درد ہوگا، آپ کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوگی، کوئی خطرے کی بات نہیں، میں انجکشن لگا رہا ہوں آپ ذرا اُدھر دیکھیں، یہ باتیں ٹریننگ کا حصہ ہوتی ہیں، اگر ان باتوں کا آپ خیال نہ کریں تو باہر ممالک میں تو کیا پاکستان میں بھی پاس نہیں کرتے۔

File Adress:

قلب سلیم اور قلب سقیم

File Adress:

انسان کی حقیقت، سوچ وفکر کی انسانی کردار میں اہمیت، جذبات کی اصلاح، نفسانی وقلبی گناہوں کی تفصیل، ایمان کے اجزائے ضروریہ کے بغیر عمل کے عدم قبولیت کی وضاحت، قلب سلیم اور قلب سقیم کے خصائص، قلب کو سلیم بنانے کا طریقہ، ان جیسے کئی اہم عنوانات اور بیسیوں مشاہداتی دلائل سے مزین ایک ایسا وعظ، جو زندگی کا رخ اور سوچ وفکر کے زاویے بدل دے۔

File Adress:

خطبۂ ماثورہ۔ امّا بعد!

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○

(شعراء:۸۸،۸۹)

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کا دن وہ ہے کہ جس میں فائدہ نہیں دے گا آدمی کو مال اور فائدہ نہیں دیں گے، آدمی کو بیٹے، بلکہ آدمی کو فائدہ دے گا قلب سلیم۔ یعنی بیماری سے پاک دل۔ دل کی بیماری یہ ہے کہ انسان کے باطن میں عقائد خراب ہوں، دل کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا سے بھرا ہوا ہو اور اس کے اعمال اللہ کے غیر سے متأثر ہو کر اللہ کے غیر کی خوشنودی کے لئے ہو رہے ہوں۔ یا اس کے اعمال خدانخواستہ کبر، حسد، لالچ، کینہ اور ریا کے تحت ہو رہے ہوں تو اس بگاڑ والا انسان قلبِ سقیم والا انسان ہے یعنی بیمار دل والا ہے اور اس کا دل بیمار ہے۔

قلب سلیم وقلب سقیم کی پہچان

قلبِ سلیم کیا ہے؟ قلبِ سلیم وہ ہوا جس کے عقائد اور اخلاق درست ہوئے اور اس کے بدن سے نکلنے والے اعمال ان عقائد اور اخلاق کے تحت وجود میں آئے۔ اللہ کی ذاتِ ذوالجلال سے متأثر ہو کر اللہ کی ذات کی رضا کے لئے عمل وجود میں آئے تو درست عقیدے کے تحت عمل وجود میں آرہا ہے اور کبر، حسد، لالچ اور ریا سے خالی ہو کر جو عمل انسان کے بدن سے نکل رہا ہو وہ قبولیت کی طرف جا رہا ہے۔

File Adress:

انسان سے صادر ہونے والے گناہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک نفسانی گناہ ہیں، جو نفسانی خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے انسان سے صادر ہو جائیں۔ جیسے انسان پر شہوت طاری ہوگئی، وہ خود کو سنبھال نہ سکا اور کوئی شہوانی گناہ سرزد ہو گیا۔دوسری قسم کے گناہ قلبی ہیں، جو انسان کے قوت ارادی کے استعمال سے اور تدبیر اور منصوبہ بندی سے ہو رہے ہوتے ہیں۔ان میں بد یانتی، خیانت، جھوٹی گواہی، کام چوری، جھوٹی قسمیں، لوٹ کھسوٹ، رشوت خوری، سود خوری، حقوق کی پامالی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ گناہ دل میں کبر، حسد لالچ، حرص، کینہ، حب جاہ، حب مال اور نفاق جیسے رذائل ہونے کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں۔

قلب سقیم کی پہلی علامت عقائد کی کمزوری ہے۔عقائد کا ایک پہلو تو ان کو جاننا اور ماننا ہے جب کہ ایک پہلو ان کو برتنا ہے اور یہ آخری پہلو ہی عقائد کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، اگر عقائد کے برتنے کے وقت آدمی فیل ہو جائے تو سمجھ لیں کہ عقیدہ کو استحکام حاصل نہیں اور عقیدہ کمزور ہے۔جیسے ہم نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے اور اسے مان بھی لیا تو نفس ایمان اس سے ہو گیا اور عقیدہ کی بنیاد حاصل ہو گئی۔لیکن پھر اسی رزق کے لیے جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی، ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی سے نہ بچے تو ہم ناکام ہیں، کیونکہ عقیدہ کا مطالبہ جب آیا اس وقت ہم اس عقیدہ کو نہ برت سکے۔

حقیقی توحید

میں ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ ایک توحید معلوماتی ہے اور ایک تحصیلی ہے۔اپنے کتابچے 'اصلاحِ نفس' میں ایک عام آدمی کے طور پر اپنے سمجھنے کے لئے میں نے یہ دو اصطلاحات استعمال کی ہیں۔معلوماتی توحید یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو، اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ مانو، اس کی طرح کسی کو عبادت یا مظاہر عبادت میں شریک نہ کرو۔توحیدِ ذاتی، توحیدِ صفاتی، توحیدِ افعالی، یہ سب تو معلوماتی توحید ہے۔تحصیلی توحید یہ ہے کہ تیرے دل

File Adress:

سے غیر اللہ کا خوف، شوق، محبت، ڈر نکل جائے اور تیرے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت، تعلق اور اس کی نسبت پیدا ہو جائے۔ یہ تو جب انسان مجاہدات پہ مجاہدات کرتا ہے تب کہیں جا کر یہ چیزیں انسان کے دل میں جڑ پکڑتی ہیں۔ اس میں بہت وقت لگتا ہے۔ اسی لئے محققین مشائخ اپنے مرید کی پہلے توحید پکی کرتے ہیں۔

قلبی گناہ حبط اعمال کا سبب

ڈاکٹر مولوی عبیداللہ صاحب سے میں نے ایک کتاب لکھوائی، جس میں ایسے انتالیس گناہ جمع کیے ہیں جن سے سارے کیے ہوئے اعمال حبط یعنی ضائع ہو جاتے ہیں۔ ان گناہوں کا تعلق قلب کے ساتھ ہے اور یہ گناہ قلب سقیم سے وجود میں آتے ہیں۔ لوگ حج کرتے ہیں، عمرے کرتے ہیں، ڈاڑھیاں رکھ لیتے ہیں، عمامے باندھ لیتے ہیں اور بجلی چوری کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ میں چاروں طرف دیکھ رہا ہوں۔ اب یہ بات کہنی کی نہیں پر تبلیغ والوں کی چونکہ تعریف بھی بہت کرتا ہوں تو اب کچھ تنقید کے نشتر بھی چلا لوں۔ پھر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں تبلیغ کا مخالف ہوں۔ اتنی ثنا بیان کرتا ہوں میں ان کی، اسے نہیں دیکھتے اور ایک تنقید پر کہتے ہیں کہ ہمارے کام کا مخالف ہے۔ میں نے پشاور سے ذرا باہر گھر اور خانقاہ بنائی ہے۔ گاؤں کا ماحول ہے۔ ہمارے محلے والے کہتے ہیں کہ یہاں کے تبلیغ کے امیر صاحبان کی بجلی چوری کی ہے۔ ہمیں کہتے ہیں کہ آؤ ہماری بات سنو تو ہم کہتے ہیں کہ ہم آپ کی بات کیا سنیں، آپ کی تو اپنی بجلی ہی چوری کی ہے۔ کہتے ہیں دفعہ کرو اس مسئلے کو جانے دو، بس ہماری بات سنو۔ یہ تو توحید اور ایمان کی بات ہے۔

اجزائے ایمان اور اعمال ایمان

ہمارے صوابی کے مدرسے کا مہتمم ہے مولوی امین صاحب، ایک دفعہ میں نے ان

File Adress:

سے پوچھا کہ توحید کسے کہتے ہیں اور ایمان کسے کہتے ہیں؟ تو وہ گڑبڑا گیا۔ کہتا ہے توحید توحید ہے اور ایمان ایمان ہے بس۔ میں نے کہا کہ یہ تو ایک علمی بحث ہے، اب اس پر دلائل دو۔ وہ چپ رہا۔ میں نے کہا: چلو ویسے بھی مہینے بعد آیا کرتے ہو تو اس مہینے کتابیں دیکھو جا کر، پھر اگلی بار آئے تو مجھے بتانا کہ توحید کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ پھر میں نے سوچا کہ سلسلے میں بیعت مرید ہے تو بتا ہی دو۔ توحید ذاتی، صفاتی، افعالی، اللہ کو ایک ماننا، اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ ماننا، عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ کرنا، یہ توحید ہے اور یہ ایمان کا اعظم ستون ہے، لیکن کل ایمان یہی نہیں، اس کے علاوہ کچھ اجزائے ایمان ہیں اور کچھ ایمانی اعمال ہیں۔ دیانت، امانت، صداقت، حیاء، طہارت، یہ اجزائے ایمانی ہیں۔ کسی کو شطر الایمان کہا گیا، کسی کو جزؤالایمان کہا گیا، کسی کو نصف الایمان کہا گیا، یہ سب اجزائے ایمانی ہیں۔ جب اجزائے ایمانی ٹھیک نہ ہوں تو انسان حج عمرے کرلے، ڈاڑھی ناف تک لمبی کرلے، ساری رات تہجد پڑھے، سارا دن روزہ رکھے، اس کا کوئی فرض، واجب، سنت عمل بھی خدا کے دربار میں قبول نہیں ہے کیونکہ اس کے پاس اعمالِ ایمانی تو ہیں اجزائے ایمانی نہیں۔ اس نے حج کرلیا پر قبول نہیں ہے کیونکہ یہاں بجلی چوری کر رہا ہے، عمرہ کرلیا بلکہ پورے خاندان کو لے گیا کہ مال بہت کما لیا تھا، پر قبول نہیں ہے کیونکہ دکان میں جھوٹ بولتا ہے، اس میں تو صداقت ہی نہیں ہے اس کا عمل قبول نہیں، افسر ہے اور ایک کا حق دوسرے کو دے رہا ہے تو اس کا عمل قبول نہیں ہے کیونکہ اس میں دیانت نہیں ہے، یہ اجزائے ایمانی ہیں۔ اجزائے ایمانی ناقص ہوں تو آدمی کا ایمان ناقص ہوتا ہے۔ اس کے سارے مراقبے چلّے اور اعمال ھباءً منثورا ہو گئے، یہ ضائع ہو گئے، اُڑ گئے، گرد بن گئے، کچھ بھی نہ رہے۔ ایمان کے نقص کو اعمال کے پہاڑ بھی پورا نہیں کر سکتے۔ یہ بڑی سمجھنے کی بات ہے۔ ایمان کا کمال قلب سلیم کا خاصہ ہے اور ایمان کا نقص قلب سقیم کا۔ انسان

File Adress:

اس مال اور اولاد کو بڑھانے اور بچانے کے لیے گناہوں کے جس دلدل میں خود کو جھونک دیتا ہے قیامت کے دن یہ کچھ بھی کام نہ آئے گا، کام آئے گا تو صرف قلب سلیم۔ جو ایمان کے نقص سے محفوظ رہا اور ہر قسم سے رذائل سے پاک صاف رہا ہو۔

ایمان کامل کا برتنا: جہاد اکبر

ایمان کامل کو برتنا تو جہاد اکبر اور جہاد کبیر ہے، اس کے لیے کمر ہمت باندھنی پڑتی ہے، مخالفت اور ٹکراؤ کو سہنا پڑتا ہے، لیکن یہ قلب سلیم کا ایک حال اور مقام ہے جسے حاصل ہو جائے تو اس کی ایک خاص حلاوت ہوتی ہے۔ ایک دوسرا واقعہ اسی ضمن کا یاد آ گیا، پھر گلہ ہوگا کہ اعتراض کرتا ہے۔ میرا ایک مرید ہے جو کہ ایک محکمے میں افسر ہے۔ کہتا ہے کہ جب دفتر میں کوئی انٹرویو بھرتیاں (Appointments) وغیرہ ہوتی ہیں تو میں اس میں نہیں بیٹھتا کیونکہ وہ ظلم اور ناحق کرتے ہیں، ایک کا حق دوسرے کو دیتے ہیں، اس میں اگر میں بیٹھتا ہوں تو پھر ایسے ہی جھگڑا بنتا ہے۔ ایک دفعہ میرے ڈسٹرکٹ انچارج نے کہا کہ ایک ٹیسٹ لینا ہے، اس کی تم نگرانی کرو، پھر اس سے ہم لوگ بھرتی کریں گے۔ میں چلا گیا، لوگوں کو بٹھایا اور ٹیسٹ شروع کرایا۔ ابھی آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ ایک امیدوار اٹھا اور مجھے پرچہ پکڑا دیا کہ یہ لو ہو گیا۔ میں نے جو پرچہ لے کر دیکھا تو وہ ایسا مکمل اور اعلیٰ حل شدہ تھا کہ ایسا کم از کم آدھے گھنٹے میں تو کوئی حل کر ہی نہیں سکتا۔ میں نے اسے روکا کہ مجھے آپ کی تلاشی لینی ہے۔ دیکھا تو جو پرچہ اسے میں نے دیا تھا حل کرنے کے لئے وہ تو اس کے امتحانی گتے کے اندر دھرا ہے۔ دراصل اس کے پاس پہلے سے حل شدہ پرچہ تھا۔ میں نے اس سے پرچہ لے لیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کس نے دیا ہے؟ پتہ چلا کہ ادارے کا جو سربراہ تھا اس کے پی۔ اے یعنی سیکرٹری نے دیا تھا۔ وہ دونوں آدمی بھی آ پھرے کہ کوئی منت سماجت وغیرہ کریں، کچھ کہہ سن کر اپنے آدمی کو بچا لیں۔ میں نے کہہ دیا کہ جناب میں نے خود یہ نقل

File Adress:

پکڑی ہے، اب میں اسے نہیں چھوڑ سکتا، لہٰذا میں نے تو اس پر لکھ دیا Found Copying یعنی نقل کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ وہ تو چلے گئے پھر تھوڑی دیر بعد مجھے فون لا کر تھمایا کہ یہ تمہارے لئے ٹیلیفون آیا ہے۔ میں نے فون اُٹھایا تو دوسری طرف سے کسی نے کہا کہ میں گورنر ہاؤس سے فلاں ایڈیشنل سیکرٹری بات کر رہا ہوں اور یہ ہمارا آدمی ہے جو تمہارے پاس ٹیسٹ دے رہا ہے اور اس کو پاس کرنا ہے تا کہ بھرتی ہو جائے، اب اس کا کیا ہوگا۔ میرا سر چکرایا کہ یہ تو بات گورنر ہاؤس تک پہنچ گئی اور میں ایک ۱۷ گریڈ کا افسر، اب کیا کروں گا۔ پہلے تو میں کچھ گڑبڑا گیا پھر سلسلہ میری آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ جناب میں نے تو لکھ دیا ہے اس پر، اب آپ جو کر سکتے ہیں کر لیں۔ اس وقت تو بات آئی گئی ہوگئی پر یہ پرچہ دیا کس نے تھا؟ یہ پرچہ اس ادارے کے سربراہ کے سیکرٹری نے دیا تھا جو کہ ایک جگہ کے مرکز کی شوریٰ کے رکن اور باہر ملکوں کے سفر کئے ہوئے بزرگ تھا۔ تو ایمان ایک جدا چیز ہے، یہ تیری میری پیری مریدی اپنی جگہ پر۔ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنا، ایمان ایک جدا چیز ہے۔ یہ تیرے میرے حج عمرے، یہ باہر ملکوں کے سفر، یہ تہجد اپنی جگہ، لیکن ایمان ایک جدا چیز ہے۔ اس لئے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنا۔ شاید وہ اس بد دیانتی سے اس آدمی کے ساتھ جوڑ پیدا کر رہا ہو کہ پھر ایک آدمی تبلیغی جماعت میں وقت دے دے گا، پھر اسے وصول کریں گے اور یوں تحریک میں ایک آدمی کا اضافہ ہو جائے گا۔ ہائے ہماری بیوقوفی کہ ہم اس بات کو سمجھتے ہی نہیں۔

بعد میں پتہ چلا کہ محکمہ اس پورے ٹیسٹ کو منسوخ کر کے نئے سرے سے کر رہا ہے میں نے انھیں بتایا کہ ملک کا ایک قانون ہے اور اس کے مطابق ایک چلا ہوا عمل Revert (واپس) نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر یہ اس کے خلاف عدالت چلے جائیں تو جیت جائیں گے۔ خدا کی شان کہ عدالت سے حق دار نے اپنی نشست جیت لی۔

File Adress:

حجرِ اسود کے سامنے ساری رات کھڑے ہو کر تہجد پڑھنا بہت مشکل ہے میرے بھائی! اس سے کمر میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ پر اس سے زیادہ مشکل اپنے محکمے میں حق پر قائم رہنا ہے اور جو اس جگہ حق پر کھڑا ہے تو تہجد گزار اور میرے جیسا مولوی اور دورۂ حدیث والا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ اس کا ایمان کا ایک حال ہے اور وہ عروج پر ہے۔

تو عقائد میں سب سے پہلے ایمان ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت تو ایمان کی بنیاد ہیں جبکہ دیانت، امانت، صداقت، غیرت، حیا، طہارت، وعدے کی پاسداری، یہ اجزائے ایمان ہیں۔ اپنے پشاور کے قیام میں گردوپیش کے غیر محققین سلاسل کے لوگوں کے ساتھ جب ملاقاتیں ہوئیں اور معاملات پیش آئے تو باوجود دستار، جبہ، ڈاڑھی اور سلسلے کی خلافت کے توحید اور دیانت و امانت کے لحاظ سے بہت کمزور پایا۔ اس سے یہ تأثر ہوا کہ غیر محقق لوگ سلسلے کے ذکر کا نصاب مکمل کرا لیتے ہیں اور ظاہری تبدیلی آجائے تو خلافت دے دیتے ہیں۔ جبکہ توحید ناقص ہو اور اجزائے ایمان آدمی کو پوری طرح حاصل ہی نہ ہوں تو ایسا آدمی تو بنا ہی نہیں، بہت ہی ناقص ہے، شخصیت مکمل ہی نہیں ہوئی۔ جب ایمان درست نہیں ہوا تو اگلی بات کیسے ہو سکے گی۔

بندہ کے متعلقین میں سے ایک پروفیسر صاحب نے ایک تبلیغی امیر صاحب کو بطور خارجی ممتحن (External Examiner) بلایا۔ ہمارے ساتھی نے بتایا کہ امیر صاحب نے فیل ہونے والے طالب علم کو زبانی امتحان (Viva) میں فرسٹ پوزیشن کے نمبر دیئے۔ ساتھی نے مجھ سے شکایت کی، میں نے جواب دیا کہ جب ایمان اور اجزائے ایمان کا امیر صاحب کو پتہ ہی نہ ہو اور امانت اور دیانت کے خلاف استعمال ہونے کا گناہِ کبیرہ کا تصور ہی نہ ہو تو وہ بے چارہ کیا کرے گا۔ شرعی شکل وصورت ہو جانے اور اوقات باقاعدہ لگانے سے وہ خود اور اُس کے تحریک والے مطمئن ہیں کہ کام بن گیا ہے لیکن کام کیسے بنے جب تو

File Adress:

خودنہیں بنا۔

بندہ کوایک معزز ساتھی نے کہا کہ ایک سلسلے کے صاحبِ خلافت بزرگ ہیں، ان کے بیٹے کی اپنی بیوی کے ساتھ ناچاقی ہوگئی ہے، اس سلسلے میں فیصلے کے لئے جرگہ لے جا رہے ہیں، آپ بھی ساتھ چلیں۔ بندہ نے کارِخیر کے ثواب کی نیت کر کے جانے کی حامی بھر لی۔لڑکی کے گھر پہنچے، ملاقات ہوئی، لوگ بڑے اعزاز سے ملے، جب بات شروع ہوئی تو لڑکی کے بھائی نے کہا کہ میں تو دنیادار آدمی ہوں، اس لڑکے کے رشتے کے لئے جب یہ لوگ آئے تو انھوں نے بیان دیا کہ لڑکا حافظِ قرآن ہے اور دینی مدرسے کا طالبعلم ہے۔ شادی کے بعد پتا چلا کہ لڑکا نہ حافظ ہے نہ دینی مدرسے کا طالبعلم ہے بلکہ چرسی ہے اور آوارہ ہے۔اس جھوٹ کا خدا کے ہاں یہ کیا جواب دیں گے۔ یہ بات سن کر میرا سر شرم سے جھک گیا۔سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہوا کہ تصوف کے سلاسل میں یہ بے احتیاطی آ گئی ہے کہ فقط سلسلے کے ذکر اذکار کا نصاب پورا کر لینے اور ڈاڑھی رکھ لینے پر خلافت دے دی جاتی ہے، جبکہ اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ خلیفہ صاحب میں دیانت امانت پیدا ہوئی ہے کہ نہیں۔ پہلے زمانے میں تو مشائخ اتنے مجاہدات کراتے تھے اور ایسا رگڑا دیتے تھے کہ جان جانے کے حالات ہو جاتے تھے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ جو عالم باعمل تھے، ایک دفعہ حضرتؒ سے ملنے آئے تو ساتھ بیٹا بھی تھا، عمر تیرہ سال تھی، بارہ سال سے اوپر عمر والے کو پورا ٹکٹ لینا ہوتا تھا، یہ لڑکا چونکہ قد میں چھوٹا نظر آ رہا تھا اس لئے اس کے والد صاحب نے آدھا ٹکٹ لیا تھا۔ ان دنوں انگریزوں کے خلاف علما کا ترکِ موالات کا فتویٰ بھی چل رہا تھا، جس میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ انگریز چونکہ ظالم اور جبری حاکم ہے اس لئے نہ اس کو ٹیکس دیا جائے نہ کسی چیز کا معاوضہ دیا جائے، چنانچہ لوگ ٹرینوں کا بغیر ٹکٹ کے مفت سفر کرتے تھے۔لیکن اس کوتاہی پر حضرت تھانویؒ نے ان کی خلافت

File Adress:

واپس لے لی۔

ایک پروفیسر صاحب نے گلہ دیا کہ بطورِ حقدار (merit wise) میرا حق بنتا تھا۔ حکومت ایسے لوگوں کی تھی کہ خیال تھا کہ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہیں ہے، ضرور حق کا فیصلہ ہوگا۔ جب فیصلہ سامنے آیا تو مجھ سے جونیئر آدمی کو لے لیا گیا تھا۔ متعلقہ افسروں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ محکمے کے وزیر صاحب کی وجہ سے ایسے ہوا۔ وزیر سے جب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ فلاں شیخ الحدیث صاحب کی سفارش پر میں نے ایسا کیا۔ شیخ الحدیث صاحب کا بیان تھا: ''میں کیا کرتا، دوسرے آدمی نے میرے بیٹے کی شادی میں تیس ہزار روپے خرچ کئے ہوئے تھے جس کی وجہ سے میری آنکھیں اس کے آگے جھکی ہوئی تھیں''۔ ایک آدمی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ امانت اس کے اہل کو پہنچانے کی آیتیں اور حدیثیں شیخ الحدیث صاحب نے جار مجرور کی ترتیب کو درست کرتے ہوئے تیس سال تک پڑھائی ہوں گی لیکن اس علم کو عملی طور پر برتنے کا انھیں صرف ایک ہی موقع ملا جس سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ امانت دیانت کا پڑھنا پڑھانا کچھ اور ہے، کرنا برتنا کچھ اور ہے۔

ایک مرید جو کہ سپیشلسٹ ڈاکٹر ہیں انہوں نے بتایا کہ انھوں نے تین بار انٹرویو دیا۔ میرٹ لسٹ میں وہ ہر دفعہ نمبر ایک پر ہوتے تھے۔ یار لوگ انٹرویو میں ایسے ہتھکنڈے استعمال کرتے کہ اس سے نیچے والے منتخب ہو جاتے تھے جب کہ وہ رہ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ انٹرویو کیلئے چلّہ لگائے ہوئے امیر صاحب بطورِ ماہرِ مضمون (Subject Specialist) تشریف لائے۔ انہیں اطمینان ہوا کہ دین دار آدمی ممتحن ہے تو فیصلہ حق پر ہی ہوگا، اگر وہ امیر صاحب ان ڈاکٹر صاحب کو صرف پاس ہی کر لیتے بلکہ صرف ایک نمبر انٹرویو کا دیتے تو یہ سلیکٹ ہو رہے تھے۔ انھوں نے تو کمال کر دکھایا کہ صفر نمبر دے کر مکمل فیل کیا۔ بعد میں بطور معذرت کہا کہ آپ ناراض نہ ہوں اور عدالت بھی نہ جائیں، میں کیا کروں، ایسا کرنے

File Adress:

کے لئے مجھے اوپر والوں نے مجبور کیا، حالانکہ اس طرح کرنے سے اس سبجیکٹ سپیشلسٹ صاحب کو سوائے تبدیلی کے اوپر والے افسران اور وزراء اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ بندہ نے مرید کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ امیر صاحب نے توحید کو تو بہت بولا تھا لیکن توحید کو برتنے کا موقع صرف اس جگہ ملا تھا۔ میرے بھائی! توحید کو بولنا کچھ اور ہے اور برتنا کچھ اور ہے۔

اپنے سلسلے کے ایک دوسرے صاحب نے گلہ دیا کہ ایک سلسلہ کے خلافت یافتہ پروفیسر صاحب کو امتحان کے لئے لایا گیا۔ اُس مبارک آدمی نے طلباء سے نقل بھی کروائی اور خالی پرچوں والوں کو پاس بھی کیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ غیر محقق سلاسل والے جب ذکر کا نصاب مکمل کر لیں اور پگڑی ڈاڑھی سے آراستہ ہو جائیں تو اسی پر اکتفا کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں اور خلافت دے دیتے ہیں تو میرے بھائی ایسی خلافتوں کا کوئی اعتبار نہیں، آج کل تو خلافتیں بٹتی ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خطبہ شاید ہی ایسا ہو جس میں آپ نے یہ نہ فرمایا ہو:

لا ایمان لمن لا امانۃ لہٗ ولا دین لمن لا عھد لہ۔ (مشکوٰۃ)

یعنی جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کا عہد (وعدہ) مضبوط نہیں اس کا دین نہیں ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار عادتیں ایسی ہیں جس میں وہ جمع ہو جائیں تو وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس کا حال یہ ہے کہ اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے اور وہ اسی حال میں رہے گا جب تک کہ اس عادت کو چھوڑ نہ دے۔ وہ چار عادتیں یہ ہیں

File Adress:

جب اس کو کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد اور معاہدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب کسی سے جھگڑا اور اختلاف ہو تو بدزبانی (گالی گلوچ) کرے۔ (بخاری، مسلم)

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول اور سب مسلمانوں کی۔ (معارف القرآن جلد دوم، ص ۴۴۷)

ایک دوسری حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دے دیا اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔ (جمع الفوائد، ص ۳۲۵، بحوالہ معارف القرآن جلد دوم، ص ۴۴۷)

کوہاٹ کے ہمارے ایک مرید نے خط لکھا کہ میں سلسلہ میں صرف اس وجہ سے بیعت ہوا کہ آپ کے رسالہ میں ایک واقعہ پڑھا کہ آپ کے ایک مرید کے کار سے ایک بچی زخمی ہوئی، اگلے دن اس کی بیرون ملک کی فلائٹ تھی، رات کا وقت تھا، وہ وہاں سے خاموشی سے نکل سکتا تھا لیکن اس نے اس زخمی بچی کو اٹھا کر ہسپتال پہنچایا، اس بات کی پروا نہیں کی کہ اب کورٹ کچہری اور تھانے کو بھگتنا ہوگا، کل کی فلائٹ بھی ہے، ٹکٹ بھی ضائع جائے گا، بلکہ اس حادثے کے نتائج کا سامنا کیا۔ اس درست ترتیب کو اختیار کرنے کی برکت سے وہ بچی ہسپتال میں خود سے اٹھ بیٹھی اور اس کے والدین بھی بجائے اس کا مؤاخذہ کرنے کے اس کے شکر گزار ہوئے کہ بروقت ان کی بچی کو ہسپتال لے کر گئے۔

اس نے لکھا کہ میں ایک شیخ القرآن صاحب کے درس میں بیٹھا کرتا تھا جس کا

File Adress:

درس لاؤڈ سپیکر پر کئی کلومیٹر تک سنا جاتا تھا، ایک بار رات کو اپنی گاڑی میں بڑے گھبرائے ہوئے آئے، ان کی کار کا شیشہ بھی ٹوٹا ہوا تھا، انہوں نے کہا کہ میں نے کسی بندے کو کار کی ٹکر ماردی ہے جس سے یہ شیشہ ٹوٹا ہے اور خطرہ ہے کہ پولیس والے میرا پیچھا کر کے پکڑ لیتے اب گاڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا ہے اگر میں اس حال میں اسے باہر لے کر جاتا ہوں تو پکڑے جانے کا اندیشہ ہے میں گاڑی یہی کھڑی کروں گا اور شیشہ لاؤں گا تاکہ اسے یہی ٹھیک کر کے باہر جاسکوں۔ اس نے لکھا کہ مجھے ان دو واقعات میں غور کرنے سے اندازہ ہوا کہ درست ترتیب تو یہ تھی کہ یہ اس زخمی کو اٹھاتے، ہسپتال پہنچاتے اور اس سے جو غلطی ہوئی اس کے نتائج اور اثرات کا سامنا کرتے، اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتے، لیکن اس نے اس زخمی کو تڑپتا چھوڑ کر اپنی جان اور مال بچانے کی فکر شروع کر دی۔ مجھ پر واضح ہوا کہ اس جگہ رابطہ کر کے دینی رہنمائی لینی چاہیے کیونکہ معیاری ترتیب تو یہ ہے اس پر میں آپ کے سلسلہ میں داخل ہوا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ برخوردار! شیخ القرآن صاحب نے توحید کو بولا تو بہت تھا، اس کی قسمیں اور ساری بحثیں اسے خوب ازبر تھیں، لیکن توحید برتنے کا موقع اسے زندگی صرف ایک ہی بار ملا تھا جس میں وہ ناکام ہوا، تو میرے بھائی توحید بولنا اور ہے توحید برتنا اور ہے۔

ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ نے اپنے بیان میں ایک واقعہ سنایا کہ ہندوستان میں ایک بیل گاڑی والے نے بستی نظام الدین (ہندوستان کا تبلیغی مرکز) آکر جماعت میں چلہ گزارا۔ آدمی سیدھا سادہ تھا۔ صحیح یقین، توحید، اتباعِ سنت، سچ، انصاف اور دیانتداری کے اصول سیکھ لئے اور عملی زندگی میں برتنے لگا۔ ایک دن اچانک ایک بچہ اس کی بیل گاڑی کے نیچے آکر مر گیا۔ بچے کو خود اٹھا کر اور تھانے پہنچا کر اپنی گرفتاری کروالی اور سچ سچ بیان دے دیا۔ برادری کو پتہ چلا انہوں نے وکیل لیا۔

File Adress:

وکیل صاحب نے آ کر اس گاڑی بان کو بیان سمجھایا لیکن اس سیدھے سادھے آدمی نے آگے سے کہا کہ وکیل صاحب اس وقت آپ موجود نہیں تھے میں خود موجود تھا لہٰذا بیان یہ ہے۔ وکیل صاحب کو اندازہ ہوا کہ سادہ لوح آدمی وکیل کی سمجھداری کی بات کو سمجھ نہیں سکتا۔ غرض اس مقدمے کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ اس نے از اول تا آخر بالکل بیان نہیں بدلا۔ مقدمے کی کاروائی مکمل ہوئی، جج صاحب نے فیصلہ سنایا کہ اتنا دیانتدار، راست باز اور سچا آدمی اس بات کا حق رکھتا ہے کہ بجائے اسے سزا دینے کے اسے معاشرے میں رکھا جائے تا کہ معاشرے میں شانتی (امن) اور سدھار (اصلاح) آئے۔

واقعی سچائی اور دیانتداری تو انسانی صفات ہیں۔ مسلمان نے تو ان کی قدر کرنی ہی ہے کہ اس کے لئے آخرت کا سرمایہ، اللہ کی رضا اور نجات کا سامان ہیں۔ لیکن کافر، ہندو بھی اس کی قدر کرتا ہے کیونکہ معاشرے میں اطمینان، اصلاح اور سدھار اس کی وجہ سے ہی ہے۔ اس طرح اس گاڑی بان کو وکالت کے دلائل کی جگہ سچ کی حقیقت کام آئی اور نجات کا سامان بنی۔

بندہ کی ایک مجلسِ ذکر حیات آباد میں ہوتی ہے۔ اس میں کچھ نوجوان دوست شامل ہوتے تھے۔ ایک دن ایک برخوردار، جو ایک ریٹائرڈ میجر کے بیٹے تھے اور مجلس میں آتے تھے، پریشان آئے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کا چھوٹا بھائی ہے جس نے چار ماہ تبلیغی جماعت میں لگائے ہیں، روسیوں کے خلاف افغان جہاد میں بھی لڑا ہے، کسی مدرسے کا طالب علم بھی تھا، گھر آیا ہوا تھا کہ کچھ لڑکوں کے ہاتھ چڑھ گیا، انہوں نے اسے کہا کہ یہاں ایک رشوتی افسر ہے، عقیدہ بھی اس کا خراب ہے، رات اس کے گھر پر حملہ کرتے ہیں، جہاد بھی ہو جائے گا اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ آ جائے گا۔ واہ رے واہ! جہاد اور مالِ غنیمت۔ جس کا فیصلہ کبھی مسلمانوں کے خلیفۂ وقت کیا کرتے تھے۔ نوجوانوں نے اس کا فیصلہ کر دیا۔ کسی

File Adress:

اہلِ علم بڑے بوڑھے سے مشورہ بھی نہیں کیا۔

حملہ کے لئے گئے، آدمی کا چوکیدار جاگ گیا، اس نے فائرنگ کی، باقی مجاہد تو فوراً بھاگ گئے اور یہ اصلی مجاہد ڈٹا رہا، اس کو ایک گولی ہاتھ میں لگی ایک پاؤں میں، آخر اس نے آواز دی کہ انکل اور فائر نہ کریں، میرے پاس کچھ نہیں۔ فائر بند ہوا لڑکا گرفتار ہوا۔

ہم مجلس والوں کو بہت افسوس ہوا۔ مجلس کے بیان اور ذکر کے بعد بڑی فکر سے دعا ہوئی۔ بندہ نے ملزم کے بڑے بھائی سے کہا کہ برخوردار اس سے کہیں کہ سچ سچ بیان دے دے، اللہ کی ذات سے خیر کی امید کرتے ہیں۔ مجلس کے ساتھیوں نے کہا کہ مجلس کی دعا کے بعد ہمارے دل گواہی دے رہے تھے کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

خیر برادری والوں نے مقدمے کے لئے وکیل کیا۔ وکیل نے برخوردار کو بیان سمجھایا کہ یوں کہے کہ پہلا بیان پولیس کے دباؤ کے تحت دیا تھا، اصل بیان یہ ہے کہ آدھی رات کے بعد میں گھر سے نکلا، ایسے ہی واک (چہل قدمی) کر رہا تھا کہ اس اثنا میں ایک مکان سامنے آ گیا، دروازہ کھلا تھا، کچھ شور ہو رہا تھا، میں صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے اندر ہوا کہ اس اثنا میں مجھے دو گولیاں لگ گئیں اور جب معلوم ہوا تو میں گرفتار تھا اور زخموں کے لئے زیرِ علاج تھا۔

جب پوری حقیقت سامنے آئی تو وہ یہ تھی کہ جس آدمی کے گھر ڈاکہ پڑا اس کا ایک غیر ذمہ دار لوفر بھانجا تھا، اس نے اس کی لڑکی کا رشتہ مانگا، ماموں نے انکار کیا، اس نے اس بات کا بدلہ لینے کے لئے یہ جہادی پارٹی تشکیل دی، جس میں ایک افغانی، یہ ملزم مجاہد صاحب اور ایک خود۔ پورے اخلاص کے ساتھ جہاد کی نیت صرف ملزم صاحب کی تھی، باقی جعلی مجاہد تھے اس لئے فوراً بھاگ گئے۔

پہلے بیان میں تو بھانجے کا نام آ گیا تھا۔ اس دوسرے بیان پر بھانجے کے ماں

File Adress:

باپ نے مؤقف اختیار کیا کہ ہمارے بیٹے کو ماموں مفت میں بدنام کر رہا ہے، لڑکے کے دوسرے بیان میں اس کا نام تک نہیں ہے۔ ماموں نے ملزم سے رابطہ کیا کہ برخوردار لڑکا ہمارا بھانجا ہے، ہم اس کی گرفتاری اور سزا کے حق میں نہیں ہیں لیکن کم از کم آپ وہ سچا بیان دے کر اتنا تو واضح کر دیں کہ یہ جرم ہمارے بھانجے نے ہی کیا ہے۔ آپ یہ کر دیں تو ہم آپ تینوں کو چھوڑ دیں گے اور آپ کے خلاف مقدمہ نہیں کریں گے۔

ملزم برخوردار نے سہ بارہ سچا بیان دیا اور مقدمے والوں نے انہیں معاف کیا اور کیس ختم ہوا۔ بندہ کو اطلاع ملی تو بندہ نے عرض کیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ مسئلہ سچ کے زور سے حل ہوا، وکیل کے جھوٹے دلائل سے نہیں۔ چونکہ مسلح ڈکیتی کی شرعی سزا ایک ہاتھ ایک پیر کاٹنا ہے اس لئے برخوردار کے بارے میں بندہ نے کہا کہ یہ سزا اس پر قدرتی اور تکوینی امر سے نافذ ہوگئی۔ واقعی نوعمر جب کسی سمجھدار آدمی سے مشورہ کئے بغیر خود فیصلہ کر لیتے ہیں تو سخت مشکلات میں مبتلا ہونے کے حالات ہو جاتے ہیں۔

ایک واقعہ خود بندہ کے ساتھ پیش آیا۔ یہ ۱۹۷۳ء کا واقعہ ہے۔ بندہ کا لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں بطور ڈاکٹر کام کرنے کا پہلا سال تھا، ہسپتال کے پاس مسجد تھی، اس میں ہم نماز پڑھتے تھے، اس کے امام فارغ التحصیل عالم تھے، ایک دن انہوں نے کہا ڈاکٹر صاحب میرے ساتھی کو چار مہینوں کی میڈیکل چھٹی کا سرٹیفکیٹ دے دو۔ بندہ نے کہا کہ یہ تو جھوٹ ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا یہ جھوٹ نہیں ہے، یہ ضرورت کے لئے وسیلہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کافروں سے جان چھڑانے کے لئے اِنِّیۡ سَقِیۡم (میں بیمار ہوں) کہا تھا۔ بندہ ان کی باتوں میں آ گیا اور چھوٹتے ہی پورے چار مہینے کا سرٹیفکیٹ لکھ دیا۔ ناتجربہ کار ہونے کی وجہ سے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ مسلسل چار مہینے کا سرٹیفکیٹ ایک بار کی نہیں دیتے۔ خیر یہ سرٹیفکیٹ ہسپتال کے انچارج ایم۔ایس کے پاس وضاحت کے

File Adress:

لئے آیا۔ایم۔ایس نے بندہ کو بلایا اور پوچھا: ڈاکٹر صاحب یہ سرٹیفکیٹ آپ نے دیا ہے؟ بندہ نے کہا: جی ہاں میں نے دیا ہے۔اس نے پوچھا کتنے پیسے لئے ہیں؟ میں نے کہا: پیسے تو نہیں لئے۔اس نے کہا: دیکھیں آپ سیدھے سادھے آدمی ہیں، یہ پیسے کسی کمپاؤنڈر نے لئے ہوں گے اور سرٹیفکیٹ آپ سے بنوایا ہوگا۔ بندہ نے کہا: ایسی بات نہیں ہے، یہ آدمی بندہ کا واقف تھا اس لئے بنا دیا۔اس پر ایم۔ایس نے کہا: ڈاکٹر صاحب یہ ایسا جرم ہے کہ اس پر آپ کی ڈگری ختم ہوسکتی ہے، آپ کی ملازمت ختم ہوسکتی ہے۔خیر یہ ایم۔ایس سید امیر علی شاہ صاحب بندہ کے والد صاحب کے ایک مہربان دوست، جو اہل سادات میں سے تھے، کے واقف تھے۔انہوں نے اسے میرا خیال رکھنے کا کہا ہوا تھا۔امیر علی شاہ صاحب نے بندہ کو نصیحت کر کے رخصت کر دیا اور کیس اپنے پاس رکھ لیا۔

بندہ نے واپس آ کر غور وفکر کیا کہ ایک کام ایک مولوی صاحب کے کہنے پر خدمتِ خلق کے لئے کیا تھا، اس پر پکڑ ہوگئی حالانکہ عمومی تجربہ تھا کہ بندہ نے جو خدمتِ خلق کے کام کئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے بہت آسانیاں اور برکتیں نصیب فرمائیں۔ بندہ کو خیال ہوا کہ اس عمل میں کوئی گڑبڑ ضرور ہوگئی ہے جس کی وجہ سے حالات مشکل ہو گئے۔ بندہ نے معلومات اور تحقیقات کیں۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتیٔ اعظم پاکستان کی کتاب ''گناہِ بے لذت'' میں لکھا ہوا تھا: جھوٹا سرٹیفکیٹ دینا جھوٹی گواہی ہے، جس کا گناہ دو دفعہ بدکاری کے برابر ہے، بہت افسوس ہوا۔خاص طور پر اس مولوی صاحب پر جس نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کا حوالہ دے کر بندہ کو متأثر کیا۔بعد میں پتہ چلا کہ بعض مولوی صاحبان بہت بے احتیاط ہوتے ہیں۔ان کی نظر میں تاویلات، حیلے ہی ہوتے ہیں اور باوجود استعداد نہ ہونے کے خود استنباط (آیت، حدیث سے خود مسئلہ نکالنا) کرتے ہیں۔خوفِ خدا نہ ہونے کی وجہ سے کوئی غم فکر ہی نہیں۔

File Adress:

خیر بندہ نے سوچا خطا کا علاج استغفار ہے اس لئے فوراً صلوٰۃ توبہ پڑھی، سات روزے جرمانے کے منت کئے اور تیس روپے خیرات کئے، اس دور میں سونا تقریباً چار پانچ سو روپے تولہ تھا۔ چند دن بعد بندہ کا انٹرویو اس ایم۔ایس صاحب کے ساتھ تھا اور جونیئر ہاؤس آفیسر سے سینئر ہاؤس آفیسر کی ترقی ہونی تھی۔ استغفار کے بعد تسلی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی۔ پیشی ہوئی۔ ایم۔ایس صاحب نے سلیکشن کمیٹی سے بندہ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا: یہ ڈاکٹر فدا ہے جس کی عادت جھوٹے سرٹیفکیٹ دینے کی ہے۔ ایک سرٹیفکیٹ دینے کو انہوں نے عادت کہہ دیا۔ خیر بندہ نے جس کنسلٹنٹ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کام کیا تھا وہ بول پڑے کہ یہ ایسا آدمی ہے کہ یا وارڈ میں ہوتا ہے یا نماز کے لئے مسجد جاتا ہے، ایک دن شبِ جمعہ تبلیغی اجتماع میں جاتا ہے، یہ اس کے ساتھ کسی نے دھوکہ کیا ہے، یہ خود قطعاً ایسا آدمی نہیں ہے۔ دوسرا بولا تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ بادشاہ سا آدمی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ بس سب نے متفقہ سینئیر ہاؤس جاب کا فیصلہ کر لیا اور کیس بالکل رفع دفع کر دیا۔ واقعی توبہ، صدقہ اور روزہ مشکلات کے پہاڑ توڑ کر میدان ہموار کر دیتے ہیں۔

بندہ ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء دو سال لاہور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں ایم فل کرنے کے لئے مقیم رہا۔ کالج کے ہاسٹل میں جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کا ایک طالب علم بطور مؤذن کام کر رہا تھا۔ رب نواز نام، جھنگ کا رہنے والا۔ بندہ سے باقاعدہ بیعت تو نہیں تھا لیکن اسے بندہ سے بہت مناسبت اور تعلق تھا۔ ذہنی استعداد زیادہ نہیں تھی اس لئے دو درجے پڑھ کر اپنے گاؤں واپس ہو گیا۔ مدارس کی برکت سے گاؤں جاتے ہی اپنی ویران مسجد کو آباد کیا، اذان جماعت شروع کرائی۔ مقامی جاٹ قوم کا زمیندار تھا، کچھ نہ کچھ اپنی زمینداری شروع کر دی۔ خود زیادہ دینی کام نہیں کر سکتا تھا اس لئے تبلیغی مرکز جا کر درخواست کر کے جماعت منگوائی اور اس کے ذریعے سے دینی فضا بنانا شروع کر دی۔ گرد و پیش میں

File Adress:

اہلِ تشیع آباد تھے۔ان کو یہ ساری باتیں بہت بری لگیں۔اس لئے انہوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کردی اور تنگ کرنے کا آغاز کرلیا۔یہ برداشت کرتا رہا۔ایک دن ان سب نے مل کر اس کے گھر پر مسلح حملہ کردیا اور آکر فائرنگ کی۔اپنے بچاؤ کے لئے اور انہیں بھگانے کے لئے رب نواز کو بھی فائرنگ کرنا پڑی۔اپنی حفاظت کے لئے حکومت کا منظور شدہ اسلحہ (Non-Prohibited bore) رکھنا ہر شہری کا حق ہے۔اس فائرنگ سے ایک آدمی مر گیا۔ حالات یہی بتا رہے تھے کہ ایک طرف اتنی تعداد کے صاحبِ حیثیت لوگ اور دوسری طرف ایک عام غریب آدمی تو ظاہر ہے گرفتار اسے ہی کرنا تھا۔رب نواز جان بچانے کے لئے بھاگ گیا۔کچھ دن بعد اسے احساس ہوا کہ اس کی وجہ سے بوڑھے والدین اور بہن بھائی پولیس کی اذیت میں آرہے ہیں اس لئے اللہ کا نام لے کر خود جا کر گرفتاری پیش کردی اور صحیح صحیح بیان دے کر اپنے فائر کرنے کا اقرار کرلیا۔

تھانیدار نے شکل وصورت دیکھی ایک معصوم نوجوان اور اتنی سادگی سے گرفتاری اور اقبال جرم کر رہا ہے۔اس نے پوچھا مولوی صاحب کچھ گاڑی وغیرہ چلا سکتے ہو؟ رب نواز نے روس کے خلاف جہاد میں حصہ لیا ہوا تھا اس لئے جیپیں چلانا سیکھا ہوا تھا۔اس نے کہا: جی چلا سکتا ہوں۔تھانیدار نے کہا: ہماری گاڑی چلاؤ اور بچوں کو سکول لایا لے جایا کرو۔کچھ دن کام کرتا رہا۔ایک دن تھانیدار نے کہا کہ آپ کے کیس کی تفصیلات مکمل ہوگئی ہیں لہٰذا آپ کو بطورِ ملزم حوالات میں ڈالنا ہوگا۔

حوالات میں اندر کرلیا اور مقدمہ چلنا شروع ہوگیا۔اہلِ تشیع کا دعویٰ تھا کہ آدمی رب نواز نے آگے سے فائر کر کے قتل کیا ہے اور رب نواز نے بھی فائر کا اقرار کیا ہوا تھا۔ مقدمہ چلتا رہا۔ڈاکٹر کی پوسٹ مارٹم رپورٹ پہنچی۔بقول رب نواز عدالت میں پیشی ہوئی، کیس پر بحث ہوئی اور عدالت نے مکمل بری کردیا۔سب لوگوں کو حیرت ہوئی، علاقے میں

File Adress:

دبدبہ قائم ہوگیا کہ رب نواز کے صدرِ پاکستان کے ساتھ براہ راست تعلقات ہیں اسی لیے چھوٹ گیا۔ جبکہ حقیقت کیس کی یہ ہے کہ جب ڈاکٹر کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آئی تو اس میں لکھا تھا کہ مقتول کی کھوپڑی میں گولی پیچھے سے داخل ہوئی ہے اور آگے سے نکلی ہے۔ جبکہ رپورٹ میں رب نواز کا آگے سے فائر کرنا لکھا ہوا تھا۔ گویا پیچھے سے جو اہلِ تشیع فائر کر رہے تھے، یہ قتل اس فائر سے ہوا۔ رب نواز نے بتایا کہ ہم غریب لوگ، ہمیں پتہ بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر کی رپورٹ بھی ہوتی ہے، اس کے ساتھ رابطہ کرنا ہوتا ہے، بس اللہ تعالیٰ کا آسرا، وہی مسبب الاسباب، واقعی جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ تو یہاں بھی مسئلہ صداقت اور سچائی کی بنیاد پر حل ہوا۔ ہم جھوٹ اور دھوکے میں وقتی مفاد دیکھ کر ہار جاتے ہیں، شکست کھا جاتے ہیں حالانکہ حدیث مبارکہ واضح طور پر بتا رہی ہے کہ

الصدق ینجی والکذب یھلك

ترجمہ: سچائی نجات دینے والی ہے اور جھوٹ ہلاک کرنے والا ہے۔

اس وقتی مفاد کے بعد تباہی ہی تباہی اور ہلاکت ہی ہلاکت ہے، لیکن اسے شیطان نے مزے اور مفاد میں چھپا کر رکھا ہوا ہے جسے میں اور تو نہیں دیکھ رہے۔

ہمارے کوہستان کے ایک مرید ڈاکٹر صاحب کو ایک بار کچھ لوگ اغوا کر کے لے جانے لگے، ایسے حالات ہو گئے کہ اغوا کاروں سے اگر یہ خود کو بچانے کی کوشش کرتے تو ٹھیک ورنہ وہ اسے قتل کرنے والے تھے، ان کے پاس لوڈ پستول تھا، اس نے اپنے بچاؤ کے لیے فائر کیا اور ان کے سرغنہ کو ڈھیر کر دیا، باقی بدمعاش بھاگ گئے، یہ گرفتار ہوئے وکیلوں نے بڑے جھوٹے بیانات سمجھائے کہ رات کا کیس ہے، مکر جاؤ تو بچ جاؤ گے لیکن انہوں نے کہا کہ میں نے بیعت ہی سچائی برتنے پر کی ہے یہ ڈٹ گئے اور جھوٹ کا سہارا لینے کے بجائے من وعن سچا بیان دیا، اب جھوٹ میں بظاہر نجات نظر آ رہی ہے اور سچ میں آدمی پھنس

File Adress:

رہا ہے لیکن ایمان کی تربیت ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بیان کردہ ترتیب اور اس کے نتائج کا انسان کو پورا یقین ہو، جب یہ بات بیان ہوگئی کہ سچ میں نجات ہے تو یہ ہو کر رہے گی، اور جب یہ بیان ہو گیا کہ جھوٹ میں ہلاکت، تباہی اور بربادی ہے تو یہ ہو کر رہے گا۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب کا چھ سال مقدمہ چلا، اس دوران ہری پور جیل میں انہوں نے خواب دیکھا کہ سفید پگڑیوں والے لوگوں کی قطار گزر رہی ہے اور وہ آپس میں کہہ رہے ہیں کہ اسے بھی ہمارے ساتھ شامل ہونے کے لیے بھیجا گیا ہے، صبح معلومات کیں تو پتہ چلا کہ جیل میں درس نظامی کا مدرسہ ہے اس میں داخل ہوئے اور جیل سے چھ درجے پڑھ کر نکلے، چونکہ ان کا جرم اخلاقی نہیں تھا اس لیے نوکری پر بھی بحال ہوئے، اللہ تعالیٰ نے سچ کی برکت سے نجات بھی نصیب کی اور رزق کا بندوبست بھی بحال کروا دیا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ عقائد کا ایک پہلو معلوماتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کی معلومات حاصل ہوگئیں کہ اللہ ایک ہے تو اللہ کو ایک ماننا ہے اور اللہ کو ساری کائنات کا خالق ماننا ہے، اللہ سب چیزوں کا مالک ہے، اللہ پاک کو سارے نفع وضرر کا مالک ماننا ہے۔ پہلے جان لیا، جاننے کے بعد پھر مان لیا۔ جس آدمی نے جان کر دل میں بھی مان لیا تو اس کا ایمان ہو گیا۔ زبان سے اقرار نہیں ہوا تو عام لوگوں کو اس کے بارے میں مسلمان ہونے کا نظریہ رکھنا اور اس کے ساتھ مسلمان جیسے اعمال کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ اس کی زبان سے اقرار نہیں ہوا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ اسلام ضروری ہے۔ اسلام عمل کو کہتے ہیں جب کہ ایمان دل کے حال کو کہتے ہیں۔ اتنا اسلام لازمی ہے کہ اس کی زبان سے اظہار ہوا ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ اگر اس سے اظہار نہیں ہوا ہو تو میں اور تُو اس کے ساتھ مسلمان جیسا معاملہ کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہے تو اس کی نجات ممکن ہے۔ کسی کو پتہ نہ بھی ہو تب بھی نجات ہو جائے گی۔

File Adress:

ایمان کا مدار خاتمہ پر ہے

خیبر میڈیکل کالج کے ایک پروفیسر صاحب جمعہ پڑھنے آتے تھے۔ وہ ہر کسی سے سوال پوچھتے تھے۔ مجھ سے انہوں نے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب! اگر ایک آدمی ساری زندگی فسق و فجور میں، گھپلوں، دھوکوں اور ظلم و زیادتی میں گزارتا رہا اور اس کے پاس کلمہ ہو تو کیا اس کی نجات ہو جائے گی اور ایک آدمی اگر ساری زندگی نیکی میں، خدمت، پرہیزگاری میں گزار رہا ہے مگر اس کے پاس کلمہ نہیں ہے تو کیا اس کے لئے جہنم ہے؟ میں نے کہا: پروفیسر صاحب! مسئلہ یہ ہے کہ کون جنت میں گیا اور کون جہنم میں، یہ نہ تیری معلومات میں ہے نہ میری۔ کیا پتہ کہ موت کے وقت انسان ایمان لے کر گیا کہ نہیں، جس طرح کی زندگی اس نے گزاری، نام عبدالرحمان، عبدالرحیم تھا، رہا مسلمانوں کے بیچ، شادی مسلمانوں میں ہوئی، جنازہ مسلمانوں نے پڑھا اور دفن کیا، میراث مسلمانوں کی طرح تقسیم ہوئی، لیکن یہ ساری باتیں اس بات کی علامت نہیں ہیں کہ اس کا خاتمہ بالایمان ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ ایمان لے جاسکا کہ نہیں لے جاسکا۔

احیاء العلوم کے آخری بابوں میں ایک باب ہے، اس کو جب ڈاکٹر ناصر شاہ صاحب سے پڑھا رہے تھے تو اس کی چیخیں نکلیں، جب یہ مضمون آیا کہ اللہ والوں کو سب سے بڑا غم اس بات کا ہوتا ہے کہ خاتمہ بالایمان ہوگا کہ نہیں۔ جب یہ خیال طاری ہو جائے تو دل بیٹھا جاتا ہے، کھانا کھانے کو طبیعت نہیں ہوتی، نیند اُڑ جاتی ہے۔ اس فکر کا چھا جانا اور اس حال کا طاری ہو جانا یہی قلبی عبادت ہے۔ محض ظاہری اعمال میں لگنے والے لوگ ان کی پرواز کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب ایسی فکر طاری ہو جائے اور چھا جائے اور اس میں آدمی ایسا ڈوب جائے کہ سارے بدن کو متأثر کر دے تو ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے: ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کہ بدن رونگٹے کھڑے

File Adress:

ہوجاتے ہیں۔ جسے پشتو میں کہتے ہیں: بدن زگ زگ شی۔ ان کے دل اوران کے بدن یہ اللہ کے ذکر سے نرم پڑ جاتے ہیں۔ وہ حال اور کیفیت ان کے دل پر اور سارے بدن پر طاری ہوئی، قلب پر طاری ہوئی، قالب پر طاری ہوئی، کھال پر طاری ہوئی، بال پر طاری ہوئی۔ یہ کیفیت جو طاری ہوتی ہے سارے بدن میں روچل پڑتی ہے اور انسان کا بال، کھال، بدن، ہڈی، گودہ سب اس کو محسوس کرتے ہیں۔ جس کو یہ حال نصیب ہو اس کی پرواز کو ظاہری اعمال والے کب پہنچ سکتے ہیں۔

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر عبرت آموز واقعات کی ایک کتاب 'پسندیدہ واقعات' کے نام سے لکھی گئی ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۱۷۷ پر ایک تاجر نے واقعہ بیان کیا کہ مکہ مکرمہ میں ہم تھے۔ ایک عالم کی وفات ہوئی اس کو دفن کیا گیا۔ دوسری وفات ہوئی اور لوگ دفن کرنے گئے۔ اس زمانے میں ایک قبر میں کئی کئی مردے دفن کرتے تھے۔ دوسرے آدمی کو اس قبر میں دفن کرتے ہوئے دیکھا کہ وہ عالم وہاں نہیں ہے۔ اس کے بجائے وہاں ایک لڑکی پڑی ہوئی تھی بہت حسین، یورپی معلوم ہوتی تھی۔ سب لوگ وہاں آئے اور انھوں نے دیکھا۔ ایک فرانس کا آدمی بھی آیا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا تو کہا کہ یہ تو وہ عیسائی لڑکی ہے جو مسلمان ہوگئی تھی اور میں نے اس کو دینیات کے چند رسالے پڑھائے تھے۔ بیمار ہوکر اُس کا انتقال ہوگیا۔ میں دلبرداشتہ ہوکر یہاں مکہ مکرمہ چلا آیا۔ لوگوں نے کہا کہ اِس لڑکی کے یہاں منتقل ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی کہ مسلمان تھی اور نیک تھی۔ لیکن عالم کی لاش کہاں گئی۔ فرانس والے سے کہا کہ تم حج سے واپس جاکر اُس لڑکی کی قبر کو کھود کر دیکھنا۔ وہ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر چلا گیا۔ آدمی کا آخری راز اس کی گھر والی کے پاس ہوتا ہے۔ اس کی ظاہری زندگی میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس عالم کی بیوی سے لوگوں نے پوچھا تو اس نے ایسے حالات بتائے کہ اندازہ ہوا

File Adress:

کہ اس کا ایمان سلب تھا۔ عالم تھا، باشرع تھا، پگڑی دستار باندھ کر پھرتا ہوگا، لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوگا، لیکن جو حالات بیوی نے بیان کئے ان سے اندازہ ہوا کہ اس کا ایمان سلب تھا۔ فرانس والے نے وہاں جا کر لڑکی کی قبر کھود کر جو دیکھا تو اس لڑکی کی قبر میں وہ عالم پڑا ہوا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ! مجھے مدینہ منوّرہ کی موت نصیب ہو اور جنت البقیع کا دفن نصیب ہو۔ جس طرح ہمارے نعت خواں نے پڑھا کہ

ہے تیری درگاہ میں یارب تمنائے ریاض
دفن ہونے کے لئے خاکِ مدینہ چاہئے

یہ بہت بڑی سعادت ہوتی ہے۔ اس کے لئے اللہ والوں نے دعا کی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن خواب دیکھا کہ کچھ آدمی ہیں جو بقیع کے قبرستان سے مُردوں کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے۔ کہا: جو آدمی ایمان سے خالی ہو کر یہاں دفن ہو جاتے ہیں ان کو نکال کر ہم لے جاتے ہیں۔ فرمایا: بس فوراً مجھے آگاہی ہوئی اور دعا مانگنی شروع کی کہ یا اللہ! خاتمہ بالایمان فرما، ایمان پر موت نصیب فرما۔ بقیع کا دفن تب مفید ہے جب ایمان پر خاتمہ ہو۔ خاتمہ بالایمان ہی نہ ہو تو بقیع کا دفن بھی مفید نہیں ہے۔

عبداللہ بن ابی مشہور منافق نے اپنے بیٹے کو وصیّت کی کہ جب میری موت ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ میرے جنازے میں تشریف لائیں اور کفن کے لئے مجھے اپنا کرتا دیں۔ سارے مطالبے اس کے پورے کئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بار بار کہہ رہے ہیں کہ ان کے جنازے میں نہ جائیں۔ آیت

File Adress:

نازل ہوئی کہ اگر ستّر بار آپ استغفار مانگیں پھر بھی اللہ تعالیٰ بخشنے کا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں پابندی ستّر مرتبہ تک کی ہے یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی کہ ان کو اللہ تعالیٰ بخشنے کا ہی نہیں ہے، آپ ان کے جنازے میں کھڑے ہی نہ ہوں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ اپنے اوپر ڈال رہا ہے اور اپنے جنازے میں آنے کا کہہ رہا ہے لیکن ایمان کی بنیادی شرط ہی جب مفقود ہوگئی تو اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ پہن کر بھی اسے فائدہ نہ ہوا۔

عقیدہ کی حقیقت عقیدہ کا قلب میں جمنا ہے

ایمان کا ایک یہ معلوماتی پہلو ہے کہ آدمی نے سن لیا، زبان سے اس کا اقرار کرلیا اور دل سے اس کی تصدیق کرلی تو اس کا ایمان باطنی اور ظاہری دونوں رُخوں پر ہوگیا لیکن عقائد کا ایک پہلو ایسا ہے جس میں عقیدے کی ایک حقیقت ہے اس کا قلب میں آنا ہے، جمنا ہے، چھاجانا ہے اور راسخ ہونا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن ذرا خطرناک حالات آجائیں تو ہمارے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان جانے کا خیال فکر ہی نہیں رہتا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی مثال اس طوطے کی ہے جس کا واقعہ ہم نے اپنی پشتو کی کتاب میں پڑھا تھا۔

ایک philospher (فلسفی) ایک آم کے باغ پر گزر رہا تھا۔ ہندوستان میں آموں کے بڑے بڑے باغ ہیں۔ چونسہ دیوبند کے پاس ایک قصبہ ہے جس کا آم مشہور ہے۔ دیوبند کا علاقہ آموں کا بہت آمدنی والا علاقہ ہے۔ آم جب پکتے ہیں تو ان کو طوطے چونچیں مار مار کر خراب کردیتے ہیں۔ زمیندار اس طرح کرتے ہیں کہ باغ کی چاروں طرف بانس لگاتے ہیں جن میں سوراخ کرکے چاروں طرف رسی گھمائی ہوتی ہے۔ رسی کے اوپر نلکیاں ڈالی ہوتی ہیں۔ طوطا جب آتا ہے تو دیکھتا ہے کہ بڑی اونچی جگہ ہے بیٹھنے کی تو بیٹھ جاتا

File Adress:

ہے تا کہ پہلے جائزہ لے لے کہ کس طرف حملہ کرنا ہے۔ جیسے ہی بیٹھتا ہے اور نلکی کو پاؤں سے پکڑتا ہے تو الٹا گھوم جاتا ہے۔ جب اُلٹا ہو جاتا ہے تو نہ اُڑ سکتا ہے نہ بھاگ سکتا ہے۔ جب باغ کا مالک آتا ہے تو سارے طوطوں کو تھیلے میں ڈال کر لے جاتا ہے اور سب کو ذبح کر کے کھا لیتا ہے۔ یہ سب کی معلومات میں نہیں ہے کہ طوطا حلال ہے۔ فلاسفر جو دیکھ رہا تھا اس نے سوچا یہ تو بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ ہماری چھوٹی بچی نے جو قربانی کرتے دیکھا تو اس نے گھر پر کہا کہ دے بہ جنت تہ نہ زی، غوا گانے غریبی حلالی کڑی دی (کہ یہ جنت کو نہیں جائے گا، بیچاری گائیوں کو ذبح کر دیا ہے)۔ یہ یورپی فلسفہ ہے کہ پرندوں پر ظلم ہو رہا ہے اور آدمی مکھی مچھر کی طرح ہیں کہ جتنے ڈرون حملے کرو۔ فلاسفر نے کہا : میں یہ ظلم ختم کروں گا۔ طوطا بولنا سیکھ سکتا ہے۔ اس نے طوطوں کو پکڑا اور سکھایا کہ میں شکاری کے نلکر پر نہیں بیٹھوں گا۔ اگر میں بیٹھ گیا اور الٹا ہو گیا تو پر پھڑ پھڑا کر اُڑ جاؤں گا۔ یہ جملہ طوطوں کو یاد ہو گیا۔ وہ ان سے کہتا: بولو تو وہ بول کر سناتے: ''میں شکاری کے نلکر پر نہیں بیٹھوں گا، جب بیٹھوں گا بھی تو پر پھڑ پھڑا کر اُڑ جاؤں گا''۔ فلاسفر نے طوطوں کی اِس کھیپ کو اُڑایا اور بھیج دیا۔ اس نے سوچا کہ جب یہ سیکھ گئے تو سارے طوطوں کو سکھا دیں گے۔ جب سارے سیکھ گئے تو مسئلہ ہی حل ہو جائے گا۔ یہ طوطے جب اُڑ کر گئے اور باقی طوطوں کے ساتھ ان کی مجلس ہوئی اور سب مل کر حملے کے لئے باغ میں گئے۔ جب نلکروں پر بیٹھے، نلکر اُلٹے ہو گئے اور یہ بھی اُلٹے لٹک گئے۔ جب لٹک گئے تو کہتے ہیں: ''ہم شکاری کے نلکروں پر نہیں بیٹھیں گے اور جب بیٹھیں گے تو پر پھڑ پھڑا کر اُڑ جائیں گے''۔ وہ یہ بات کہہ تو رہے ہیں پر کر نہیں رہے اور ان کے کہتے ہی کہتے شکاری آیا، سب کو تھیلے میں ڈالا اور سب کو لے گیا چھری کے نیچے۔ یہ سب زبانی قول ہے اور بول ہے جس کا فہم باطن میں پیدا نہ ہوا، جس کی حقیقت باطن میں پیدا نہ ہوئی۔

File Adress:

کمال صحابیت: عقائد کی حقیقت کا حصول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اللہ تعالیٰ کا مؤثر بالذات ہونا، اللہ تعالیٰ کے غیر سے کچھ نہ ہونا، ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے حکم وارادے سے ہونا ایسا جم چکا تھا اور ان عقائد کی ایسی حقیقت ان کے قلوب میں حاصل ہوگئی تھی کہ دنیا کی مادی طاقتوں، لشکروں اور چیزوں کی ذرا بھر وقعت ان کے دل میں باقی نہیں رہی تھی۔ ان کے ہاں سب سے قیمتی متاع اللہ تعالیٰ کا حکم اور اللہ تعالیٰ کا منشا تھا، اس کے لیے ان کا مرنا مٹنا تھا اور یہی ان کا مقصد زندگی تھا۔ غزوۂ موتہ کا لشکر آپ نے روانہ فرمایا۔ اس میں دو ہزار صحابہ تھے۔ یہ دو ہزار صحابہ دو لاکھ سے لڑے ہیں۔ لشکر جب روانہ ہوا تو پتہ چلا کہ آگے سے دو لاکھ کا لشکر آ رہا ہے۔ اسباب کی فکر تو کرنی چاہئے، یہ منع نہیں ہے۔ صحابہ کرام کے ایک گروہ نے کہا کہ دو ہزار اور دو لاکھ کی تو کوئی نسبت ہی نہیں۔ اب ہم کیا کریں؟ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایک بات پوچھتا ہوں۔ آپ اس میدان میں شہادت کے لئے آئے ہیں یا کسی اور چیز کے لئے آئے ہیں۔ تو سب نے کہا کہ شہادت کے لئے آئے ہیں۔ فرمایا: تو پھر شہادت اور آپ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ ہے۔ انھوں نے کہا: یہ تو واضح بات ہے کوئی چیز رکاوٹ نہیں۔ فرمایا: جب کوئی رکاوٹ نہیں تو پھر اللہ کا نام لے کر آگے بڑھیں۔ اس لشکر کو روانہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لشکر کے پہلے امیر حضرت زیدؓ بن حارثہ ہوں گے، وہ شہید ہو گئے تو حضرت جعفر طیارؓ ہوں گے، جب وہ شہید ہو گئے تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہوں گے، وہ شہید ہو گئے تو پھر مسلمانوں نے جس کو بھی امیر بنا لیا۔ ایک یہودی یہ سب سن رہا تھا۔ اس نے کہا: پہلے پیغمبر بھی جب اس طرح بات کہا کرتے تھے تو اسی طرح ہوتی تھی۔ یہودی سازشی لوگ تھے، اس نے سوچا میں پراپیگنڈا کر کے انہیں ڈرا دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ وہ اپنے مختلف کاموں

File Adress:

کو سمیٹنے کے لئے آدھا دن رُک گئے اور یہ خیال بھی آیا کی جمعہ کی نماز حضور ﷺ کے پیچھے پڑھ لوں گا۔ وہ آدھا دن رُک کر روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ میں بیٹھے تھے۔ موتہ کا معرکہ شروع ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زید بن حارثہ شہید ہوئے اور جنت میں داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا: جعفر طیار شہید ہوئے اور جنت میں داخل ہو گئے اور پھر فرمایا: عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے، پھر آپ خاموش ہو گئے، تھوڑی دیر خاموشی کے بعد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہو گئے۔ یہ خاموشی کا وقفہ ۵۰۰ سال کا تھا کیونکہ آدھا دن بعد روانہ ہوئے تھے۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھنا بہت بڑی سعادت تھی لیکن آپ کا امر صبح سویرے نکلنے کا تھا اور اس وقت حکم زیادہ اہم تھا۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے اپنی تلواروں میں سے ایک تلوار کو ان پر کھینچا۔ مسلمانوں نے مل کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ وہ امیر بن کر ایسے لڑے کہ دشمن کو بہت نقصان پہنچایا اور اپنے لشکر کو سوائے چند شہداء کے، صحیح سلامت نکال کر واپس لے گئے۔

جو قوتِ یقین صحابہؓ کی ہے وہ پھر بعد میں کسی کی نہیں اور جان دینے کا جو جذبہ صحابہؓ کا ہے وہ پھر بعد میں کسی کا نہیں اور دوسرے کے مفاد کو اپنے مفاد پر ترجیح دینا جتنا صحابہؓ کو حاصل ہے بعد میں کم ہے اور چوتھی بات لَن تَنَالُوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ تم نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک اس چیز کو قربان نہ کرو جو تمہیں سب سے پیاری ہو۔ یہ آیت جب نازل ہوئی اور اس کا نزول مستحب کے حکم میں تھا، فرض واجب حکم نہیں تھا لیکن ہر آدمی نے اپنی اپنی جگہ جائزہ لیا اور اس بات کو دیکھا کہ میری سب سے زیادہ محبت کس چیز سے ہے؟ اور جس کو جس چیز سے محبت ہوئی اس کو قربان کر دیا اور آیت پر عمل کر کے دکھا دیا۔ ایک صحابیؓ پچاس ہزار درہم کا باغ دے کر نکلے۔ اس زمانے میں دو سو درہم کا اونٹ تھا جو کہ آج کل دو لاکھ روپے کا ہے۔ تو گویا آج کل کے حساب سے پانچ کروڑ کا ہوا۔ تو پانچ کروڑ کا

File Adress:

باغ اس بات پر قربان کر کے نکلے جو اس آیت میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی اللہ پاک کی محبت کے بعد یہ باغ میرے دل میں سب سے زیادہ افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میری ایک باندی تھی مرجانہ۔ مجھے اس سے بہت زیادہ محبت تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ آیت جس محبت کو قربان کرنے کا کہہ رہی ہے وہ یہ ہے، اس لئے میں نے اسے آزاد کر دیا۔ آزاد کرنے سے آیت پر عمل ہو گیا۔ اس کے بعد میں چاہتا تو اس سے نکاح بھی کر سکتا تھا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ یہ پھر اس سے نفع لینے والی بات ہے لہٰذا دوسری قربانی دی اور اسے بالکل اپنے آپ سے علیحدہ کیا۔ پھر اس کا کسی دوسرے آدمی سے نکاح ہوا۔ کہتے ہیں: اس کے جب بچے ہوئے اور جب وہ میرے پاس سے گزرتے تو مجھے ان سے اس کی خوشبو آتی۔ لیکن اس محبت کو اللہ پاک کے تعلق پر قربان کر دیا۔ یہ صحابیت ہے۔

دل کا اللہ پاک کی ذاتِ ذوالجلال کے ساتھ وابستہ ہو جانا، اعتماد کا راسخ اور پکا ہو جانا اور اس کی خاطر بڑے سے بڑے مفاد پر پاؤں رکھ دینا اور اس کے مقابلے میں کوئی کتنا بڑا خوف اور کتنا بڑا شوق کیوں نہ سامنے آ رہا ہو، وہ بے حیثیت ہونا، جب یہ ساری حیثیتیں قلب سے ٹوٹتی ہیں اور جب دل ذاتِ ذوالجلال کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور جب اللہ پاک کے تعلق کو، اس کے حکم کو، سب چیزوں پر ترجیح دیتا ہے تو اب یہ قلب سلیم ہوا، جس پر کامیابی کا مدار ہے۔ یہ قلب کا باطنی حال ہے کہ سوائے ذاتِ ذوالجلال کے کسی سے دب نہ رہا ہو۔ میں اور تُو ایک افسر سے، پروموشن سے، ڈیموشن سے ڈر جاتے ہیں اور حق ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔

خواہش نفس کی پرستش: توحید شکنی

لکی مروت کے مولانا احمد جان صاحب ہوتے تھے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آیا کرتے تھے، مزاح میں

File Adress:

بڑی معرفت کی باتیں کرتے تھے۔ جب بھی آتے مولانا صاحبؒ ان سے کچھ نہ کچھ باتیں اپنی مجلس میں کرواتے۔ ایک دفعہ فرمایا: ''یہ جو سرکاری ملازم ہوتے ہیں ان کا کلمہ بتاؤں کیا ہوتا ہے؟ ان کا کلمہ ہوتا ہے: لا الٰہ الا اللہ (نعوذ باللہ) پروموشن رسول اللہ''۔ یہ اپنی ترقی اور پروموشن کو سامنے رکھے ہوتے ہیں کہ افسر کی خوشنودی مجھے کہاں مفید ہو رہی ہے، کہاں نقصان دے رہی ہے۔ اس جگہ جب تُو نے ذاتِ ذوالجلال کی خوشنودی پر دوسرے کو ترجیح دے دی تو اسی کو تُو نے الٰہ مان لیا۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ۔ (جاثیہ:۲۳)

کیا تُو نے اس آدمی کا حال دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا۔

اللہ کا حکم توڑ دیا اور خواہش کے پیچھے چل پڑا۔ اگر یہ اعتقادی کفر نہ ہو تو عملی تو ہو گیا۔ عمل سے اس نے حکم کو توڑ دیا اور چھوڑ دیا اور خواہش کو لے لیا اور دل کی مرضی اور چاہت پر چل پڑا، نفس کے مزے پر چل پڑا۔

حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جب ان کو پھانسی کے لئے لے جا رہے تھے، چونکہ اہلِ علم کا ظاہری فتویٰ تھا، اس کے تحت ان کو پھانسی کیا جا رہا تھا، تو ان کے تین خاص مرید ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ جب ان کو مسجد کے پاس سے گزار رہے تھے تو مؤذن نے اذان دی۔ جب اذان دے دی تو انھوں نے کہا کہ اس کا خدا میرے پیروں کے نیچے ہے۔ ان کو دو چار تھپڑ اور لگے اور لوگوں نے کہا کہ صحیح تو کہتے ہیں علماء، کہ یہ کلمۂ کفر کہتا ہے۔ ان کے مریدوں نے اس جگہ کی نشاندہی کر لی۔ جب پھانسی ہو گئی تو ان لوگوں نے مؤذن کو ڈھونڈا اور کہا کہ تیرے دل میں کیا بات تھی جس وقت تُو اذان دے رہا تھا؟ اس نے کہا کہ میں جب اذان دے رہا تھا تو میرے دل میں یہ بات تھی کہ میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے اور اس کے لئے مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔

File Adress:

مریدوں نے کہا کہ آپ آئیں، ہم آپ کے پیسوں کا بندوبست کر دیتے ہیں۔ اس مؤذن کو اس جگہ لے گئے جس جگہ پر منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ اس کا خدا میرے پیروں کے نیچے ہے اور کہا کہ اس جگہ کو آپ کھودیں، آپ کو خزانہ ملے گا۔ واقعی اس جگہ کو جب کھودا تو خزانہ مل گیا۔ منصور حلاج ہوش وحواس میں نہیں تھے، ان پر مجذوبیت کا حال تھا۔ ان پر جو حقائق کھل رہے تھے وہ ان کو بول رہے تھے۔ ان پر یہ حقیقت کھلی کہ جس چیز کو یہ آدمی دل میں رکھے اذان دے رہا ہے یعنی مال، وہ تو یہاں دفن ہے۔ آپ کا اور میرا یہ حال ہے کہ ہماری نماز جس کے بارے میں کہا ہے:

؎ تیری نماز بے سرور، تیرا امام بے حضور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر (اقبالؔ مرحوم)

ہم اللہ کے غیر سے متأثر ہیں، اس سے دبے ہوئے ہیں، اس کے خوف میں ہیں۔ اس وقت ساری دنیائے اسلام میں امت کے جو دو فتنے ہیں: ان میں سے ایک قوتِ یقین کا انتہائی ضعف ہے، جس پر کفر کا فتویٰ تو نہیں لگ سکتا لیکن وہ کسی کام کی بھی نہیں۔ یہ ایمان، یہ عقیدہ، یہ یقین جس کو تو اور میں لے کر چل رہے ہیں اس کی مثال ڈِم بجلی کی ہے۔ بجلی تو ہے لیکن وہ جیسی گرمیوں میں ہوتی ہے کہ نہ پنکھے کو چلا سکتی ہے نہ فریج کو چلا سکتی ہے نہ بلب کو جلا سکتی ہے۔ یہ بجلی ہے ضرور لیکن اتنی کمزور ہے کہ کسی جگہ فائدہ نہیں دے رہی۔

اللہ کی وہ ذاتِ ذوالجلال جس پر عبدالمطلب نے، جو اس وقت حالتِ اسلام پر نہیں تھے بلکہ پرانے دین پر تھے، اتنا یقین کیا کہ ابرہہ کے آنے والے ہاتھیوں کے لشکر کو دیکھ کر کہا کہ لشکر جانے، بیت اللہ جانے اور اللہ تعالیٰ جانے۔ اس نے اپنے سارے قریش کو کہا کہ اس علاقے کو خالی کر کے پہاڑوں پر چلے جاؤ۔ انھوں پوچھا: بیت اللہ کا کیا ہوگا؟ کہا: بیت اللہ جانے اور اللہ جانے۔ ان کے کچھ اونٹ ابرہہ کے لوگوں نے چھین لئے۔ یہ

File Adress:

مذاکرات کے لئے گئے۔ابرہہ خوش ہوا کہ آدمی مذاکرات کے لئے آیا ہے،شاید دب جائے اورمنت سماجت کرے۔اس نے پوچھا: آپ کیسے آئے ہیں؟ کہا کہ تمہارے آدمی ہمارے اونٹ لے کر آئے ہیں۔اس نے پوچھا کہ تو بیت اللہ کے بارے میں کچھ بات کرنے نہیں آیا؟ انھوں نے کہا کہ نہیں میں اس بارے میں کوئی بات کرنے نہیں آیا۔ان کے اس یقین پر اللہ کی اتنی مدد آئی ہے کہ اللہ پاک نے اس لشکر کو پرندوں کے ذریعے کنکریاں گرا کر جانوروں کے پیروں میں رگڑے ہوئے اور کھائے ہوئے بھوسے اور چارے کی طرح کر دیا۔

پھر تُو اور میں جو کہ کلمہ کہتے ہیں، اگر اعتقاد اور یقین کامل ہو تو کیا ہمارے ساتھ مدد نہیں ہوگی؟ لیکن تجھے اور مجھے پیسہ نظر آتا ہے، اسلحہ نظر آتا ہے، تعداد نظر آتی ہے اور ان چیزوں کا رعب باطن میں ہے۔ذاتِ ذوالجلال کا رعب باطن میں نہیں ہے۔اس کی پہچان اور معرفت نہیں ہے، جس نے کہا ہے کہ

إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔(یٰسین: ۸۲)

جب کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

اس اعتقاد پر ہم نہیں ہیں، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں آذربائیجان اور آرمینیا کی سرحد تھی، اس پر ایک چوکی تھی اور کچھ افراد تھے جو آلِ سلیمان کہلاتے تھے۔سلیمان کوئی بزرگ تھے، ان کی اولاد تھے۔ صرف وہی چوکی سنبھالتے تھے اور کافر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔تھوڑے سے لوگ تھے۔کفار کے دل میں یہ بات تھی کہ مسلمان مرتے نہیں ہیں، مرتے ہیں تو پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔شہید کا تصوّر ان تک اس طرح پہنچا ہوا تھا کہ مر بھی جائیں تو زندہ ہو جاتے ہیں۔اس رُعب کے تحت وہ حملہ نہیں کرتے تھے۔ایک لمبا عرصہ انھوں نے حملہ نہیں کیا یہاں تک کہ دورِ فاروقی گزر گیا۔بعد کے ادوار آئے، اعمال کی وہ سطح نہ رہی، ایمان کی وہ سطح نہ رہی جو پہلے زمانے میں

File Adress:

تھی۔ لوگوں نے آلِ سلیمان کے ایک آدمی کو پکڑا اور ذبح کیا اور تین دن تک اسے دیکھتے رہے کہ زندہ ہوتا ہے کہ نہیں۔ پھر انھیں اندازہ ہوا کہ یہ تو زندہ نہیں ہوتے ہم ویسے ہی ڈرتے رہے۔ انھوں نے آ کر حملہ کیا اور حملہ کر کے جس وقت ان کو شہید کیا جا رہا تھا تو چونکہ ایک درجے میں تقویٰ پر تھے ہی۔ آواز آئی کہ اے آلِ سلیمان صبر کرو، تمہیں اللہ پاک جنت دے گا۔ وہ رعب داب پہلے ایمان کی برکات تھیں۔ وہ ایمان جب نہ رہا تو پھر اس جگہ کی حفاظت کے لئے پورا لشکر رکھنا پڑا۔ چند آدمیوں کو جو رعب دیا تھا وہ اس ایمان و یقین اور اللہ کی ذات سے وابستگی اور تعلق کی بنیاد پر تھا جو تمہارا نہ رہا لہٰذا اب معاملات جدا ہو گئے۔

اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ توحید بولنا تو ہر کوئی کرتا ہے پر توحید برتنا کوئی کوئی کرتا ہے۔ توحید کے بولنے والے تو بہت دلائل دیتے ہیں۔ توحید کو برت کر عملی طور پر اللہ پاک کے حضور اس بات کا مظاہرہ کرے کہ یا اللہ! میں کسی کے خوف میں، کسی کے شوق میں، کسی کے رعب میں، کسی کی ہیبت میں نہیں ہوں۔ میں یہ سب چیزیں آپ کی ذاتِ ذوالجلال سے سمجھتا ہوں۔ پھر اللہ کی مدد آتی ہے۔ مختلف موقعوں پر میں اس بارے میں مریدوں پر بڑی سختی کرتا ہوں۔ میرے بعض بے تکلف دوست کہتے ہیں کہ تُو خود ایسی توحید نہیں برت سکے گا جتنی اپنے مریدوں سے کرواتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں جس تصوف کو چلاتا ہوں وہ کیفیات، رونا دھونا اور ذکر اذکار کی کثرت کرانا اور نوافل کی کثرت کرنا، پگڑی بندھوا دینا، ڈاڑھی پر تیل لگوا دینا، یہ چیزیں نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ توحید کا برتنا زندہ ہو، تاکہ مرید مختلف موقعوں پر توحید کو برتیں اور اس کے نتیجے میں اللہ کی مدد آئے تو پھر آنکھوں کا اندھا بھی یہ دیکھ کر کہے گا کہ واقعی یہ توحید ہے اور یہ ایمان ہے اور یہ اسلام ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے تعلق والا بندہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ ثابت کر کے دے گا۔ مگر یہ تب ہو گا جب تو کمر باندھ کر برتنے کی ہمت کرے گا۔ جب تک تو اس توحید پر نہیں آتا تو تیرے نوافل اور اعمال کا

File Adress:

اجر وثواب تو ضرور ملے گا لیکن اللہ کی وہ مدد یں جو صحابہ کرام کے ساتھ تھیں وہ تیرے ساتھ ہوں تو ان کو حاصل کرنے کے لئے توحید برتنے کے لئے آگے بڑھنا ہوگا اور اس کی نیت کرنی ہوگی۔ جب تو لا الٰہ کہے تو ساری کائنات تیرے دھیان میں رہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس میں کوئی قوت نہیں ہے، یہ ساری قوت ذاتِ ذوالجلال کی ہے اور اس کے امر کی ہے۔

مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ تیجا نہ کرو، چالیسواں نہ کرو پھر کہتے ہیں کہ فلاں مشرک ہوگیا۔ میں کہتا ہوں کہ مشرک تو وہ ہوگیا جس نے امرِ الٰہی پر غیرُ اللہ کو ترجیح دی جو کہ خدا کی ذاتِ ذوالجلال کو چھوڑ کر غیر اللہ کے خوف میں آئے۔ غیر اللہ کے خوف میں آکر اللہ کی ذات کو چھوڑا اور اس کے حکم کو توڑا تو حقیقی شرک کا مظاہرہ تو اس نے کیا۔ اس نے اس بات کا ثبوت دے دیا کہ یہ چیزیں اور اسباب مؤثر ہیں۔ اس لئے ہر وقت اپنے باطن پر نگاہ رکھتے ہوئے اس بات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ اس لحاظ سے میں کس جگہ پر ہوں اور کتنا پانی میں ہوں۔ اگر یہ جائزہ لیتے رہے اور اپنے آپ کو درست کرتے رہے اور کوشش کرتے رہے برتنے کی، تو ان شاء اللہ یہ قوت اگر مل گئی تو باقی کوتاہیوں کی معافی میں کوئی وقت نہیں لگتا۔ اللہ پاک معاف کرے گا۔ شرک کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔ (لقمان:۱۳)

ترجمہ: بے شک شرک بہت ہی بڑا ظلم ہے۔

اور

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ۔

(النساء:۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں فرماتا اور اس کے

File Adress:

سوا (گناہ) جس کے لیے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

قلب سقیم کا سقم: صحبت سقیم کا نتیجہ

دل کا یہ ضعف اور کمزوری، دل کا یہ سقم جس پر تو اور میں چل رہے ہیں یہ کمزوری معاف ہونے کی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ باقی جتنی خطائیں ہیں معاف ہوں گی۔ پر اس کمزوری سے اپنے آپ کو نکالنا ایک دو دن میں نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق اس کے ساتھ ہے کہ ہمارا ہر گھنٹہ، ہر روز، مہینہ، سال کا اٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہوتا ہے، جسے صحبت کہتے ہیں۔ اس صحبت سے یہ اثر آتا ہے باطن میں، پھر اس کا تعلق مجاہدے کے ساتھ ہے۔ اعمال میں مجاہدہ کرنا جس سے دل روشن ہو، اللہ کا قرب نصیب ہو، وہ ہم کتنا کرتے ہیں۔ سب سے بڑا غم تو اس بات کا ہوا کہ اس دور کے مولوی اور مفتی نے منبر پر بیٹھ کر اس بات کو تسلیم کر لیا کہ میں گھر میں ٹیلیویژن رکھوں گا اور میرے لئے جواز کی صورت بنتی ہے۔ اس کا کیا ہوگا؟ اس کے ایمان کا کیا ہوگا؟ اس کے دین کا کیا ہوگا، جو اس بات کو کہہ رہا ہے؟ اس لئے میں ایک عرصۂ دراز سے سوائے اپنے خاص مریدوں کے کسی سے نماز نہیں پڑھواتا ہوں۔ جو مولوی ٹیلی ویژن کی News (خبریں) سنتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے! گانے ڈرامے نہیں صرف نیوز۔ کیا وہ خبریں ایک غیر محرم عورت نہیں سناتی جو کہ اپنی شکل وصورت کے بارے میں پوری کوشش محنت کر کے آئی ہوتی ہے؟ کیا اس کا اثر اس کے باطن پر نہیں آتا؟ اگر نہیں بھی آتا تب بھی حکم تو ٹوٹ رہا ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے باطن پر اثر نہیں آتا۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک آدمی اتنا کامل ہو جائے کہ باطن پر اثر ہی نہیں آ رہا، تب بھی اس نے پابندی کرنی ہے کیونکہ اللہ کا حکم ہے۔

تو اللہ کی ذات پر اعتماد، اللہ کی ذات سے وابستگی اور اس کے علاوہ کسی کا خوف، کسی کا شوق اور کسی کے آگے دبنے کے حالات نہ ہونا اور ہر وقت اس بات کا احساس زندہ ہو

File Adress:

جائے جسے awareness کہتے ہیں یعنی یہ احساس زندہ ہوجائے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، اس کو اس بات کا احساس ہوگیا کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ کہتے ہیں ولایت کا دروازہ اس دن سے کھلتا ہے جب آدمی کو نسبتِ یادداشت حاصل ہو جائے یعنی یہ بات حاصل ہوجائے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، ہر عمل میں، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، ہر کام کرتے اسے اس بات کا احساس ہونا شروع ہوجائے۔ پھر آگے ترقی ہے۔ دروازے سے آدمی عمارت میں داخل ہوگیا۔ پھر اچھی سے اچھی جگہ بیٹھنے کے لئے آگے بڑھنا پڑے گا۔ وہ ترقی ہے۔ تو دروازہ کھلنا یہ ہے کہ اس بات کا احساس ہوجائے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

ایک نوجوان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آکر بیٹھا کرتا تھا۔ جس رستے سے گزرتا تھا وہاں ایک عورت نے اس کو دیکھ لیا۔ اس کا اس لڑکے کو پکڑنے کا خیال ہوا۔ اس نے اپنی ملازمہ کو بھیج کر اسے اپنے گھر بلا لیا اور اپنی مراد کا اظہار کیا۔ وہ اسی وقت مجلس سے اُٹھ کر آیا ہوا تھا۔ اس نے کہا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (رحمٰن:۴۶)

ترجمہ: جو ڈرا اللہ سے اس کے لئے ہیں دو جنتیں۔

اور یہ کہتے ہی بے ہوش ہوکر گر گیا۔ اس عورت نے سوچا کہ یہ نوجوان تو گر گیا ہے، اگر یہیں مر گیا تو کیا ہوگا۔ اس نے جلدی سے اسے نکلوا کر باہر رستے میں ڈلوا دیا۔ رستے سے گزرنے والے لوگوں نے اس کو جگایا اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ

اور پھر بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ دوبارہ ہوش میں لایا گیا۔ پھر پوچھا لوگوں نے کہ کیا بات ہے؟ اس نے پھر کہا:

File Adress:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ

اور یہ کہتے ہی اس نے جان اللہ کے سپرد کر دی۔ اس حال میں جب اس نے اس آیت کو پڑھا تو ایسی تجلّی ہوئی کہ منزل ہی پوری ہوگئی۔ جس طرح سکول کے بچوں کی جلدی چھٹی ہوجائے تو چھلانگیں لگا کر جارہے ہوتے ہیں۔

؎ خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم و سوئے جاناں بروم

ترجمہ: کیسا خوشی کا دن ہوگا جب ویرانے کو چھوڑیں گے
جان کی راحت پائیں گے جاناں کی جانب دوڑیں گے

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے، سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں امیدیں، کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

نزع کی تکلیف کیا تکلیف ہے کہ دل میں جو سکون ہے، موت کے بعد جو حالات آنے والے ہیں، کس کس سے ملیں گے۔ پہلی زیارت قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو گی۔ مَا تَقُوْلُ بِحَقِّ هٰذا الرَّجُل۔ کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ تو ایک یہ نظارہ ہوگا۔ پھر آگے جنت کے نظارے ہیں۔ تو یہ شعر ہمارے بڑے حضرت صاحب شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے۔

یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہوتی، اس کے لئے تو آتے جاتے آتے جاتے رہو گے تو کچھ حاصل ہوگا، جیسے کہ خیبر میڈیکل کالج میں داخلہ لینے کے بعد بندہ آتا جاتا ہے پانچ سال تک پڑھائیاں کرتا ہے، ٹیسٹ دیتا ہے، امتحان دیتا ہے، پھر عملی ٹریننگ کرتا ہے یہاں تک کہ چھے سال بعد جا کر اس قابل ہوتا ہے کہ پھر انجکشن لگا سکتا ہے۔

تو یہ مسلسل محنت ہے، جو صحبت صالح اور نیک ماحول کی صورت میں خود کو اور اپنی

File Adress:

اولاد اور متعلقین کو ہم نے مہیا کرنی ہے، قلب سلیم جو توحید اور دیگر عقائد کی حقیقت کو لیے ہوئے ، باطن میں ایمان کامل کو حاصل کیے ہوئے اور ان کے نتیجے میں قالب سے نکلنے والے عمل کو سنوارے ہوئے ہو، اسی محنت کے نتیجہ میں بنتا ہے اور قلب سقیم کی بیماری کا علاج بھی یہی مسلسل تزکیہ کی محنت ہے ۔ اللہ پاک ہمیں اس محنت سے وابستہ رکھے اور اس کی قدردانی نصیب فرمائے ۔ آمین

File Adress:

معبود اور عبد

فرمایا کہ ہم تو آپ کو ایک موٹی سی بات کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بات توحید سے شروع کرتے ہیں اور اس کو زندہ کرنے کے بعد گاڑی آگے چلتی ہے، بنیاد بنتی ہے اور پھر اس کے اوپر عمارت بنتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے یقین کو درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یقین درست کرنے کیلئے پہلی دعوت لا الٰہ الا اللہ کی ہے کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ معبود کسے کہتے ہیں؟ جس کی انتہائی عظمت کی وجہ سے اس کے آگے انتہائی ذلت اختیار کی جائے، انتہائی عاجزی اختیار کی جائے۔ انتہائی عاجزی آدمی کب اختیار کرتا ہے؟ جب اس کی انتہائی محتاجی ہوتی ہے۔ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ مجھے سارے منافع یہیں سے ملنے ہیں اور سارے نقصانات سے بچنے کے یہیں پر حالات ہیں، میں محتاجی کی وجہ سے جو پھنسا ہوں تو یہیں سے میری ضرورت پوری ہونی ہے، مسئلہ حل ہونا ہے، یہیں سے میرے سارے کاموں کا بننا ہے، یہیں سے سارا بگاڑ آسکتا ہے، لہٰذا وہاں پر آدمی وابستگی اختیار کرتا ہے اور وابستگی کے لئے آدمی کوششیں کرتا ہے، خوشامدیں کرتا ہے۔

عبد کا مطلب ہے بندہ ہونا اور غلام ہونا۔ غلام کیا ہے؟ ایک آدمی نے جس کو خریدا ہوا ہو اور جس کی اپنی کوئی مرضی ہی نہ ہو، بھیڑ بکری کی طرح دوسرے آدمی کے ہاتھ بیچا جاسکتا ہو۔ معبود اور عبد کے اس تعلق کو سمجھنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی انتہائی عظمت کی وجہ سے اس کے آگے انتہائی عاجزی اور ذلت اختیار کرنا توحید کی تکمیل ہے۔ جب قلب سے شرک کا اخراج نہیں ہوا اور توحید اس میں نہیں ہے تو اس کے پاس چاہے اعمال کے انبار ہوں، اس کا دوزخ سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ نہیں ہے۔

ملفوظ: حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم

File Adress:

بدعملی کے بحرانوں کا سبب معرفت الٰہی کا نقص

File Adress:

انسان کی جملہ پریشانیوں، مصائب اور مشکلات کا سبب بدعملی ہے، بدعملی کے اس سنگین بحران کے دو بنیادی اسباب (معرفت الٰہی کا نقص اور نیکی و بھلائی کی عادت نہ ہونا) کی تفصیل اور ان اسباب کے تدارک کا لائحہ عمل اس وعظ کا موضوع ہے۔ کسی بھی چیز کی معرفت اور پہچان کے بغیر نہ اس کی قدر و قیمت پتہ چلتی ہے نہ اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، معرفت کی اہمیت پر مشاہداتی دلائل، خبر و نظر میں کون سا راستہ محفوظ اور مفید ہے، ان جیسے عنوانات پر ایک مؤثر وعظ۔

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

محترم بزرگواور دوستو! کسی چیز کا فائدہ آدمی تب حاصل کرتا ہے۔ جب آدمی اس کو پہچانتا ہے اور پہچانے نہیں تو اس کا فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ بغیر معرفت اور پہچان کے قدر و قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہوتا۔

معرفت مدارِ استفادہ: ایک معلم کی مثال

ایک بزرگ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ میں تمہیں ہزار ہزار روپے کے مسئلے سکھا رہا ہوں۔ شاگرد یہ سن کر بڑے خوش ہوئے، ایک طالب علم بازار گیا، جوتا اس کا ٹوٹا ہوا تھا، اس نے موچی سے کہا کہ میرے جوتے کی سلائی کردو۔ موچی نے کہا: کیا دو گے؟ اس نے کہا: آپ کو ایک مسئلہ بتادوں گا۔ اس نے کہا: مسئلہ آپ اپنے پاس رکھیں، ہمیں تو دو آنے دیں۔ اس طالب علم کو بڑا افسوس ہوا کہ یا اللہ! استاد صاحب تو کہہ رہے تھے کہ ہزار ہزار روپے کے مسئلے ہیں اور یہاں مسئلہ پر جوتا بھی نہیں سیا جاتا۔ بڑا دل برداشتہ ہوکر واپس آیا۔ اس نے استاد صاحب کے سامنے تذکرہ کیا تو انہوں نے اس کو ایک قیمتی ہیرا دیا کہ یہ لے کر بازار جاؤ اور لوگوں کو دکھاؤ، لیکن اسے بیچنا نہیں، صرف بھاؤ تاؤ کر کے معلوم کرو۔ وہ جو بازار گیا تو بیر بیچنے والی عورت کے پاس چلا گیا۔ اس عورت نے کہا: یہ تو ایک چمکدار پتھر ہے، ہمارے کس کام کا ہے، میں تو اس کے بدلے بیر نہیں دے سکتی۔ یہ جب واپس جانے لگا تو اس نے کہا: ہاں لے آؤ! میرا چھوٹا بچہ ہے چلو وہ اس کے ساتھ کھیلے گا، اس کے بدلے

File Adress:

آپ ایک مٹھی بھر بیر لے لیں۔ چونکہ استاد صاحب نے کہا تھا کہ یہ بیچنا نہیں، اس لیے وہاں سے وہ صرافہ بازار گیا جہاں سونا چاندی، ہیرے جواہرات بکتے ہیں، وہاں پر اُس نے ہیرا صراف کے سامنے کیا۔ اس نے پہلے اسے اوپر نیچے دیکھا اور پھر کہا: برخوردار! یہ کہاں سے چوری کیا ہے؟ اس کے حلیے وغیرہ کو دیکھ کر اس کو یہ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہیرا اس کے ہاتھ میں ہوسکتا ہے۔ کما تو یہ سکتا نہیں ہے، ظاہر ہے کہیں سے چرایا ہوگا۔ طالب علم نے کہا: چرایا نہیں ہے، یہ ہمیں استاد صاحب نے دیا تھا۔ اس پر صراف نے کہا ہاں! ان کا ہوسکتا ہے، لیکن یہ تو ایسا ہیرا ہے کہ اسے ہم بازار والے خرید نہیں سکتے۔ اس کو بیچنا بھی ہو تو اس کو بادشاہ خرید سکتا ہے۔ طالب یہ سن کر واپس آیا اور استاد کو حالات سنائے۔ استاد صاحب نے سمجھایا کہ کسی چیز کی قدر اس کو پہچاننے والا کرسکتا ہے۔ قدرِ زر زرگر شناسد قدرِ جوہر جوہری۔ سونے کی قدر زرگر پہچانتا ہے اور جواہرات کی قدر جوہری پہچانتا ہے، پہچان نہ ہو تو ہیرے کو پتھر کی حیثیت بھی کوئی دینے کو تیار نہیں ہوتا، علم کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی چہ جائیکہ اس سے استفادہ کیا جائے۔

معرفت مدار استفادہ: ایک یہودی عالم کی مثال

کسی بادشاہ نے یہود پر حملہ کیا، اس وقت یہود صحیح دین پر تھے۔ اس نے بالکل ان کا خاتمہ کر دیا، یہود سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگے۔ دوسرے آدمی ہیرے جواہر، سونا چاندی اور ہر وہ چیز جس پر زندگی گزر سکتی تھی، اٹھا کر بھاگے۔ یہود کا کوئی نیک عالم تھا اس نے کوئی چیز نہیں لی وہ تورات لے کر بھاگا۔ لوگوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اس نے کہا: میں ایسی چیز کو ساتھ لے رہا ہوں کہ اگر یہ باقی رہ گئی تو یہود باقی رہ جائیں گے اور اگر یہ باقی نہ رہی تو یہود باقی نہیں رہ سکتے۔ یعنی سب قیمتی چیزوں سے اور سب ضرورت کی چیزوں سے بڑھ کر یہ چیز ہے۔ ہماری بقا اس کی بقا پر منحصر ہے۔ تو خیر یہ پہچان کی اہمیت وضرورت ہے۔

File Adress:

ہم اور آپ زندگی میں دیکھیں تو پہچان ہی کام کرتی ہے، آپ لوگ کہتے ہیں نا پہچان ہی Count کرتی ہے (شمار ہوتی ہے)۔ سونے والا سونے کی پہچان پیدا کرتا ہے اس پر کمار ہا ہے، ہیرے والا ہیرے کی پہچان پیدا کرتا ہے اس پر وہ کمار ہا ہے۔

معرفت مدار استفادہ: ایک کاشتکار کی مثال

احمد خان صاحب سامنے بیٹھا ہے جی، گاؤں سے آیا ہے، اس کو پتہ ہے کہ جَو کی فصل آج کی تاریخ میں بوئی جائے تو فصل نہیں ہوگی اور ۱۵ ستمبر کے بعد جب اُسوج کا مہینہ شروع ہو جائے پھر بوئیں تو فصل ہوگی۔ تو اس کو پہچان ہے اس کی، کب بونا ہے کب کاٹنا ہے، پانی کب دینا ہے۔ جوار جب کاشت کی جاتی ہے اور اس کے تین پتے ہو جاتے ہیں تو پھر اسے پانی دیتے ہیں۔ یہ پانی اس کو بہت زیادہ فائدہ دیتا ہے، یہ اس کی پہچان ہے، اس پہچان پر زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔

معرفت مدار استفادہ: ڈاکٹر کی مثال

اسی طرح ڈاکٹر نے اپنے کانوں اور آنکھوں کو تربیت دی، سامنے سے مریض آتا ہے، یہ کہتا ہے یہ گردہ کا مریض ہے، پچاس فیصد گردہ اس کا ختم ہو گیا ہے۔ دیکھتے ہی کہتا ہے، کوئی دیکھے تو کہے کہ اس کی بزرگی ہے۔ نہیں علامات ہیں، اُن علامات کو یہ جانتا ہے کہ پچاس فیصد گردہ تباہ ہو چکا ہے، پچاس فیصد باقی ہے، تو یہ آنکھ کی تربیت اس کی ہوئی۔ کان کی تربیت ہوئی، آواز کو پہچانتا ہے کہ فلانی آواز جب مشین میں آئے، دوربین میں، ڈاکٹر صاحبان سٹیتھو سکوپ کہتے ہیں، دوربین دیہاتی لوگ کہتے ہیں۔ ''چہ ڈانکٹر صیب دوربین نہ دے لگاولے'' (کہ ڈاکٹر صاحب نے دوربین لگا کر دیکھا نہیں) شہر میں ایک ڈاکٹر ہوتا تھا تو دوربین گردن میں پڑی ہوتی تھی کان میں لگائی ہی نہیں ہوتی تھی اور ہر جگہ پر

File Adress:

اس کو لگاتا تھا، کوئی کہتا پاؤں پر لگاؤ تو پاؤں پر لگاتا تھا، سر میں درد ہے تو سر پر لگاتا تھا۔ تو کسی نے کہا: ''شاہ جی دا خو دے غو گونو کے نہ دے لگاولے'' (کہ شاہ جی کانوں میں نہیں لگائی تم نے) تو اس نے کہا: ''پریگدہ اوس تجربہ شوے دہ۔'' (کہ اب تجربہ ہو گیا ہے) کہ اب فیصلہ تجربہ پر ہو رہا ہے۔ تو خیر ڈاکٹر نے کانوں کی تربیت کی ہے، کانوں میں پہچان پیدا کی ہے۔ شوشو کی آواز کہ اس طرح شوشو ہوا تو پھیپھڑوں کی بیماری ہے، اس طرح ہوا تو دل کی بیماری ہے۔ انتڑیوں کی ایسی آواز ہوئی تو یہ بیماری ہے، ایسی آواز ہوئی تو یہ بیماری ہے۔ آپریشن کے بعد پیٹ پر دوربین رکھتے ہیں، ایک دن رکھتا ہے کہتا ہے کچھ بھی کھاؤ پیو نہیں، نلکی پڑی رہے، رگ سے خوراک جائے گی۔ دوسرے دن پھر کہتا ہے کچھ بھی نہیں کھانا ہے، تیسرے دن دوربین لگاتا ہے، کہتا ہے: آج سے قہوہ شروع کر دو جی۔ کُڑکُڑ کی آواز شروع ہو گئی، انتڑیوں کی حرکت بحال ہو گئی لہٰذا اب قہوہ وغیرہ یہ کھایا پیا کرے تو یہ پہچان ہے۔

بدعملی کے بحران کی وجہ: نقص معرفت

پہچان سے ہی بات شروع کر دی کیونکہ مسئلہ اٹکا ہوا ہے پہچان کی جگہ پر۔ آدمی اللہ کو مانتا ہے، مانتے تو امریکہ والے بھی ہیں، ڈالر کے اوپر کیا لکھا ہوا ہے؟ In God we trust ہم اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ کمیونزم کا نظام جو کہ اللہ کو نہیں مانتا ہے تو اس کے مقابلے میں ہمیں ایک سلوگن چاہیے، نعرہ چاہئے۔ تو کمیونزم کے اللہ کی ذات کے انکار کے نظام کے مقابلے میں ایک نعرہ چاہیے تھا اور نعرہ ایسا ہو کہ جو ہر وقت ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں ہو اور دنیا میں پھیلا ہوا ہو اور دہریوں کو ہر وقت Pinch کر رہا ہو (چبھ رہا ہو)، irrtate کر رہا ہو (اذیت دے رہا ہو) اور وہ نوٹ کی شکل میں انہوں نے کر لیا کہ In God we trust۔ تو اللہ کو مانتے ہیں، اللہ کی نہیں مانتے ہیں۔ اللہ کی

File Adress:

کیوں نہیں مانتے ہیں اس لئے کہ اللہ کو پہچانتے نہیں ہیں جیسا کہ اسے پہچاننے کا حق ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔

اور انہوں نے اللہ کی قدر دانی ہی نہیں جیسا کہ اس کا حق تھا۔

ہمارے ایک بزرگ مثال دے رہے تھے کہ جیسے بوڑھے دادا جان ہوں جو کسی کام کے نہیں رہے۔ اُن کو محلہ میں کوئی بے عزت کرنا چاہے تو ساری برداری، بیٹے، پوتے سب آستینیں چڑھا کر لڑنے کے لیے آجاتے ہیں۔ لیکن کوئی کام کرنے کا کہیں تو کوئی نہیں مانتا، کہتے ہیں: سٹھیائے ہوئے بوڑھے ہیں۔ ہمارے ڈاکٹر صاحبان کہا کرتے ہیں: Senile Dementia پرانے محاورے میں کہا جاتا تھا سٹھیایا ہوا کہ Dementia کا مریض ہے، اس کو پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ کیا ہے، کیا نہیں ہے، کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا ہے۔ ماننا اس کی کوئی نہیں ہے۔ قرآن مجید کفار کے بارے میں کہتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (عنکبوت:۶۱)

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ (بھلا) وہ کون ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے۔ (معارف القرآن)

ایک اور آیت میں ہے کہ

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ○ (لقمان:۳۲)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں (یعنی بادلوں) کی طرح (محیط ہو کر) گھیر

File Adress:

لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے سو بعضے ان میں اعتدال پر رہتے ہیں (یعنی کجیٔ شرک کو چھوڑ کر توحید کو جو کہ اعدل الطرق ہے اختیار کر لیتے ہیں) اور (بعضے پھر ہماری آیتوں کے منکر ہو جاتے ہیں اور) ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہیں (کہ کشتی میں جو عہد توحید کا کیا تھا اس کو توڑ دیا اور خشکی میں آنے کا مقتضی تھا شکر کرنا اس کو چھوڑ دیا)۔ (معارف القرآن)

بدعملی کے بحران کی دو وجہیں

انسان جو مان نہیں رہا اور عمل پر نہیں آ رہا، اس کی دو وجہیں میں آپ سے عرض کروں۔ ایک اللہ کی پہچان نہ ہونا اور ایک عادت نہ ہونا۔ پہچان اور عادت پر بات کریں گے یہ دونوں زبردست قوتیں ہیں پہچان اور عادت۔

ہم مختلف محکموں میں کام کرتے ہیں۔ کوئی آدمی آ جائے اور سخت کڑوی کسیلی باتیں مجھ سے کرنے لگے۔ تو میں کہوں گا: یہ کون آیا ہے؟ وہ کچھ دیر کے بعد کہے کہ آپ کے محکمے کا سیکریٹری ہوں تو فوراً میرے رویے میں تبدیلی آ جائے گی۔ کیوں کہ اب میں نے پہچان لیا اور پہچاننے کے بعد دفعتاً اس کے ساتھ کیا مفاد متعلق ہیں اور کیا مضرتیں متعلق ہیں۔ وہ کیا فائدے ہیں جو اس سے مل سکتے ہیں۔ وہ کیا ضرر ہیں جو وہ پہنچا سکتا ہے وہ کیا فائدے ہیں وہ جو روک سکتا ہے اور وہ کیا مضرتیں ہیں جن کو ہٹا سکتا ہے۔ یہ باتیں فوراً آدمی کے سامنے آ جاتی ہیں۔ تو اب یہ اس کی کڑوی کسیلی باتوں کا روکھا جواب دے رہا تھا، فوراً نرم ہو جائے گا، مسکراتے ہوئے باتیں کرنے لگ جائے گا۔ کیونکہ اس سے کیا مل سکتا اور کیا رک سکتا ہے، سارا اس کے سامنے آ گیا، تو پہچان اس کے سامنے آ گئی۔ اس لیے اس کا رویہ فوراً ہی بدل گیا اور اس نے ایک منٹ میں اسے اس کا مطیع اور تابع فرمان بنا دیا۔

File Adress:

دوکاندار کے پاس ایک گاہک آ کر کھڑا ہوتا ہے، کہتا ہے: فلانی چیز ہے جی؟ تو اس کو دیکھ کر کہتا ہے: نہیں ہے جی۔ اگر چہ ہوتی ہے۔ دوسرا گاہک آ کر کھڑا ہوتا ہے، آئیں! تشریف لائیں جی، ملازموں سے کہے گا: جلدی کرو حاجی صاحب کو چائے پانی پلاؤ۔ ان دوکانداروں کو کشف ہوتا ہے دکان پر بیٹھ کر۔ شہر والوں سے پوچھو نا کہ حاجی صاحب اُس پہلے آدمی کو آپ نے فوراً نکال دیا اور دوسرے کی آؤ بھگت کی۔ دوکاندار بتائے گا کہ پہلا گاہک خالصے والا ہے، خالصہ یہاں پشاور کا ایک علاقہ ہے کہ آدھا گھنٹہ میرا مغز کھائے گا، پچاس روپے کا سودا لے گا اور میرے چار گاہکوں کو خفا کرے گا۔ دوسرے آدمی کے جیب میں پانچ ہزار روپے ہیں اور اس نے دو باتیں کرنی ہے اور آسیہ گیٹ کا فلانا آدمی ہے اور اس نے پانچ ہزار روپے کا سودا خریدنا ہے۔ جس میں ۷۵۰ روپے ہمارا فائدہ ہے۔ تو ہم خالصے والے پر کیوں اپنا وقت ضائع کریں۔

قیصر صاحب کہا کرتا ہے کہ ہم بعض آدمیوں کو لاتے ہیں، آپ ان کو کوئی توجہ ہی نہیں دیتے اور بعضوں کی بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ دکاندار اپنی بکری دیکھتا ہے۔ جہاں بکری ہونے کے حالات نہ ہوں ہم اپنا وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آدمی طلب والا ہے اور اس آدمی کا تعلق مع اللہ پیدا ہو سکتا ہے۔ تو ہم وہاں Investment (سرمایہ کاری) کرتے ہیں۔ اپنا وقت Invest کرتے ہیں، ہمارا اس میں کمیشن لگتا ہے اور جہاں اس کی توقع نہ ہو تو ہم اپنا وقت کیوں ضائع کریں۔ تو خیر! یہ دکانداروں کی پہچان، معرفت کے بارے میں تذکرہ ہوا کہ وہ اپنے گاہک کو پہچانتے ہیں اور اس پر وہ کماتے ہیں اور اسی پر کاروبار چمکتا ہے۔ جو آدمی یہ Assessment ٹھیک نہیں کر سکتا اس کا کاروبار نہیں چمکتا، وہ سارا دن لڑائیاں کرتا رہتا ہے، مغز کھپائی کرتا رہتا ہے۔

File Adress:

منفی تجارتی گر: مچھلی فروش کا واقعہ

میں شہر گیا، گھنٹہ گھر کے پاس مچھلیوں کی دکانیں ہیں، ایک طرف بڑی عمر کا دکاندار بیٹھا ہوا ہے، دوسری طرف چھوٹا لڑکا بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے مچھلی دیکھی جو پرانی مچھلی ہے اس سے بو اٹھ رہی ہے اور دوسری اچھی ہے اور تازہ ہے۔ میں نے تازہ کی قیمت پوچھی، اس لڑکے نے قیمت بتائی۔ تو دوسرا دکاندار جو اس کا کوئی خیر خواہ واقف تھا، یا اس کے والد صاحب کا دوست تھا، وہ اس کو بدبودار مچھلی کے بارے میں وہاں سے Hints دے رہا ہے کہ بغیر کانٹے کے ہے۔ مطلب ہے کہ گاہک کو اس طرح پھانسو کہ جب یہ بات تم بیان کرو گے تو اس کو خریدے گا۔ اس نے فضائل بیان کئے۔

منفی تجارتی گر: قیلہ کا واقعہ

چلیں ایک واقعہ یاد آ گیا سناؤں آپ کو بڑا عبرت والا ہے۔ ایلہ فلسطین میں ایک علاقہ ہے، ایلہ سے ایک تاجر آیا کرتا تھا اور وہ مدینہ منورہ میں اپنا ایلہ کا سامان بیچ دیتا تھا اور مدینہ منورہ کی چیزیں خرید کر لے جاتا تھا اس طرح وہ سامان کا تبادلہ Exchange کرتا تھا، یہی اس کا کاروبار تھا۔ مدینہ منورہ جب آتا تھا تو قیلہ ایک عورت تھی اس کے ساتھ اس کی تجارتی آمدورفت اور معاہدہ تھا۔ تو یہ بڑی باتونی عورت تھی اتنی باتیں کرتیں تھی کہ اگلے آدمی کے ہوش وحواس اپنی مہارت سے اڑا دیتی تھی، جس چیز کو جس قیمت پر بیچنا چاہتی تھی بیچ دیتی تھی۔ توبہ! کاروباریوں کو اپنے شعبے کا جادو آتا ہے اور اپنے بیٹوں کو جب قیلہ تجارتی گُر سکھاتی تھی تو کہتی: دیکھو بیٹو! گاہک کو پتہ نہیں ہوتا کہ کون سی چیز کتنے کی ہے کتنے کی نہیں۔ اتنی باتیں اس کے سامنے کرو کہ یہ متاثر ہو جائے، گاہک باتوں کو خریدتا ہے اس کو چیز کی اچھائی برائی کا نہیں پتہ ہوتا۔ میں کبھی سودا لینے کے لئے جاؤں تو عالمگیر صاحب کو ساتھ لے کر جاتا ہوں

File Adress:

کیوں کہ اتنی دنیا کی فکر اس نے کی ہے نا، ماشاء اللہ! ہر چیز کا ریٹ اس کو پتہ ہوتا ہے اور (Quality) یعنی معیار کا پتہ ہوتا ہے، اس میں اُس نے معرفت اور پہچان پیدا کی ہوئی ہے اور ہم اگر بازار میں جائیں چھوٹے چھوٹے بچے ہمیں دھوکا دے دیتے ہیں، تھوڑی دیر میں پھانس لیتے ہیں۔

ایلہ کے تاجر نے ایک دفعہ نیت کی کہ اس بار میں بھی جاؤں گا اتنی باتیں میں قیلہ کے ساتھ کروں گا کہ وہ باتوں میں مجھے نہیں گھیر سکے گی اور میں اچھی قیمت پر اپنی چیزیں بیچوں گا اور اس کی میں مناسب اور سستی قیمت پر خریدوں گا، ہر دفعہ یہ ہمیں پھانس لیتی ہے۔ تاجر جب مدینہ منورہ آیا تو اس نے دیکھا کہ شہر کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے بازار صاف ستھرے ہیں، جگہ جگہ گھوڑے اور ٹٹو، اونٹ نہیں کھڑے ہیں کہ جگہ جگہ پیشاب کر رہے ہوں لید کر رہے ہوں بلکہ ان کے کھڑا کرنے کے لیے موقف یعنی پارکینگ سنٹر ہیں، ہے، ایسے نگران کھڑے ہیں کہ کسی کو چھوڑتے ہی نہیں ہیں، کسی کو گڑبڑ کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے۔ بازار میں پھرا تو صاف ستھرے کپڑے لوگوں کے ہیں، حالانکہ جب دکاندار دکان میں مگن ہوتا ہے اس کو کچھ ہوش نہیں ہوتا کہ میرے کپڑے گندے ہیں، مجھ سے بدبو آ رہی ہے، اس کو لطف آ رہا ہوتا ہے کہ پیسے آ رہے ہیں۔ اس نے دیکھا بازار میں شور نہیں ہے۔ پھر قیلہ کے پاس پہنچا تو قیلہ نے کہا: یہ یہ سامان ہے، یہ یہ اس کے فوائد ہیں، یہ یہ اس کے نقائص ہیں اور یہ اس کی قیمت ہے اور آپ لیں تو آپ کی مرضی۔ اب وہ اور باتیں ہی نہیں کرتی۔ تاجر نے اُس سے کہا کہ یہ تمہیں کیا ہوا تو باتیں کیوں نہیں کرتی؟ اس نے کہا: دراصل ہمارے اندر ایک پیغمبر ﷺ آ گئے ہیں اور انہوں نے تجارت کا ایک طریقہ سکھا دیا ہے، اب تجارت اس کے مطابق کیا کرتے ہیں، آپ کو چیز کی اچھائیاں برائیاں بتا دی ہیں، قیمت بتا دی ہے آپ کو اچھی لگے تو خرید لیں نہیں تو آپ کی مرضی، اس آدمی کو حیرت ہوئی۔

File Adress:

عقیدہ محض نظریہ نہیں عمل کی بنیاد ہے

خیر عرض یہ کر رہا تھا کہ ہم الفاظ اور جھوٹ بیچتے ہیں کیوں؟ کہ پیسے کی پہچان تو ہے اللہ کی پہچان نہیں ہے، سچ کی پہچان نہیں ہے۔ پیسہ جیب میں آتا ہے اس سے ضرورتیں پوری ہوتیں ہیں، زندگی بنتی ہیں۔ یہ یقین تیرے میرے قلب میں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے کے باجود پڑا ہوا ہے، یہی فساد ہے قلب کا۔ اس لئے نظری توحید تیرے میرے پاس ہے عملی توحید نہیں ہے۔ عملی توحید انسان کی مختلف موقعوں پر استعمال کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ عقیدہ محض خوش کن نظریہ نہیں ہوتا یہ عمل کی بنیاد اور عمل کی تحریک بنتا ہے۔ اگر عقیدہ عمل پر آمادہ نہ کرے تو سمجھ لیں کہ عقیدہ کی معرفت اور پہچان ناقص ہے۔

جھوٹ سے زندگی بننے کا یقین قلب میں پڑا ہے اور سچ سے زندگی بنتی ہے ایک نظری (Theoretical) بات ہے۔ لوگ کہتے ہیں: مولوی صاحب! آپ جو کہتے ہیں ہم اس کو مان لیتے ہیں لیکن ہم کیا کریں؟ ہم ماحول میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تو یہ ہم مسلمانوں کا حال ہے کہ جو عملی توحید سے خالی ہے، نظری توحید ہمارے پاس ہے۔ آپ لوگ Subjective,Objective کہا کرتے ہیں۔ Subjective ان کے پاس ہے Objective نہیں ہے۔ تو یہ نظری توحید ہے، عملی توحید نہیں ہے۔ وجہ کیا ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ذوالجلال کو پہچانا نہیں ہے۔ یہ آیت جو میں نے پڑھی: **وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ** کہ جیسے اللہ کی قدر پہچاننی چاہئے ایسی قدر تو نے نہیں پہچانی۔ اس لئے ۹۹ صفاتی ناموں کے ذریعے اور کئی قرآن پاک کی آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پہچان کو بیان کیا گیا ہے اور مہم مسئلہ ہی یہ سمجھنے کا ہے اس کی سمجھ آجائے پھر عمل انسان کے لئے بہت ہی آسان ہوجاتا ہے۔ قرآن کا سارا زور لگا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان میں۔ معرفت کے مضمونوں کو پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ مختلف پیرایوں، مختلف طریقوں

File Adress:

سے، مختلف اسالیب اور Pattern کو اختیار کر کے اور مختلف راستوں کو لے کر قرآن نے پہچان، معرفت اور توحید کے مضمون کو بیان کیا ہے۔

اللہ کی آفاقی وانفسی نشانیاں

یہ بات درس میں کچھ دنوں کے بعد میں دہرایا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لیے قرآن مجید میں عموماً دو قسم کی آیات بیان کی گئی ہیں: آیاتِ آفاقی اور آیاتِ انفسی۔ کائنات میں اللہ کی پھیلی ہوئی قدرتیں ہیں، قرآن مجید ان پر بحث کرتا ہے اور انسان کو غور کرنے دعوت دیتا ہے اور آیاتِ انفسی انسان کی اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جو نشانیاں ہیں قرآن ان پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (فصلت:۵۳)

ترجمہ: ہم ان کو دکھائیں گے نشانیاں اپنی کائنات میں بکھری ہوئیں اور ان کی اپنی ذاتوں میں پھیلی ہوئیں یہاں تک کہ ان پر حق واضح ہو جائے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اللہ تعالیٰ کی ایسی قدرتیں اور شان آیاتِ انفسی میں بیان ہوئی ہے کہ سبحان اللہ۔ اس لئے امام غزالیؒ کہتے ہیں: جسے علمِ تشریح نہیں آتا وہ اللہ کو پہچان نہیں سکتا۔ علمِ تشریح Anatomy کو کہتے ہیں۔ بندہ کا مضمون ہے، میں پڑھاتے ہوئے طلباء سے کہا کرتا ہوں کہ یہ عام ماڈل اللہ کا بنایا ہوا ہے، یہ ڈیلکس ماڈل بنایا ہوا ہے، ڈیلکس ماڈل میں اعضاء میں اجزا اور رگوں کی تعداد و مقدار زیادہ ہوتی ہے اور ان کی کارکردگی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ دل اور گردہ انسان پر طاری ہونے والے غموں اور پریشانیوں

File Adress:

(Stresses and strains) کو برداشت کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے گردے میں خلیے (cells) بنائے ہوئے ہیں، گردے کے عروق (Hormones) آ کر دل پر اثر ڈالتے ہیں۔دل کے عروق گردے پر اثر ڈالتے ہیں۔سبحان اللہ! اور بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی کتنی ہی عجیب وغریب شان ہے:

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

تو جس کے بھی یہ خلیے یا سیل زیادہ ہوں وہ ڈیلکس ماڈل ہوتا ہے۔

قابل عمل نظر نہیں خبر کا رستہ ہے

پھر انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو بیان کیا ہے کیونکہ یقین کا راستہ غیب کا راستہ ہے، نظر کا راستہ نہیں، خبر کا راستہ ہے۔غیب کا جو راستہ ہے یہ نظر کے راستہ سے مختلف ہے۔ نظر تو ایک بات کہتی ہے خبر دوسری بات کہتی ہے۔ عامی آدمی نظر کی بات کو خبر کی بات پر قربان نہیں کرتا اور سمجھدار آدمی دانشور کی خبر پر نظر کو قربان کرتا ہے اور بے پناہ فائدے حاصل کرتا ہے اور عامی آدمی جو ہے وہ نظر کو خبر پر قربان نہیں کرتا ہے۔

میرا ایک وزیرستان کا پروفیسر دوست ہے، آیا کرتا ہے۔سردیوں میں ایک دفعہ آیا تو اس نے کہا کہ میں تو شوگر کا مریض ہوں ڈاکٹر صاحب اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اور میں شوگر کھاؤں تو ٹھیک رہتا ہوں اور چھوڑ دوں تو کمزوری محسوس کرتا ہوں۔میرے پاس عموماً ساتھی آیا کرتے ہیں کچھ فقیری علاج وغیرہ پوچھنے کیلئے، کچھ جڑی بوٹیوں کا پوچھنے کے لئے، کچھ غذا وغیرہ پوچھنے کیلئے۔تو جن کا اعتقاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو فائدہ دیتا ہے، جن کا نہیں ہے وہ کہتے ہیں: ایسے ہی فالتو پڑا ہوا ہے۔اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا ہوں بادام کے استعمال کے بارے میں پوچھنے کیلئے، کہ اس کے استعمال سے مجھے شوگر میں فائدہ ہوگا؟ میں نے کہا کہ اب آپ کی شوگر اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ باداموں سے بات نکل گئی ہے

File Adress:

اور اب آپ شوگر کھا کر توانائی محسوس کرنے اور نہ کھا کر ضعف محسوس کرنے کی اپنی نظر کو چھوڑیں، اب آپ ہماری خبر پر اعتبار کریں۔ آپ ایسی جگہ کو پہنچ گئے ہیں کہ اس کے بعد آپ کو تو محسوس نہیں ہوگا۔ آپ زیادہ شوگر کھا کر توانائی محسوس کریں گے اور کم سے آپ کو ضعف ہوگا لیکن یہ چیز آپ کے گردوں کو، رگوں کو، اعصاب کو اور آپ کے دل کو گھن کی طرح کھاتی رہے گی اور گھن جس درخت کو کھا لیتا ہے دھڑام سے گر جاتا ہے۔ گرنے سے پہلے بظاہر صحیح نظر آتا ہے۔ تو جس وقت آپ ڈھیر ہو کر گریں (Collapse) گے، ایک دم ڈھیر ہو کر گریں گے یعنی Collapse ہو جائیں گے۔ لہٰذا پروفیسر صاحب اب آپ اپنی نظر کو چھوڑ دیں، اپنے تجربہ کو چھوڑ دیں اور مزے کو چھوڑ دیں، اب ہماری خبر کے لئے بے مزہ ہو جائیں۔ سمجھدار کی خبر کے لئے اپنی ذات کی نظر کو چھوڑ دیں، تو ایسے فوائد والے نتائج حاصل ہوں گے کہ عش عش کرو گے۔

ازخود علاج (Self Medication) جو مریض کرتے ہیں وہ ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں اور جو مان کر چلتا ہے وہ شفا پاتا ہے، فائدہ ہوتا ہے۔ بعض مریض کہا کرتے ہیں کہ تمہاری دوائی تنگ کر رہی تھی، پریشان کر رہی تھی، اس لئے میں نے چھوڑ دی ہے۔ تو میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کو چاہیے تھا کہ اس وقت آپ آ کر پوچھتے، ہم اس کو تبدیل کر دیتے کیونکہ بعض اوقات دوائی موافق نہیں آتی۔ لیکن آپ نے ہماری رائے کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا اور اپنی بات کو لے لیا، اس لئے نقصان اُٹھایا۔ تو نظر والے راستے کو چھوڑ کر خبر والے راستے کو لینا ہوتا ہے۔ تو بات تھی قرآن کے مضامین معرفتِ الٰہیہ کی، معرفت کے مضمون کو قرآن نے بہت شد و مد کے ساتھ بیان کیا ہے اور اہم مضمون ہی یہ ہے۔

معرفت الٰہی ترجیحات بدل دیتی ہے

جب معرفت خداوندی حاصل ہو جائے تو پھر عمل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ فرض کریں

File Adress:

میں ڈاکٹر فرید صاحب (سلسلے میں بیعت ساتھی) سے کہوں کہ آپ نے چوبیس گھنٹے اس آدمی کے ساتھ ڈیوٹی کرنی ہے اور اسی کے ساتھ رہنا ہے۔ تو یہ کہے گا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ کو پتہ ہے میرا گھر بار ہے، بال بچے ہیں، میں اس کے ساتھ چوبیس گھنٹے کیسے رہ سکتا ہوں؟ پھر میں اس کو کہوں کہ یہ سعودی عرب کا وہ وزیر ہے جو آپ کے ہلال احمر (ریڈ کریسنٹ) کو چلا رہا ہے، تو وہی سے آواز دے گا کہ بلال کو کہو کہ دودھ فلاں جگہ سے لینا ہے، آٹا وہاں سے لائے گا، فلانے فلانے کو فلاں فلاں کام کہو، ہر ایک کو آوازیں دے دے کر کام حوالے کر دے گا۔ سارے کام اس جگہ الاٹ کر دے گا کہ حاجی صاحب بھی آئے ہوئے ہیں، گھر کی حفاظت یہ کر لیں گے اور بس فوراً چلتا بنے گا کیونکہ اب اس کو اندازہ ہوا ہے کہ اس وزیر کی ذات اور اس کے ساتھ چوبیس گھنٹے کام کے متعلق میرے کیا فوائد، کیا مضرتیں ہیں لہٰذا ترجیحات فوراً بدل گئیں، اللہ خالق، مالک، قادر، نافع، ضار، یعنی نفع پہچانے والا، ضرر پہچانے والا، ضرر سے بچانے والا ہے، روزی دینے والا، شفا دینے والا ہے۔

أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ۔ (الواقعہ:۶۴)

ترجمہ: کیا تم فصلیں اُگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔

أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ۔ (الواقعہ:۶۹)

ترجمہ: تم بارشیں برساتے ہو کہ ہم برساتے ہیں۔

ہمارے سارے مفاد اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے متعلق ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کے وقت ہماری ہر دنیاوی ترجیح بدل جانی چاہیے، اور ہمارا عقیدہ ہونا چاہیے کہ میرا نفع ونقصان اب اس حکم کے ماننے یا چھوڑنے سے متعلق ہے۔

مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

نفع ونقصان کا واحد مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ایک ہی تشخیص ہوتی ہے سب کو

File Adress:

ایک دوائی دیتے ہیں۔ کچھ ٹھیک ہو گئے، کچھ کو کچھ فائدہ نہ ہوا، کچھ خراب ہو گئے، ایک مر گیا۔ اب بتائیں؟ شفا ایک امر ہے وہ اللہ کے دربار سے آتی ہے آنے کے بعد جاری ہوتی ہے اور جاری ہونے کے بعد اثر دِکھاتی ہے۔ اور دوا اس کا ذریعہ؟ انسانوں کی تسلی کیلئے اللہ نے دوا بنائی ہے، ذریعہ بنایا ہے لہٰذا اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور شفا آتی اللہ کے امر سے ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں پنکھا ہوا چھوڑ رہا ہے، بٹن دبائیں تو گھنٹی بجتی ہے، فریج ہے برف نکال رہا ہے، ہیٹر ہے آگ نکال رہا ہے۔ اے سی ہے ٹھنڈی ہوا نکال رہا ہے اور سمجھدار یہ سمجھتا ہے کہ یہ کارفرمائی اصل میں پیچھے بجلی کی قوت کی ہے۔ جو ایک طریقے سے استعمال ہوئی تو برف بن گئی، دوسرے طریقے سے استعمال ہوئی تو آگ بن گئی، تیسرے اصول کے مطابق استعمال ہوئی تو آواز بن گئی، چوتھے اصول کے مطابق استعمال ہوئی تو ہوا بن گئی۔ اسی طرح امرِ الٰہی اوپر سے آتا ہے۔ بعض اوقات دوا ہوتی ہے، امر نہیں آیا ہوا ہوتا فائدہ نہیں ہوتا۔ امر آتا ہے دوا نہیں بھی ہوتی فائدہ ہو جاتا ہے۔ مجھ سے ملنے کیلئے ایک ڈاکٹر صاحب آئے، اس نے کہا: میں ایک مریض کو میڈیسن کے پروفیسر کے پاس لے کر گیا، اس نے کہا: بلڈ کینسر ہے۔ اللہ کی شان کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تین مہینے میں مکمل شفا دے دی۔ کہتا ہے کہ میں پروفیسر صاحب کے پاس ملنے گیا ہوا تھا تو میں نے کہا: سر! وہ آپ کو بلڈ کینسر کا مریض یاد ہے، اس نے کہا کہ ہاں آپ یہی بتا رہے ہوں گے کہ مر گیا ہے۔ میں نے کہا: نہیں بلکہ میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مکمل شفا پا گیا ہے۔ اس نے کہا: اچھا وہ کیسے؟ وہ تو آپ کی کتاب کہہ رہی ہے کہ بلڈ کینسر ٹھیک نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا نظام تو نہیں کہہ رہا اللہ تعالیٰ تو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر ہے، جب کرنا چاہے، جو کرنا چاہے کر دے۔

سود کی لعنت کا وبال

میرے ساتھ ایک ٹیکنیشن ہے، اس نے پوچھا: آپ نے مکان پر کتنے پیسے لگائے

File Adress:

ہیں؟ بتایا کہ بارہ لاکھ روپے۔اس نے پوچھا: آپ کو کتنا کرایہ مل رہا ہے؟ میں نے کہا: تین ہزار روپے۔اس نے کہا کہ بارہ ضرب تین چھتیس ہزار روپے ہوئے، اگر اس پر Fixed Deposite ہوتو اس پر ایک لاکھ چالیس ہزار روپے ملتا ہے اور ہنسا بھی کہ صرف چھتیس ہزار روپے لے رہے ہو۔اتفاقاً میں جس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کرسی پر مجھ سے پہلے جو دو چیئرمین بیٹھے تھے، دونوں Fixed Deposite والے تھے۔ایک کا ڈاکٹر بنا ہوا بیٹا ایک سال بسترِ مرگ پر لیٹ کر مر گیا۔کافی خرچہ ہوا اور خاوند بیوی اس کے پاس بیٹھ کر چیخیں مار مار کر روتے رہے۔دوسرے کا جان لیوا حادثہ ہوا۔تو میں نے کہا کہ Fixed Deposite تو ہوتا لیکن ان کارناموں کے ساتھ۔

اس فکسڈ ڈیپازٹ کی بات بتانے والے آدمی سے میں نے کہا: ایک دو ہفتے آپ آئیں تو سہی ہم آپ کو دو اور دو چار کی طرح یورپ والوں کے غلط فلسفہ کو واضح کر کے دیں گے۔یہ کہتے ہیں: Invest کرو، اس پر سود لگے، اس طرح پیسہ بڑھے گا۔خاک بڑھے گا۔مثلاً سن ۵۵ میں گندم دس روپے من تھی۔سن ۵۵ء میں دس روپے ایک سکول کے ٹیچر کے GP فنڈ میں رکھے گئے۔۳۵ سال اس نے نوکری کی وہاں پڑے رہے اور ۳۵ سال میں دس روپے زیادہ سے زیادہ کتنے ہوئے ہوں گے، تین سو ہو گئے ہوں گے۔منڈی میں قیمت معلوم کریں تو ۳۷۰ روپے من ہے (۱۹۹۷ء کی قیمت)۔اب آپ بتائیں کہ وہ دس روپے حقیقت کے لحاظ سے بڑھے ہیں یا کم ہوئے ہیں؟ اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور اللہ صدقات بڑھاتا ہے، لیکن بات یقین کی ہے۔

معرفت کی حقیقت: اطاعت

اس لئے میرے بھائی آنکھیں بند کر اور مان اس چیز کو جس کو قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے۔وہ جس کو فائدہ کہتا ہے اسی میں تیرا فائدہ ہے وہ جس کو

File Adress:

نقصان کہتا ہے اسی میں تیرا نقصان ہے اور اسی چیز کو معرفت کہتے ہیں۔ اس لئے عارفین ہزاروں روپے کا نقصان برداشت کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں لیکن اللہ کے حکم کو توڑنے کیلئے تیار نہی ہوتے۔

ہمارے بزرگ بیان کرتے ہیں کہ محمود غزنویؒ کا ایک غلام تھا، ایاز اس کا نام تھا، باقی وزیر ایاز کی برائیاں بیان کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ محمود غزنویؒ کو ایاز بہت پسند تھا۔ محمود غزنویؒ بہت بڑے اللہ کے ولی گزرے ہیں۔ صرف بادشاہ نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے بہت بھاری ولی ہیں۔ محمود غزنویؒ نے وزیروں کا امتحان لینے کیلئے ایک قیمتی ہیرا آگے کیا کہ اس کو توڑو۔ ایک نے کہا: بادشاہ سلامت اتنا قیمتی ہیرا اور توڑ دوں۔ دوسرے کو، تیسرے کو غرض کئی وزیروں کو توڑنے کا کہا لیکن کسی نے نہ توڑا۔ ایاز کے سامنے جب آیا تو مارا اس کو ہتھوڑا اور ریزہ ریزہ کر دیا۔ وزیر بڑے خوش ہوئے کہ آج اس کی بے وقوفی کا اندازہ ہوا۔ بادشاہ کو پتہ چلے گا کہ اس کو وزیر بنایا ہے، اس کو خاص بنا رہا ہے۔ بادشاہ نے اس سے کہا: یہ آپ نے کیا کیا؟ تو معرفت کے راز پانے والا آدمی حجتی نہیں ہوتا۔ ہم اپنے قصور پر آگے سے حجتیں کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اعترافِ قصور کی قدر ہے۔ اس نے کہا: بادشاہ سلامت غلطی ہوگئی، معاف فرمائیں۔ بادشاہ نے کہا: آپ نے کس خیال سے توڑا ہے؟ اس نے کہا: خیال یہ تھا کہ ہیرا تو بہت قیمتی ہے لیکن میرے دل میں آپ کے حکم کی قیمت اس ہیرے سے بھی زیادہ ہے اس لئے میں نے توڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تعلق والے بندے اللہ تعالیٰ کے حکم پر جان دے دیتے ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ زندگی کا بننا ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ چمٹنے میں ہے۔ آج بھی امتِ مسلمہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پکڑ لے مضبوطی سے تو پھر اپنے عروج کو دیکھے کہ کیسے اہلِ کفر کے سامنے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو سرخرو فرماتا ہے۔ جس میں اہلِ کفر کامیابی سمجھتے ہیں ہم بھی اس میں کامیابی سمجھتے ہیں اور جن

File Adress:

چیزوں کو وہ اختیار کررہے ہیں ہم بھی اختیار کررہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی عظمت آجائے قلب میں، قدر آجائے اور انسان سمجھ جائے کہ زندگی بنتی ہے تو اس سے بنتی ہے اور اس یقین کے ساتھ آدمی عمل کرے تو پھر دیکھے کہ کیسے زندگی بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد یں کیسے آتی ہیں۔

اس کے متعلق چند واقعات آپ کو سنادوں۔ واقعات سے ذرا انسان خوش ہوجاتا ہے۔ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے فضائل صدقات میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔ ایک نوجوان صحابی گرفتار ہو کفار کی قید میں چلے گئے اور انہوں نے ان کے دونوں ہاتھ تسموں سے سخت جکڑ لیے۔ انہوں نے کسی آدمی کے ذریعے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ تقویٰ اختیار کریں، پرہیزگاری اختیار کریں۔ گناہوں سے بچیں اور صبح شام سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں پڑھتے رہیں۔ ایک دن ایسے ہوا کہ بندھن کھل گئے اور ہاتھ آزاد ہوگئے۔ نکلتے ہوئے کفار کی گائیاں، بکریاں چر رہی تھیں سب کو ہانک کر لے گئے کیونکہ حربی کافر کا سب مال غنیمت ہے۔ حربی کافر وہ ہے جس کے ساتھ جنگ ہورہی ہو۔ اس کا مال مالِ غنیمت ہے ہر ایک کافر کا نہیں۔

یونس علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ اگر نہ پڑھتے اس وظیفہ کو مچھلی کے پیٹ میں تو قیامت تک اس کے اندر پڑے رہتے۔ سمندر کا اندھیرا، پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، لیکن جو لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ پڑھا۔ سب اندھیروں سے اللہ تعالیٰ نے بچایا، پالا اور زندہ نکالا۔

میں فیصل آباد میں تھا تو وہاں ایک ڈاکٹر صاحب نے مجھے ایک قصہ سنایا کہ بھائی بیمار ہوگیا تھا، ہڈی کی ٹی۔ بی ہوگئی تھی۔ اس کے ایکسرے کر کے علاج کررہے تھے اور علاج کارگر نہیں ہورہا تھا۔ ایک مدرسے میں داخل کیا ہوا تھا، حالانکہ ہمارا جاٹوں کا خاندان،

File Adress:

زمینداروں کا، مدرسے میں ہمارا کون داخل کرتا ہے۔ پنجاب میں راجپوت یا جاٹ صاحب جائیداد ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمارے علاقے میں وہ کسی گھرانے کے لڑکے نے اقامت کہہ دی تو باپ نے کہا: **دالو بہ دِ کڑے دہ صبا چرتہ بانگ او نہ وائے، منگ اُنہ شرمے** کہ آج اقامت تم نے کہہ لی کل اذان کہہ کر ہمیں بے عزت ہی نہ کردو۔ تو یہ حال ہوتا ہے بڑے خاندانوں کا۔ انہوں نے کہا: ہم حضرت خواجہ خان محمد صاحب کے پاس کُندیاں شریف گئے، بہت بڑے بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت ڈالے (اُس وقت حضرت حیات تھے، مرتب)۔ ان سے ملے اور کہا: حضرت یہ لڑکا بیمار ہے، علاج کارگر نہیں ہورہا ہے۔ انہوں نے دیکھا اور مسکرائے اور کہا: یہ ڈاکٹر صاحبان یہ سمجھتے ہیں کہ کہیں ایک ہی راستہ شفا کا ہے۔ کہتے ہیں: پانی کی ایک بوتل لی، کچھ کلمات پڑھ کر پھونک ماری، جا کر بھائی کو دی، اللہ تعالیٰ نے صحیح سالم کردیا۔ ڈاکٹر نے کہا: اس کو بلائیں تاکہ اس کا ایکسرے تو کریں، ہم نے کہا: ہم اب آپ کے ایکسرے کے لئے نہیں آئیں گے۔ شفا چاہئے تھی وہ ہوگئی۔

فیصل آباد کا دوسرا قصہ یاد آیا سنادوں آپ کو۔ فیصل آباد تبلیغی جماعت کے ساتھ ہم گئے ہوئے تھے۔ وہاں مقامی ساتھیوں نے ایک ڈاکٹر صاحب کی ملاقات کرائی، ران کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی، کوشش کرکے عاجز آگئے تھے، جڑتی نہیں تھی۔ اس کی عیادت کے لئے گئے، تسلی دی، حوصلہ بڑھایا۔ تو میں نے کہا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: Non Union (نہ جڑنے) کی پیچیدگی (Complication) ہے۔ آپریشن کرتے ہیں ناکامیاب ہوتا ہے۔ خیر میں تو آگیا، اس نے وہاں سے خط لکھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ تو چلے گئے لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے پیر بہت بڑے بزرگ ہیں، آپ کے پیر صاحب کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے بڑے مسائل حل کیے ہیں۔ آپ میری بھی درخوست پیش کرلیں اور میرے لئے بھی کچھ دعا کرالیں اور کچھ تدبیر پوچھ لیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ زندہ تھے،

File Adress:

میں نے ان سے عرض کیا۔ انہوں نے کہا: ہمارا ایک تعویز اس کو بھیج دو، تعویز بھیج دیا، کچھ ہدایات بھی بھیجیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے پوری امید رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا، دوسرا یہ کہ اب کے آپ جو آپریشن کروائیں تو فیصل آباد میں نہ کروائیں۔ جگہ کو بدل دیں کسی دوسری جگہ جا کر کروائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی ہڈی جڑ جائے گی اور اللہ تعالیٰ فضل فرما دے گا۔ لاہور میں کروایا اور کامیاب ہو گیا۔ پچھلے سال گیا خوب ہٹا کٹا۔ چھ فٹ اس کا قد اور مسجد میں کھڑا مزے کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ آسان راستے سے چھڑانا چاہتا ہے لیکن ہم اور آپ سینگ اندر ڈالتے ہیں کہ میں اور الجھنا چاہتا ہوں، بارہ سینگا کی طرح اور الجھنا چاہتا ہوں۔

ہسپتال میں میری ڈیوٹی تھی ایک مریضہ داخل ہوئی، اس کا باپ آیا۔ خوب موٹا اس کا پیٹ بھی خوب پھولا ہوا۔ کہنے لگا کہ اگر انگلینڈ سے دوائی منگوانی ہو تو بھی منگوا سکتا ہوں بس میری بیٹی ٹھیک ہو جائے۔ میں نے دل میں کہا کہ کیا تجھے اس دوائی سے اس مٹی سے تجھے شفا ملے گی اور تو نے جو ظلم کیا ہوا ہے اور جہاں جہاں تو نے انسانوں کو تکلیف میں ڈالا ہوا ہے جب تک اس سے توبہ کر کے نہیں آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑائے گا نہیں کیسے ملے گی تمہیں شفا۔

محترم بھائیو اور دوستو! اس بات کو پانا ہے It is open secrete in front of us یہ ایک کھلا ایک راز ہے، آپ کے سامنے پڑا ہوا ہے، جان اور پہچان اس ذات ذوالجلال کو جس کا امر جاری و ساری ہے ہر چیز میں۔ نافذ ہے۔ وہ چاہے تو بغیر اسباب کے کر کے دِکھائے اور نہ چاہے تو اسباب سارے موجود ہوں لیکن کوئی تاثیر نہ نظر آئے۔ تُو کیوں اس کے ساتھ وابستگی اختیار نہیں کرتا کہ تو اس کا ہو جائے، اس کے احکامات کو لے لے اور اُن سے چمٹ جائے۔ اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دل میں لے لے اور وابستہ ہو جائے اس کے ساتھ تا کہ تیرے دنیا آخرت کے سارے مسائل حل ہوں۔

File Adress:

وابستگی اختیار کرے آدمی اس ذات ذوالجلال کے ساتھ جس کا امر جاری وساری ہے اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لے اور پھر دیکھے کیا ہوتا ہے۔

بدعملی کے بحران کی دوسری وجہ

بدعملی کے بحران کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمیں خیر وبھلائی کے کاموں کی عادت ہی نہیں۔ آج گناہ آسان ہے لیکن نیکی کو لوگ مشکل سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے درست تربیت کا فقدان ہے، بچہ پیدا تجھ سے ہوا ہے لیکن تربیت اسکی ٹی وی کر رہا ہے۔ وہ اولاد تیری ہے لین اس کے مستقبل کو تو نے انٹرنیٹ کے حوالے کیا ہوا ہے، وہ اس کو جس طرح کے طرز زندگی پر لا رہا ہے، وہ اس کی جو تربیت کر رہا ہے، اس طرز زندگی اور اس طرز تربیت میں تو نیکی مشکل ہے، گناہ آسان ہے، کیونکہ گناہ کے مواقع میسر ہے اور نیکی کا دروازہ ہی بند ہے۔ میرے پاس لوگ بچوں کو لاتے ہیں کہ جی! بچہ پڑھتا نہیں، اس کا پڑھائی میں دل نہیں لگتا، اس کو دم کر دیں، میں پوچھتا ہوں کہ گھر میں ٹی وی ہے؟ کہتا ہے کہ جی ہاں ہے۔ تو میں کہتا ہے کہ اس کی تباہی اور بربادی کا سامان تو تو نے خود گھر میں لا کر اسے تھما دیا ہے، اب یہ وہ تماشے دیکھے یا پڑھے۔ اسے پھونک مار کر تو ٹھیک نہیں کیا جا سکتا۔ وہ شیطانی ڈبہ اس کی ایک سوچ بنا ہے، اس کی تربیت کر رہا ہے، اسے ایک فکر دے رہا ہے وہ فکر وہ سوچ اس میں پختہ ہو رہا ہے، یہ اس کا اثر لے رہا ہے، جو وہ دیکھا رہا ہے اس کے لیے وہ کرنا آسان ہے اور اس کے خلاف کرنا مشکل ہے جب تو نے اس کی تربیت ٹی وی کے حوالے کر دی تو اسے میرے پاس کیوں لایا؟ میرے پاس کوئی جادو کی چھڑی تو نہیں کہ اس کی سالوں کا اثر ایک منٹ میں زائل کر دوں۔

تو میرے بھائی گرد وپیش کا ماحول، تربیت ہماری عادات بناتا ہے ان کو پختہ کرتا

File Adress:

ہےاور پھر وہ عادات زندگی بھر انسان کے ساتھ رہتی ہیں، وہی انسان کی شخصیت ہوتی ہیں، وہی انسان کو چلاتی ہیں۔ ہمیں چونکہ نیکی اور بھلائی کی عادت نہیں ہوتی نہ ہماری تربیت اس رخ کی ہوتی ہے، اس لیے معاشرے میں بدعملی کا طوفان ہے۔

تو یہ ایک دو دن کی بات نہیں، عادت آسانی سے نہیں ٹوٹتی، اس کے لیے ہمت اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، آنا جانا پڑتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماتے ہیں اور ماحول درست ہونے، صحبت بدلنے سے رفتہ رفتہ نیکی آسان ہو جاتی ہے اور برائی و گناہ مشکل ہو جاتی ہے، اس کے لیے رابطہ رکھنا ہوگا، آتے جاتے رہیں گے تو ان شاء اللہ یہ بات ہو جائے گی۔ میرے بھائی! یہ ایک دن کی بات نہیں۔ نہ ایک دن میں حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا تعلق خاص نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

File Adress:

اساس دین: فقہ وتصوف

File Adress:

دین کی دو بنیادیں: فقہ وتصوف، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت، فقہ اور فقہاء کی عبقریت، تصوف وصوفیاء کی حقیقت شناشی، دونوں کا دائرہ کار اور تفصیلات، دونوں کے مدار دین ہونے کا بیان اور دونوں کے حقیقی استفادہ کا طریق، ان جیسے کئی مہم عنوانات پر ایک جامع اور پر اثر وعظ۔

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الجمعة: ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن کو (عقائدِ باطلہ اور گندی عادتوں) سے پاک کرتے ہیں اور اُن کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے پہلے سے) کھلی گمراہی میں تھے۔ (معارف القرآن)

مقاصد بعثت نبوی

محترم بھائیو اور دوستو! ایک آیت میں نے پڑھ لی جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک نبی کو مبعوث کیا، نبی کھڑا کیا، مقرر کیا جو اُن کو قرآن کی آیتیں سناتا ہے، پاک کرتا ہے اِن کو اور سکھاتا ہے اِن کو کتاب اور سکھاتا ہے اِن کو حکمت۔ اِس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ چارگانہ یعنی چار فریضوں کا تذکرہ ہے۔ تلاوتِ کتاب، جس میں الفاظِ قرآن اور اس سے متعلقہ علوم سکھانا ہے اور تعلیم کتاب جس میں الفاظِ قرآن کے معنی اور اس سے متعلقہ علوم سکھانا ہے اور تعلیم حکمت اُن

File Adress:

معنی کی عملی تطبیق عملی طور پر انسانوں کی زندگیوں پر اُس کو لاگو (apply) کر کے اُس سے نتائج حاصل کرنا اور انسان کے استعمال کو درست کرنا، یہ ترتیب حکمت ہے۔

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ آیات کا تلاوت کر کے پہنچانا سب سے اہم کام ہے، کیونکہ اگر الفاظ نہ ہوں تو معنی نہیں ہوں گے، معنی نہ ہوں تو عمل نہیں ہوگا، لہٰذا بنیاد تو الفاظ بنے، اِس لئے سب سے اہم فریضہ الفاظ کا صحیح طریقہ سے پہنچانا ہے۔ اِس لئے قرآن نے دعویٰ کیا ہے کہ اِس کے الفاظ جیسے لوحِ محفوظ میں ہیں جس طرح نازل ہوئے ہیں، روزِ اول سے لے کر آج تک وہ اُسی حال میں ہیں، اُس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ یہ سب سے ضروری، اہم اور مشکل بات تھی، الفاظ کا صحیح پہنچانا اور اُس کے بعد پھر الفاظ کے معنی سکھانا۔ الفاظ کے معنی آدمی کو نہ آتے ہوں تو اُس کی عمل کی طرف رہنمائی ہی نہیں ہوتی اور معنی سے عمل وجود میں نہ آئے تو نتیجہ ہی نہیں نکلتا ہے۔

تزکیہ اور اس کی حقیقت

پھر فرمایا گیا کہ وَیُزَكِّیْهِمْ۔ اِس حکمت کی روشنی میں اُن کو پاک کرنا، تزکیہ اور طہارت دونوں کا اُردو ترجمہ پاک کرنا ہے، مگر عربی تو بہت وسیع زبان ہے۔ عربی میں طہارت کہتے ہیں ظاہری پاکی کو، بدن پاک، کپڑے پاک، جگہ پاک، کھانا پاک، برتن پاک ظاہری پاکیزگیوں کو طہارت کہتے ہیں، یہ بھی مطلوب ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ۔ (التوبۃ:۱۰۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لہٰذا طہارت میں انسان کے بدن سے لے کر اِس کے لباس اور گردوپیش کی ساری چیزوں کی پاکیزگی طہارت میں آتی ہے۔

تزکیہ کون سی پاکیزگی کو کہا گیا ہے؟ تزکیہ انسان کے دل کی پاکی، باطن کی پاکی کو

File Adress:

کہتے ہیں۔ باطن میں انسان کے کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا دور ہوجائے اور باطن میں اخلاص تواضع، ہمدردی، خیرخواہی، محبت یہ پیدا ہوجائے یہ تزکیہ ہے۔ حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کا قول ہے کہ مقاصد بعثت میں بنیادی اور اصل مقصد انسانوں کا تزکیہ ہی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اسی لیے مبعوث ہوتے ہیں، باقی مقاصد تزکیہ کے متممّات اور مکمّلات ہیں، یعنی تزکیہ کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے اس کی تکمیل باقی سہ گانہ مقاصد سے ہوتی ہے۔

ایک دفعہ ہم پنڈی جارہے تھے سڑک اگرچہ دورویہ تھی لیکن پھر بھی ایک پجیرو اور ایک مرسڈیز بنز ایک رُخ پر چلتے ہوئے ہی ٹکرائی ہوئی تھیں۔ تو ہمارے ایک پروفیسر صاحب ڈاکٹر انور صاحب نے کہا: یہ مرسڈیز پجیرو سے نہیں ٹکرائی ہے بلکہ مرسڈیز پنا پجیرو پنے سے ٹکرایا ہے کہ ایک کے پاس مرسڈیز کا کبر تھا کہ **ذہ خو مرسڈیذ کے ناست یم** میں تو مرسڈیز میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ایک کے اندر مرسڈیز کا کبر بھرا ہوا تھا اور دوسرے کے اندر پجیرو کا کبر بھرا ہوا تھا لہٰذا جب مرسڈیز والے نے اُسے اوورٹیک کیا، اُس سے آگے نکلا، تو اُس نے کہا: **دا لا دہ چا بچے دے چہ مانہ مخکے کیگی** (یہ کس کا بچہ ہے کہ مجھ سے آگے ہوتا ہے)۔ کہتے ہیں: کبر والا آدمی انتہائی بے وقوف ہوتا ہے Worrying for every thing just for nothing پریشان ہونا ہر چیز کیلئے بغیر کسی وجہ کے۔ اب ایک آدمی آگے نکل گیا راہ سے، تو آپ کو کیا ہوگیا؟ کون سا نقصان ہوگیا؟ نہیں اب اِس نے اپنی انا کے جذبے کو پکڑا ہوا ہے۔ اگر انسان کا تزکیہ نہ ہو تو زندگی کے ہر شعبے میں فساد ہوتا ہے، ہر شعبے میں مسائل کھڑے ہوتے ہیں اور ہر شعبے میں خرابی کے حالات ہوتے ہیں۔

حکمت کی حقیقت واقسام

حکمت دو چیزیں ہیں: ایک کو علم فقہ کہا گیا ہے اور ایک کو کہا گیا ہے علم تصوف۔ فقہ

File Adress:

انسان کے ظاہری استعمال کی بحث کو کہا جاتا ہے۔نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دکانداری، خرید و فروخت، قانون آئین، صلح جنگ، حکومتوں کو چلانا، عدالتوں کو چلانا، گویا ساری ظاہری عبادات اور معاملات جو انسان کے ظاہری استعمال کے ساتھ متعلق ہیں جس پر انسان عقل کی روشنی میں استعمال ہوتا ہے، یہ بات فقہ میں زیرِ بحث آئی ہوئی ہے۔لیکن انسان پر جب کوئی جذبہ طاری ہوتا ہے تو عقل کام نہیں کرتی ہے۔اگر عقل کی بنیاد پر آدمی دس فیصد کام کر سکتا ہے صحیح جذبہ اِس کو مل جائے تو سو فیصد کر سکتا ہے، جذبہ سے کارکردگی میں اتنا اضافہ ہوتا ہے اور اگر انسان دس فیصد کام کرتا ہے لیکن جذبہ خراب ہو گیا، جذبہ فاسد ہو گیا تو عقل کام ہی نہیں کرتی، عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔

جذبہ غضبیہ اور اس کا اثر

جب انسان کو غصہ چڑھتا ہے تو عقل ماؤف ہو جاتی ہے، اچھا بھلا پٹھان پی۔ایچ۔ڈی بھی اگر ہو جائے جس وقت اِس کو غصہ آتا ہے اِس سے فائر کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ اِس کا غصہ فائر کے بغیر ٹھنڈا نہیں ہوتا۔اس صورت حال میں اُس کا دماغ کام نہیں کرتا، جب فائر کر لیتا ہے اس کے بعد جگہ پر آتا ہے۔ایک خاندان ہمارے واقف لوگوں کا ہے۔ایک آدمی فوج میں میجر اور دوسرا آدمی پی۔ایچ۔ڈی پروفیسر، اِن کی بہن کا رشتہ چچازاد بھائی سے ہوا ہے، وہ امریکہ چلا گیا، وہاں سے اِس نے پیغام بھیجا کہ میں اس لڑکی کے ساتھ شادی نہیں کرتا، اِس کے بعد یہ لڑکا واپس آیا۔حیات آباد کے پاس جا رہا تھا، لڑکی کے دو افسر بھائیوں نے اُس کو شوٹ کر کے قتل کیا ہے اور دونوں مفرور ہیں۔ایک منٹ کے صبر کو چھوڑ کر ساری زندگی کے مسائل اپنے واسطے لے لیے۔ملازمت کر کے قوم کی خدمت کر رہے تھے، اپنے لئے حلال روزی کما رہے تھے، وہ ساری چیزیں بند ہو گئیں۔کیا ہوا؟ غصہ کے جذبے سے مغلوب ہو گئے، غصہ کے جذبے کے طاری ہونے سے عقل نے کام نہیں کیا،

File Adress:

جب جذبہ طاری ہوتا ہے غصہ کا، عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔

جذبہ شہوانیہ اور اس کا اثر

جذباتِ شہوانیہ (sex) طاری ہوتے ہیں تو عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ میں انگلینڈ گیا وہاں پر صوبہ سرحد کے بہت سارے ڈاکٹر ہیں، ہسپتالوں کو وہی چلا رہے ہیں۔ بنگر ایک جگہ تھی، بنگر میں کچھ عرب ڈاکٹر تھے کچھ پاکستانی، پاکستانی بھی صوبہ سرحد کے بلکہ امام صوابی کا تھا۔ ڈاکٹر صاحبان سے میں نے کہا: مسجد جائیں گے نماز پڑھنے کیلئے؟ انہوں نے کہا: نہیں کلب میں پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا: مسجد میں پہلی حاضری کریں گے، مسجد میں نماز پڑھی۔ صوابی کا ٹھیٹھ پٹھان امام جس کو انگریزی بھی نہیں آتی تھی۔ تعارف ہوا، اُس نے بطورِ گلہ پشتو میں کہا: **یا ڈاکٹر صاحبہ! لرے بیل پخے گی داخو دے او ریدلی دی کنہ؟** یعنی اُوجھڑی کو علیٰحدہ پکاتے ہیں۔ اُوجھڑی میں آپ سبزی ڈالیں تو سبزی بھی خراب وہ بھی ختم۔ اُس میں اور کوئی چیز ڈالیں تو خراب۔ اُوجھڑی کی یہ شرط ہے کہ یہ علیحدہ پکائی جاتی ہے، پھر اُس میں کچھ نہ کچھ لہسن مصالحہ وغیرہ ٹھیک ڈالیں تو پھر اُس کا ذائقہ بن جاتا ہے۔ اُس نے کہا: **لرے بیل پخے گی کنہ دغہ سے ستا ڈاکٹران بیل پاتے کیگی ماتہ مونز تہ نہ رازی جماعت تہ۔** کہ میرے پاس آپ کے یہ ڈاکٹر نماز پڑھنے نہیں آتے، علیحدہ ہی نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا: ہم کچھ محنت کریں گے، اِن کو مسجد کا رُخ دکھائیں گے۔ یہ ہمارے خیبر میڈیکل کالج پشاور کے شاگرد تھے، لیکن وہاں جا کر غیر مقلد (اہل حدیث) ہو گئے تھے۔ وہ رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے۔ امام صاحب نے کہا: آپ تصوف کی دعوت دینے کیلئے آئے ہیں، بیعت کے سلاسل کے اور تصوف کے تو یہ (چُورلٹ مخالف دی) مکمل مخالف ہیں تو پھر کیا ہوگا؟ وہ بڑے ڈر رہے تھے۔ میں نے کہا: **ھیس غم مہ کوے** کوئی غم نہ کریں۔ **خیر بہ شی ان شاء اللہ** خیر ہوگی ان شاء اللہ

File Adress:

ہم اِن سے بات کریں گے۔ خیر انہوں نے کہا نماز کلب میں ہوگی ،کلب میں سب جمع ہوئے ،نماز ہم نے پڑھی ،اب نماز تو میں نے ہی پڑھانی تھی کیونکہ شاگرد تھے میرے، بول نہیں سکتے تھے۔ نماز میں نے پڑھائی انہوں نے زور زور سے پیچھے آمین کہا اور رفع یدین وغیرہ کیا۔ میں نے کہا: **شل پیرے خو کومے زما پکی سہ دی** کہ بیس دفعہ تو کریں ہمیں کیا۔ بیان شروع ہوا، انگلینڈ میں بڑا مسئلہ sex کا ہے اور بدکاری کا ہے کیونکہ سترہ اٹھارہ سال کی لڑکی ایک بنیان پہنے ہوئے اور ایک جینز پہنے ہوئے پھر رہی ہوتی ہے اور مرد پورے کپڑے پہنے ہوئے ٹائی باندھے ہوئے سارا بدن covered ۔ جب میں نے بیان کیا تو بیان میں میں نے کہا کہ تصوف کسے کہتے ہیں؟ جب تیرا نفس گناہ کے جذبے سے بھڑک اُٹھے، اُس کو کیسے کنٹرول کرنا ہے یہ وہ اصلاح ہے جو تصوف کرتا ہے اور تزکیہ اِسے کہتے ہیں۔ جب بیان ختم ہوا تو ساری تنظیم کا انچارج جو تھا اُس نے کہا: **تاسرا بیلہ خبرہ بہ کومہ** ۔ وزیرستان کا تھا۔ مجھے باہر نکال کر لے گیا، کہنے لگا کہ نفس جب بھڑکتا ہے اُس کی اصلاح کیسے ہوتی ہے؟ تو میں نے کہا: **دا اصلاح یو گھنٹہ تقریر سرہ خو نہ کیگی**۔ یہ اصلاح ایک گھنٹہ کی تقریر پر نہیں ہوتی، اس اصلاح کا تو پورا ایک نظام ہے۔ آپ نے سنا، آپ بڑے خوش ہو گئے کہ انجینئر بننے سے اتنی تنخواہ ملتی ہے، ڈاکٹر بننے سے اتنی ملتی ہے، تو آپ نے کہا: **زہ ڈاکٹر جوڑیگم خو یو گھنٹہ کہ خو نہ جوڑے گی**۔ (آپ نے کہا: میں ڈاکٹر بنتا ہوں تو ڈاکٹر ایک گھنٹہ میں تو نہیں بنتا ہے)۔ جو ایک گھنٹہ کی بات سن کر آپ کا جذبہ بنا ہے صرف اس سے تو نہیں بنتا ہے آدمی۔ اُس کیلئے چار پانچ سال کے نصاب سے گزرنا ہوتا ہے۔ تو عرض میں آپ سے یہ کر رہا تھا کہ جب نفس جذبات شہوانیہ سے بھڑک اُٹھتا ہے عقل کام نہیں کرتی ہے۔

File Adress:

جذبۂ حرص اور اس کا اثر

تیسرا جذبہ جو انسان کا ہے وہ جذبۂ حرص ہے کہ ساری چیزیں میری ہو جائیں، جذبۂ حرص کے تحت بھی انسان کی عقل کام نہیں کرتی۔ تو انسان کی عقل درست ہو اور جذبہ درست نہ ہو، تب بھی یہ بے کار ہے۔ تو لہٰذا اِس کی عقل کو بھی درست کرنا پڑے گا، جذبے کو بھی درست کرنا پڑے گا۔ عقل کی درستگی کے لئے فقہ ہے اور جذبے کی درستگی کیلئے تصوف ہے۔ دونوں کا ماخذ قرآن وحدیث ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ جو ہدایت (آپ کے واسطے سے) لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہے وہ ہدایات آپ اُن کو واضح کر کے سمجھا دیں۔ (معارف القرآن)

دین کے تین ماخذ: قرآن، حدیث، فقہ

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے نازل کیا ذکر کو یعنی قرآن پاک کو، قرآن پاک کا ایک نام ذکر ہے یعنی قرآن کو تیری طرف نازل کیا جو کہ ماخذ ہے، منبع ہے، بنیاد ہے سارے ہمارے اصلاحی نظام کا، پورے دین کا۔ لیکن اِس کے لئے ضروری ہے کہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ تاکہ تو تشریح کرے اُس بات کی جو نازل کی ہم نے۔ گویا قرآن پاک کی تشریح کا فریضہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے لگایا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کی تشریح نہیں ہوگی تو قرآن سے فائدہ نہیں ہو سکے گا۔ آپ کی تشریح کیا ہے؟ وہ حدیث ہے۔ تو حکمت کی ایک تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اور سنت ہے کیونکہ قرآن کی Practical

File Adress:

application حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے بیان کرنے کے بعد ایک اور چیز کی بھی ضرورت باقی رہے گی، وہ قرآن مجید نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے: لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ تا کہ وہ بھی اس میں فکر کریں۔ یہ فکر افرادِ اُمت کو کرنی ہوگی؟ اب افرادِ اُمت میں سے ہر ایک تشریح کرنا شروع کردے، ہر ایرا غیرا نتھو خیرا تشریح کرنا شروع کردے پھر تو مسئلہ بن جائے گا۔ یہ تو بات ایسے ہی ہوئی کہ بھوج بھجکڑ کو لوگوں نے کہا کہ ایک آدمی درخت پر چڑھا تھا اوپر اٹک گیا، اُتر نہیں سکتا۔ اُس نے رسی پھینکی کہ اس کو اپنے ساتھ باندھ لو، بھوج بھجکڑ نے کھینچا اور اُس کو زمین پر گرا دیا، بس آدمی گرا اور گرتے ہی مرا۔ تو بھوج بھجکڑ نے کہا کہ افسوس اِس کی قسمت بہت خراب تھی، میں نے کئی آدمی اِس طریقے سے کنوئیں سے نکالے ہیں۔ تو تشریح اگر بھوج بھجکڑ کے ذمے لگا دی جائے، تو ماشاء اللہ! مسئلہ حل ہونے کی بجائے مزید بگڑ جائے گا۔

فقہاء اسلام کی عبقریت

اِس لئے تشریح کرنے کے لئے ہر شعبۂ زندگی میں اور ہر علم وفن میں کچھ شخصیات ہوا کرتی ہیں جن کے پیچھے سارے لوگ چلتے ہیں، سارے لوگوں کو اُن کی تقلید کرنی پڑتی ہے، اُن کے پیچھے چلنا پڑتا ہے اور یہ Ego اور Superego ہوتی ہے۔ انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ذہنی سطح ہر کسی کو عطا فرمائی ہے، لیکن Superego، Ego کو کنٹرول کرتی ہے، وہ جو سب سے اُونچے فہم پر ہوتا ہے باقی کم فہم والوں کو اُس کے پیچھے چلنا پڑتا ہے، اِس کے بغیر نظامِ زندگی نہیں چلتا ہے۔ لہٰذا وہ تشریح لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ جو قرآنِ پاک نے مقرر کی، اِس کیلئے کچھ شخصیات ہوں گی اُن شخصیات کے لئے چند باتیں ضروری ہوں گی۔ ایک اُن کا فہم اتنا کامل ہو کہ اُس پائے کا فہم کسی کا نہ ہو، دوسری بات یہ

File Adress:

ہے کہ اُس فہم کے ساتھ اتنا وسیع علم ہو کہ اُس پائے کا علم کسی کا نہ ہو اور تیسری بات کہ ایسا خوفِ خدا اور ایسا اللہ کا ڈر ہو، ایسا تقویٰ اور ایسی پرہیزگاری ہو اور ایسی معرفت اُن کو حاصل ہو کہ اُس پائے کی معرفت کسی اور کو حاصل نہ ہو۔ یہی تین باتیں ہوتی ہیں فہم، علم، تقویٰ کہ اُس کا فہم بھی ہو کامل یعنی ناقص نہ ہو، علم بھی ہو وسیع علم کم نہ ہو اور تقویٰ ہو کہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، یہ تین باتیں ہیں۔ ایسی تقریباً دس شخصیات پہلی تین صدیوں میں دنیائے اسلام میں پیدا ہوئی ہیں۔ ان دس شخصیات نے حدیث کے مرتب کرنے سے پہلے فقہ کو مرتب کیا ہے۔ فقہ ۸۰ ھ کے بعد مرتب ہونا شروع ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور امام مالکؒ ۹۳ ھ میں پیدا ہوئے ہیں، امام اوزاعیؒ جو ہے وہ بھی ۷۵ ھ کے قریب ہیں۔ تقریباً اس دور میں دس گیارہ فقیہ ائمہ ہیں: امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ چار تو یہ ہیں جن کی فقہ اور اجتہاد کی دنیا تابع ہے اور جن کے مسلک چلے ہیں۔ ان کے علاوہ امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، داؤدِ ظاہریؒ، ابنِ ابی لیلیٰؒ، لیث بن سعدؒ وغیرہ ہیں، یہ حضرات بھی مستقل امام تھے، ان میں سے بعض کے اجتہادی آراء بعض میں ضم ہو گئے اور بالآخر امت چار فقہاء پر متفق ہو گئی۔

آگے جا کر کوئی پانچویں صدی میں جلال الدین سیوطیؒ نے کہا ہے کہ میں بھی اُس پائے کو پہنچا ہوں کہ میں پانچواں فقہ متعارف (Introduce) کرتا ہوں کیونکہ سارے پندرہ علوم کا میں ماہر ہوں، اُن کا امام ہوں، کوئی فن ان سے نہیں چھوٹا جس پر انہوں نے قلم نہ اٹھایا ہو تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، صرف، بلاغت ہر علم و فن کے متبحر عالم تھے اور اتنی بار اِن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے کہ وہ حیرت انگیز ہے اور اِن کی کتاب جو ہے 'الاتقان فی علوم القرآن' یہ علوم القرآن پر ہے، ایک تفسیر 'الدر المنثور' ہے اور پھر اُن کی 'تفسیر جلالین' اپنے استاد علامہ محلیؒ کی تفسیر کا تکملہ پہلے پندرہ پارے لکھے ہیں اور عجیب بات ہے کہ

File Adress:

جتنے الفاظ قرآن مجید کے ہیں، اتنے ہی الفاظ میں پوری تفسیر کو بیان کیا ہے۔ ایک آیت کے ساتھ دو لفظ لکھتا ہے پوری تفسیر cover کرتا ہے تو جلالین وہ معرکۃ الآراء تفسیر ہے دنیائے اسلام میں، عربی میں ہے، اہلِ علم کے لئے ہے، اگر آپ لوگ اُس کو پڑھیں تو اُس سے فائدہ نہیں لے سکتے۔ تو اُن سے علمائے اُمت نے کہا کہ ہم ایک سوال نامہ آپ کے پاس بھیجیں گے اُس کا جواب اگر آپ نے خود دے دیا تو پھر ہم کہیں گے کہ آپ کو اجازت ہے کہ آپ پانچویں امام فقہ کے بنیں۔ وہ سوال نامہ جب اُن کے پاس آیا تو جواب دینے کے لیے اُن کو اندازہ ہوا کہ وہ پہلے چار اماموں کی طرف رجوع (Consult) کئے بغیر جواب نہیں دے سکتے، چونکہ اہلِ حق تھے، اللہ والے تھے لہٰذا اُنہوں نے تسلیم کیا کہ میں نے جو اعلان کیا تھا پانچواں فقہ شروع کرنے کا، مجھے اندازہ ہوا کہ میں اُس کا اہل نہیں ہوں لہٰذا انہی چار کو چلائیں گے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ جو ہے اُس کیلئے شخصیت کی ضرورت ہے جس کے اندر یہ خصوصیات (Qualification) ہوں۔

فقہاء کی ذہانت و فطانت

میں چند ایک مثالیں عرض کروں تو آپ کو حیرت ہوگی اِس کو اکثر میں بیان کیا کرتا ہوں کہ اِس سے مسئلہ سمجھ میں آتا ہے۔ ایک آدمی کی اپنی بیوی کے ساتھ لڑائی ہوئی، اُس نے بیوی سے کہا کہ تو نے صبح کی اذان سے پہلے مجھ سے بات نہ کی تو مجھ پر تین طلاق، بیوی نے بھی غصے سے کہا: صبح کی اذان سے پہلے اگر میں نے بات کی تو سارے غلام آزاد۔ اب دس غلام کروڑ روپے کی ملکیت بنتی ہے، اب اگر وہ قسم توڑتی ہے تو کروڑ روپے کا نقصان ہوتا ہے اور اگر بات نہیں کرتی تو نکاح ٹوٹتا ہے، پھنس گئے۔ اُس زمانے میں علامہ ابن سیرینؒ بڑی عمر کے علماء میں سے تھے، بہت بڑے اللہ والے بھی تھے، اُن کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے گئے، کہ حضرت! ہمارے ساتھ ایسی بات ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا: بس اب صبر

File Adress:

کرو، طلاق تو ہوگئی ہے، اب کیا کرتے ہو جاؤ۔ خیر آئے اُس وقت امام ابوحنیفہؒ کی عمر کم تھی، اُس زمانے میں بنوعباس کا دور تھا، امام اوزاعیؒ کا فقہ چل رہا تھا، یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئے۔ امام صاحبؒ نے صورت مسئلہ سن کر کہا کہ کوئی طلاق نہیں ہوئی، آپ جائیں آرام سے اپنی زندگی گزاریں۔ پھر اُن کو تسلی نہیں ہوئی، امام ابن سرینؒ کے پاس واپس آئے کہ آپ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی جب کہ ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ کوئی طلاق نہیں ہوئی۔ اُن کو بڑا غصہ آیا، انہوں نے کہا: آؤ میرے ساتھ! بات کرتے ہیں۔ آئے، کہا: اے ابوحنیفہ! تو کیسے مسئلے بیان کرتا ہے؟ تین شرطیں طلاق ہوئی ہے تو کہتا ہے کچھ ہوا ہی نہیں۔ انہوں نے کہا: آپ اطمینان سے بیٹھیں، کیا بات ہوئی تھی تو آدمی نے کہا کہ میں نے بیوی سے کہا کہ اگر تو نے صبح کی اذان سے پہلے مجھ سے بات نہ کی، مجھ پر تینوں شرطیں طلاق ہو جائے گی۔ میں نے جو بات کی فوری اُس نے آگے سے کہا: میں نے بھی اگر بات کی تو سارے غلام آزاد۔ تو امام ابوحنیفہؒ نے امام ابن سرینؒ کو موقع دیا کہ اِن کو سمجھ آئی کہ نہیں آئی۔ اُن کو اندازہ نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا: پھر کہو اِس بات کو، پھر اُس نے اِس بات کو کہا کہ میں نے اِس کو کہا کہ صبح کی اذان سے پہلے تو نے بات نہ کی تو مجھ پر تینوں شرطیں طلاق، اُس نے فوری مجھ سے کہا کہ اگر میں نے بھی بات کی تو سارے غلام آزاد۔ پھر کہلوایا اِس بات کو، پھر امام ابوحنیفہؒ نے علامہ ابنِ سرینؒ سے کہا کہ حضرت! جب شوہر نے بیوی سے کہا کہ صبح کی اذان سے پہلے تو نے مجھ سے اگر بات نہ کی تو تُو مجھ پر تینوں شرطیں طلاق۔ اور جب بیوی نے جواباً کہا کہ اگر میں نے بات کی تو سارے غلام آزاد۔ تو یہی وہ بات ہے ناں جو بیوی نے صبح کی اذان سے پہلے کی ہے۔ امام ابن سیرینؒ نے کہا: واقعی بات کتنی آسان تھی لیکن آپ سمجھے، ہم نہیں سمجھ سکے۔

ایک دفعہ ایک بہت بڑے عالم کہ وہ بھی امامِ وقت تھے۔ (ہم دینی کام کرنے

File Adress:

والے تحریکی لوگوں کے گھروں کا برا حال ہوتا ہے کیونکہ ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہوتا۔ آٹا نہیں ہوگا، دال نہیں، ماچس نہیں، بیویاں بیچاری سخت تنگ ہوتی ہیں ہم سے۔ بڑا ہمارا جذبہ ہوتا ہے کہ بالکل اِن کا کوئی حق ضائع نہیں کریں گے۔لیکن جب نکلتے ہیں تو ایسی چیزوں میں الجھتے ہیں کوئی چیز بھی یاد نہیں رہتی) وہ امام صاحب گھر گئے، بیوی نے لڑائی کی کہ آٹا نہیں ہوتا گھر پر، یہ نہیں ہوتا وہ نہیں ہوتا اور تمہارا یہ حال ہے کہ تمہیں کسی چیز کی فکر ہی نہیں ہے۔سخت لڑائی ہوئی، اُس نے کہا کہ اگر اس کے بعد تو نے مجھے آٹے کے بارے میں زبانی کہا یا اشارے سے کہا تو مجھ پر تینوں شرطیں طلاق ہوگی۔اب یہ عورت پریشان، کہ یا اللہ! زبانی بھی میں اس کو نہیں کہوں گی، اشارے سے بھی نہیں کہہ سکتی کہ آٹا ختم ہے تو کیسے کہوں گی۔ بہت پریشان ہوئی۔وہ آئی امام ابوحنیفہؒ کے پاس کہ اِس طرح واقعہ ہوگیا ہے، اب میں کیا کروں؟ انہوں نے کہا کہ جب رات کو یہ سو جائے آٹے کی خالی بوری اِس کے ازار بند سے باندھ دینا۔اب صبح جب یہ اُٹھے، قدم اٹھایا تو بوری قدموں کے نیچے آ گئی، کھچی تو آگے گر رہے ہیں، اس نے کہا: یہ کیا بات ہوگئی، دیکھا تو بوری ہے، بوری کس چیز کی؟ آٹے کی بوری، آٹے کی بوری ہے یہ کیوں؟ اُس نے کہا: اُوہو میں سمجھ گیا، آٹا ختم ہو گیا ہے اور میں نے قسم اُٹھائی ہوئی تھی اور بیوی نے یہ بوری باندھی ہے تاکہ مجھے اطلاع ہو، لیکن اس کو کہا کس نے ہے؟ اس نے کہا: سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اِس کو امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ کسی اور نے کہا ہو کہ یہ فہم سوائے امام ابوحنیفہؒ کے کسی اور کا نہیں ہے۔خیر اُس نے بیوی سے پوچھا تو بیوی نے کہا کہ واقعی میں نے مسئلہ پوچھا تھا کہ میں اب کیا کروں۔

کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا: امام صاحب! ہماری چوری ہوگئی ہے اور جن لوگوں نے چوری کی ہے وہ سامان بازار میں بیچ رہے ہیں اور ہمارے محلے کے ہیں، نماز میں بھی آتے ہیں لیکن انہوں نے ہمیں رات کو قسم دی ہوئی ہے کہ اگر تم نے کسی کو کہا کہ چوری ہم

File Adress:

نے کی ہے تو تمہاری بیویاں تینوں شرطیں طلاق ہو جائیں گی۔اس بات کا انہوں نے ہم سے اقرار لے لیا ہے۔اب ہم کسی کو کہہ بھی نہیں سکتے ،اب آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں؟امام صاحبؒ نے کہا: کوئی فکر نہ کرو، ظہر کی نماز میں مسئلہ حل کریں گے۔ظہر کی نماز جب پڑھی گئی، امام صاحب نے دروازہ بند کر دیا اور کہا: کوئی آدمی میری اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلے گا۔جن کی چوری ہوئی تھی ،ان سے کہا: میں ایک ایک آدمی کو نکالوں گا، جب آدمی نکلے آپ کہیں گے یہ چور نہیں ہے۔جب چور نکلے آپ خاموش ہو جائیں۔ایک ایک کو نکالتے گئے اور یہ کہتے گئے یہ چور نہیں ہے۔ جب خاموش ہو گئے تو کہا: پکڑو اس کو یہ چور ہے سارے چور پکڑے گئے۔

یہ تفصیل آپ کی دلچسپی کیلئے بیان کی اور اِس بات کو بتانے کے لئے کہ اللہ نے ایک فہم وفراست نصیب فرمائی تھی جس سے بات کی تہہ تک پہنچتے تھے۔ایسی فہم وفراست تھی کہ اُس وقت کے جو ائمہ مجتہدین تھے اُن کو حیرت میں ڈالتے تھے۔اِس لئے یہ تشریح کا حق جو ہے یہ اُن لوگوں کا حق ہے جن کے پاس یہ تین باتیں ہوں۔ایک اُن کا فہم ہو، دوسری بات علم ہو اور تیسری بات تقویٰ ہو کہ اُن کو اس بات کا غم ہو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں نے جواب دینا ہے لہٰذا میں اُمت میں کوئی ایسی بات کو نہ شروع کرادوں جو میرے لئے تباہی کا باعث ہو۔

صحابہ معیارِ حق ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خود شریعت دہندہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو قول فعل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل وہ شریعت تھا، وہ سب کے سامنے تھا، اُس کو کسی تشریح کی ضرورت نہیں پڑ رہی تھی تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور جو ۱۰۸ ہجری تک چلا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے براہِ راست شاگرد تھے

File Adress:

اُن کوتشریح کی ضرورت نہیں تھی۔صحابہ کرامؓ کے بارے میں آیت میں بھی آیا ہوا ہے اور حدیث میں بھی آیا ہوا ہے۔آیت میں کہا ہوا ہے:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا (البقرۃ:۱۳۷)

ترجمہ: پھر تم اگر ایسا ایمان لائے جیسا ایمان یہ لے کر آئے (یعنی صحابہ کرام یعنی اِن کا ایمان معیاری ہے) تو تم نے ہدایت پائی ہے۔

لہٰذا صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق کے طور پر قرآن نے پیش کیا ہے اُن کی بات معیاری ہے۔اور حدیث میں فرمایا گیا ہے:

اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم۔

میرے صحابہ تاروں کی مانند ہے جس کے پیچھے چلے ہدایت پاؤ گے۔

فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر وعمر کا حق پہچانو اُن کا اتباع کرو۔اس مضمون کی کافی ساری حدیثیں ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اکٹھی کی ہوئی ہیں۔اِس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام خود معیارِ حق ہیں، اِس لئے ایک صحابی ایک کام کو ایک طرح سے کرتا ہے، ایک دوسرے طرح سے کرتا ہے دونوں برحق ہیں آپ جس کے پیچھے چلے، آپ حق پر ہیں۔صحابہ کرامؓ کے بعد پھر ساری چیزیں لکھے ہوئے ریکارڈ کی شکل میں آ گئیں، اب اُس سے مسئلہ بیان کرنا یہ سوائے فقیہ کے اور سوائے امام کے دوسرے کسی کے لئے بہت مشکل تھا۔ایک حدیث میں آیا ہوا ہے کہ نماز سورہ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ امام جو قرأت پڑھتا ہے وہ تمہاری طرف سے بھی ہے۔آیت میں آیا ہوا ہے قرآن پاک جتنا آپ کو آسان ہو اتنا آپ پڑھ لیا کریں نماز میں، جس سے نماز ادا ہو جاتی ہے۔فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ، قرآن کم سے کم ایک آیت کو کہتے ہیں لہٰذا فرض قرآن نے ایک آیت کو کیا ہوا ہے جس سے نماز ادا ہو جاتی ہے اور قرآن پاک

File Adress:

کی آیت کہتی ہے:

وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (الاعراف:۲۰۴)

ترجمہ: جب قرآن پاک پڑھا جائے تو تم خاموش ہو جاؤ اور اُس کو سنو غور سے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

لہٰذا جب امام قرآن پڑھے تو اُس کو سنو تب ہی تدبر ہوگا، غور ہوگا۔ اب اتنی متضاد باتیں آ گئیں، ایک حدیث کہتی ہے سورۃ فاتحہ پڑھو، دوسری کہتی ہے مت پڑھو، ایک آیت کہتی ہے اتنا پڑھنا ہے، دوسری کہتی ہے: خاموش رہنا ہے۔ اب یہ ساری باتیں درست بھی ہیں لیکن ان ساری باتوں کو اپنی جگہ پر لا کر بیان کرنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور قیامت تک کے لئے لکھ کر چھوڑنا بھی تھا۔ لہٰذا حدیث کے مدون کرنے سے پہلے فقہ مدون کیا گیا ہے، کیونکہ یہ زیادہ ضروری تھا۔ امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ خود امام شافعیؒ کے مقلد ہیں۔ جتنے بھی حدیث کی تدوین کرنے والے ہیں، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام نسائیؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ یہ سارے مقلدین ہیں۔ تو ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے لوگوں کی ضرورت کے مطابق مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کر کے فقہ مدون کیا۔

دین کی دوسری اساس: تصوف وطریقت

اِس کے بعد تزکیہ کے شعبہ کو تصوف کے نام سے مدون کیا گیا، اِس کی تدوین کی ضرورت اس لیے پیش آئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ تو خود کامل تھے جس طرح انہیں منضبط اصول فقہ یا فقہ کی ضرورت نہیں تھی، اسی طرح اصلاح اخلاق کے مربوط نظام کا ہونا بھی کوئی ضروری نہیں تھا، لیکن بعد کے لوگوں کے لیے تو دیگر منضبط علوم وفنون کی طرح

File Adress:

تزکیہ کا بھی مرتب کیا ہوا نظام ہونا چاہیے تھا جو کہ انسان کے جذبات کو درست کر کے اِس کی مکمل اصلاح کرے۔ لہٰذا اصول قرآن وحدیث سے ہی لیتے ہوئے اور اُس کی تشریح کرتے ہوئے صوفیائے کرام نے علمِ تصوف کو مدون کیا۔ چنانچہ اُس دور میں رسالۂ قشیریہ اور ابوطالب مکی کی ''قوت القلوب'' عربی کی کتابیں مرتب ہوئیں۔ سعودی عرب میں تصوف کی مخالفت کے باوجود ''قوت القلوب'' اور رسالۂ قشریہ کا چرچا ہے۔ میں اُن کے دانشوروں اور علماء سے ملا ہوں کیونکہ میرا تفصیلی وقت سعودی عرب میں گزرا ہوا ہے، بہت لمبے سفر وہاں کیے ہوئے ہیں، ان کے علماء محققین کہتے تھے کہ ہم حقیقی تصوف کے مخالف نہیں ہیں جو کہ اصلاحِ نفس کیلئے ہے، لوگوں کی زندگی بنانے کیلئے ہے بلکہ اُس تصوف کے ہم مخالف ہیں جس کے ذریعے سے بدعتیں اور خرافات وجود میں آئے ہیں۔

مولانا زکریا صاحبؒ اس صدی کے تصوف کے امام گزرے ہیں۔ انہوں نے آخری زندگی مدینہ منورہ میں گزاری ہے۔ بندہ کو اُن کی زیارت اور مجلس نصیب ہوئی ہے۔ بڑے بڑے عرب علماء جیسے عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اُن کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ عبدالعزیز بن بازؒ کسی عالم کے ساتھ اِن کا تعارف کرا رہے تھے، اُس سے کہہ رہے تھے: هذا شيخ زكريا الذى حَنَّفَ مؤطا امام مالك۔ یہ شیخ زکریا ہے جس نے امام مالک کی مؤطا کی تشریح کی ہے ایسی تشریح کی ہے کہ اُس کو حنفی بنا کر چھوڑا ہے۔ اس وقت آپ سے کوئی پوچھے کہ بخاری شریف کی شرحیں جو لکھی گئی ہیں ٹاپ کس نے کیا ہے؟ تو ٹاپ ساری دنیا اسلام میں لامع الدراری نے کیا ہے جو کہ مولانا زکریا صاحبؒ کی لکھی ہوئی ہے۔ لامع الدراری شرح بخاری کو ساری دنیائے اسلام کے معتبر اہل علم نے مانا ہے کہ اِس کا جواب نہیں ہے۔ سعودی عرب میں، مدینہ منورہ میں مولانا زکریا صاحبؒ کا مرکز مدرسہ شرعیہ تھا جو مسجدِ نبوی کے پاس تھا اور مکہ مکرمہ میں اُن کا مرکز تھا مدرسہ صولتیہ جو کہ بیت اللہ

File Adress:

شریف سے آدھا پونا کلومیٹر ہٹ کر ہے۔ دونوں جگہوں پر جہری ذکر کراتے تھے اور کسی نے اُن پر ہاتھ نہیں ڈالا ہے۔ کیونکہ وہ اِس بات کو جانتے تھے کہ ایسا اللہ کا تعلق والا آدمی ہے اور ایسے علم والا آدمی ہے کہ اِس طرح کے آدمی دنیائے اسلام میں بہت کم ہوتے ہیں۔ خیر میں عرض کر رہا تھا کہ اِس کے لئے مدون نظام کی ضرورت تھی جو انسانوں کی تربیت اور ان کی زندگی کو سنوارنے کیلئے ہو، وہ تصوف کی شکل میں ہمارے پاس ہے۔ تصوف سراسر عملی چیز ہے، شریعت یعنی قرآن وحدیث اور فقہ میں جو ترتیب بیان ہوئی ہے اس کو کامل حقیقت سے باطن میں حاصل کرنا اور ظاہری شریعت پر اخلاص سے عمل کا حاصل کرنا ہی طریقت اور تصوف ہے۔ جس طرح فقہائے کرام نے دین کے ظاہری علوم کی تدوین کر کے انہیں محفوظ کیا، اسی طرح صوفیائے کرام نے دین کے باطنی پہلو کو مدون کر کے اسے لوگوں تک پہنچایا۔

شریعت اور طریقت میں کوئی تضاد نہیں، طریقت شریعت پر کامل طریقے سے عمل پیرا ہونے کی ترتیب ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی پوری تاریخ اور امتِ مسلمہ کے پورے چودہ سو سالہ حالات اس بات کے گواہ ہیں کہ ظاہر و باطن کی اصلاح ساتھ ساتھ رہی ہے، ان کو کبھی علیحدہ نہیں سمجھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر و باطن کا مجموعہ تھے اور تاثیر کا یہ حال تھا کہ حالتِ ایمان میں ایک لحظہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کرنے والا ظاہری و باطنی کمالات کی منازل طے کر لیتا تھا۔ چنانچہ سارے اولیاء اللہ مل کر ایک ادنیٰ صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے مجاہدات مثلاً کفار کی مخالفت، مار پیٹ، فقر و فاقہ، فروغِ دین کے لئے لمبے لمبے پُرخطر سفر، ہجرت، اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال، ایسے کام تھے جن سے گزرنے کے بعد آدمی کا باطن صاف ہو کر کندن ہو جاتا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ باطنی کمال تابعین کو بحیثیت جماعت ملا اور تابعین سے تبع تابعین کو بحیثیت جماعت ملا۔ چنانچہ ان تین ادوار میں خیر پوری امت میں غالب

File Adress:

رہی۔ان تین ادوار کو حدیث:

خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (صحیح بخاری)

(یعنی بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے)۔

میں بیان کیا گیا۔

اس کے بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ خیر القرون کی جامع شخصیات کی صحبتیں کمیاب ہو گئیں اور وہ مجاہدات جن سے پہلے دور کے لوگ گزرتے تھے، اسلام کے غلبے کی وجہ سے ختم ہو گئے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دینی معلومات حاصل ہونے کے باوجود عمل کی ظاہری اور باطنی کمزوریاں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔اس دور میں صوفیاء کی جماعت نے کمر باندھ کر باطنی علوم، باطنی احوال، باطنی کیفیات اور باطنی مقامات کو حاصل کیا، سنبھالا اور دوسروں کو سکھانے کا نظام مرتب کیا۔صوفیاء کی تربیت سے گزرنے کے بعد واضح طور پر اہلِ زمانہ کو محسوس ہوا کہ وہ باطنی دولتیں جو ناپید ہو رہی تھیں وجود میں آنے لگیں۔

تصوف کے چاروں سلاسل (چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ) اس چیز کو حاصل کرنے کے راستے ہیں۔ ہر ایک طریقے میں اس بات کو حاصل کرنے کے لئے کچھ مقاصد ہیں اور کچھ ذرائع ہیں۔ یہ سارے سلاسل ذکر، مراقبہ اور مجاہدہ ان تین چیزوں سے بنیادی طور پر کام لیتے ہیں۔ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت، کبریائی، سارے مفادات کا منبع ہونا، سارے نقصانات، خطرات اور مضرات کا مالک ہونا اور ان سے بچانے والا واحد ذریعہ ہونا، اس شان کے حامل جو کلمات اور مبارک نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے قرآن و حدیث میں آئے ہیں، ان کا زبان سے بار بار ادا کرنا ہے۔حضرات چشتیہ اور قادریہ کا طریقۂ ذکر میں جہر (زور سے) کرنا اور گردن و بدن کو حرکت دے کر ضرب لگانا ہے۔ یہ

File Adress:

حضرات لطیفۂ قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔ یہ لطیفہ بائیں پستان سے دو انگل نیچے اور دو انگل بائیں طرف کو ہے۔ یہ جگہ انسان کی نفسیات سے متعلق خاص جگہ ہے جس کا تجربہ انسان کو ابتدائے کائنات سے ہے۔ اسی لئے دل لگنا، دل میں محبت کا پیدا ہونا، دل میں نفرت کا پیدا ہونا، دل میں غم کا پیدا ہونا، دل کا خوش ہونا یہ محاورات دنیا کی ساری زبانوں میں ہی چل رہے ہیں۔ اس جگہ پر دھیان کر کے ضرب لگانے سے ذکر کی ایک وجدانی کیفیت انسان کے بدن میں محسوس ہوتی ہے جسے بعض لوگ وجد، جوش وخروش، نالہ وچیخ و پکار اور گریہ وزاری کی شکل میں محسوس کرتے ہیں۔ بعضے اعصاب اس کو محسوس نہ بھی کریں تو عقلی طور پر ایسی صفاتِ کمال و جمال وجلال والی ذات کے ساتھ عقلی طور سے شدت سے وابستگی محسوس کرتے ہیں۔ یہ کیفیت معرفت کا دروازہ کھلنے کا ایک پرتو اور عکس ہوتا ہے جس کے بعد انسان کے لئے اس ذات کا ہو جانا اس کی ماننا اور اس کے علاوہ سب سے کٹ کٹا جانا اور کسی سے کوئی تعلق رکھنا بھی ہو تو اس کے واسطے، اسی کی رضا کے لئے رکھنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔ حضرات نقشبندیہ یہی ذکر چھ لطائف پر دھیان کرا کے کراتے ہیں، لطیفہ قلب، روح، سر، نفس، خفی، اخفا۔ بدن کے مختلف مقامات پر ان لطائف کے لئے حساس مقامات (Delicate & Sensitive Points) ہیں۔ ان مقامات پر آدمی باقاعدہ حرکات (Vibrations) محسوس کرتا ہے اور باطن میں جس ذات کا ذکر کر رہا ہے اس کے ساتھ ایک روحانی وابستگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بیداری جو باطن میں پیدا ہوتی ہے ایک روحانی ونورانی کیفیت ہے۔ نیک اعمال سے آدمی باقاعدہ اس میں ترقی محسوس کرتا ہے، خراب اعمال سے باقاعدہ تنزل محسوس کرتا ہے، جن لوگوں کا باطن روشن ہو ان کے ساتھ بیٹھ کر باقاعدہ اس کیفیت میں آدمی ترقی محسوس کرتا ہے اور جن کا باطن تاریک ہو ان کے پاس بیٹھ کر باطن پر بوجھ محسوس کرتا ہے۔ حلال روزی پیٹ میں جائے تو اس کی نورانیت کو باطن

File Adress:

محسوس کرتا ہے، حرام روزی جو کمائی کے لحاظ سے حرام ہو، ذبیحہ کے لحاظ سے حرام ہو یا شریعت کے مقرر کردہ حلال حرام جانوروں کے تعین کے خلاف ہو، اس سے اندر گھٹن، اندھیرا اور ثقل (Burden) محسوس کرتا ہے۔ ان وجدانی کیفیات کو پانے والے صوفیاء کو عقلی ثبوتوں کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ حقائق محسوسات کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں۔

ذکر کے بعد دوسری چیز مراقبہ ہے۔ کسی دھیان کو لے کر اس پر سوچنا اور اس سوچ میں محو ہو جانا اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبات کئی طرح کے ہیں۔ عام طور پر مراقبۂ موت، قبر اور برزخ کی زندگی کا مراقبہ، جنت کی رعنائیوں اور دوزخ کی ہولناکیوں کا مراقبہ، اپنے گناہوں پر ندامت اور ان سے توبہ استغفار کرنا، اللہ تعالیٰ کا حاضر ناظر ہونا، اللہ تعالیٰ کا بندہ کے ساتھ ہونا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا دھیان جمانا، ہمارے لئے انہوں نے جو تکالیف برداشت کیں اور جو قربانیاں دیں ان کو یاد کرنا، یہ مراقبات باطن میں ان چیزوں کے ساتھ گہری وابستگی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ وابستگی انسان کی ساری زندگی اور سارے اعمال پر اثر انداز ہوتی ہے اور انسان کو نیکی کی راہ پر چلانے میں معاون بنتی ہے۔

تیسری چیز مجاہدہ ہے، مجاہدہ دراصل اپنی پوری قوت کو استعمال کرنے کا نام ہے۔ اوپر بتائے ہوئے اعمال اور ترتیبیں جب آدمی حاصل کرنا شروع کرتا ہے تو ان کے حصول میں اپنا آرام و راحت کم ہونا، معاشرے کی طرف سے ردعمل ہونا، رکاوٹیں آنا، پابندی کی تکلیف برداشت کرنا، حرام مال کے حصول کے ذرائع کو سراسر ترک کر کے حلال ترتیب کو لینا جو مالی مشکلات کی بنیاد بنتا ہے، ان سب باتوں کا برداشت کرنا مجاہدہ کہلاتا ہے۔ مقصد تک پہنچنے کے لئے مجاہدات سے گزرنے کے لئے کمر باندھنی ہوتی ہے۔ مجاہدات کا ایک رخ ایسا ہے کہ وہ مقاصد کے درجے میں تو نہیں ہے لیکن اسے اختیار کرنے سے مقاصد کے حاصل کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے، گویا حصولِ مقصد کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں، اس

File Adress:

لئے اس طرح کے مجاہدات کو معالجات کہا جاتا ہے۔ مثلاً کھانے میں گوشت اور مرغن کھانے کم کر دئے جائیں تو صحت میں ذرا کمزوری تو ضرور آتی ہے لیکن اس کے نتیجے میں جذباتِ غضبیہ وشہویہ جلدی کمزور ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ حاصل ہونے کے بعد یہ پرہیز موقوف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سونا کم کرنے سے بہیمیت کم ہو جاتی ہے، نورانیت زیادہ ہو جاتی ہے۔ لوگوں سے ملنا ملانا کم کرا دیتے ہیں، یہ چیز ذہنی انتشار کو ختم کر دیتی ہے اور ذہنی سکون میسر ہو جاتا ہے جو مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ بہر حال یہ معالجات براہِ راست مقاصد نہیں ہیں بلکہ ذرائع ہیں۔

اسی طرح حضرات نقشبندیہ کا لطائف پر ذکر کرنا اور انہیں جاری کرنا ذرائع ہیں، مقاصد نہیں۔ کسی بھی محقق نے انہیں مقصد نہیں گردانا۔ ان کے ذریعے سے آدمی بدن پر اثرات محسوس کر لیتا ہے، جس سے یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور کام آسان ہو جاتا ہے۔ ان ذرائع کو مقصد سمجھنا، ان ذرائع پر دینی اعمال کی طرح ثواب کی نیت کرنا اور ان کو دینی اعمال گردانا انہیں بدعت بنا سکتا ہے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے اور چند دوسرے دوستوں سے از راہ مزاح فرمایا کہ ذکرِ قلبی سننا چاہتے ہو۔ حضرت نے زبان اور منہ بند فرمائے اور فرمایا میرے قلب پر دھیان کرو، واضح طور پر قلب سے ذکر کی آواز بندہ نے اور دوسرے ساتھیوں نے سنی، بعد میں حضرتؒ نے فرمایا کہ حقیقت میں یہ ذکرِ قلبی نہیں بلکہ یہ ایک مشق ہے۔ حقیقتاً ذکرِ قلبی یہ ہے کہ قلب میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور ساتھ ہونے کا دھیان ہو اور یہ دھیان معصیت سے روک دے اور اطاعت پر کھڑا کر دے۔

اسی طرح تربیت کے نتیجے میں حاصل شدہ نتائج میں بھی کچھ مقصود ہیں اور کچھ زوائد ہیں۔ مقاصد تو پہلے بیان شدہ باتیں ہی ہیں۔ کشفِ قبور (قبروں کا حال جان لینا)،

File Adress:

کشفِ صدور (دلوں کا حال جان لینا)، کشفِ کونی (دنیا میں آنے والے حالات کا جان لینا)، دم یا تعویذ گنڈے میں تاثیر ہونا، جنات پکڑنا اور دور کرنا، بیماریوں کو سلب کر لینا، تصرف سے دوسرے کے دل میں کچھ بات ڈال دینا، توجہ سے دوسرے کے دل کو ہلا دینا اور لوٹ پوٹ کر دینا اور ہوش وحواس اڑا دینا، ان کا مقصد کے ساتھ اور تعلق مع اللہ سے زیادہ واسطہ نہیں۔ آج کل مسمریزم، ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم، ارواح کو معطل کرنا، ارواح کو حاضر کرنا، ارواح سے رابطہ کرنا، وغیرہ اہلِ کفر بھی کرنے لگے ہیں اور مابعدالطبیعات (Metaphysics) اور پیراسائیکالوجی (Para-Psychology) کی شکل میں یہ چیزیں سامنے آ گئی ہیں۔ عامل حضرات کچھ آیات وظائف وغیرہ کا تکرار کر کے اور کچھ چلہ کشی وغیرہ کر کے نیز نمک، گوشت، میٹھے، وغیرہ سے پرہیز کر کے یہ چیزیں حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لئے ''عامل'' اور ''کامل'' میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ عامل ڈاکٹر ومعالج یا انجینئر یا وکیل کی طرح ایک فن کو سیکھے ہوئے ہے، جو ایک دنیاداری کا کام ہے اور جس کا ولایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، بلکہ اہلُ اللہ اس قسم کی قوتوں کو حاصل کرنے کی نیت کر کے مجاہدہ کرنے کو دنیاداری کہتے ہیں۔

اسی طرح دل پر رقت (نرمی) طاری ہونا، رونا دھونا، اذکار میں لطف ومزہ آنا، بغیر کوشش کے تہجد کیلئے خود بخود آنکھ کھل جانا، سچے خواب نظر آنا، جوش وخروش طاری ہونا، بلا ارادہ ھُو، حق کے نعرے نکلنا، یہ چیزیں محمود (اچھی) تو ہیں لیکن مقصود نہیں اور انسان کے اختیار سے باہر ہیں، کبھی ہوں گی کبھی نہیں ہوں گی۔ ان کا کمال کے ساتھ زیادہ تعلق نہیں۔ اسی بنا پر محققین بجائے ان چیزوں کے، ظاہر میں سنت کی پابندی اور باطن میں رذائل سے پاکیزگی اور فضائل سے متصف ہونے کو زیادہ دیکھتے ہیں۔ نیز افعال اور اعمال میں اللہ

File Adress:

تعالیٰ کے دھیان کا امتحان لیتے ہیں۔بعض مرتبہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مجلس میں خوب ھُوحق کے نعرے لگانے والے اور رونے دھونے والے افراد کے ساتھ جب معاملہ پیش آیا تو اوروں سے زیادہ دنیادار ثابت ہوئے۔اس لئے یہ محققین کا اصول ہے کہ انفعالات (رونا دھونا) مقصد نہیں بلکہ اخلاص والے اعمال مقصد ہیں۔

بعض سالکین کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ تقاضاہائے بشری مکمل طور پر ختم ہو جائیں اور اس کو وہ کمال سمجھتے ہیں۔جب تک یہ بات نہ ہوجائے وہ سمجھتے ہیں کہ اصلاح نہیں ہوئی اور کمال حاصل نہیں ہوا۔تو جاننا چاہئے کہ تقاضاہائے بشری موت تک ساتھ لگے رہیں گے، مکمل خاتمہ نہیں ہوگا۔بس اندر اٹھنے والے تقاضے کی پرکھ، کہ وہ شریعت کے موافق ہے یا نہیں، اور پھر اس تقاضے پر اگر شریعت کے خلاف ہے عمل نہ کرنا، اصلاح اتنی ہی چیز ہے۔

حقیقی تصوف صرف اتنی سی بات ہے کہ انسان کے عقائد درست ہو جائیں اور ان عقائد کا حال باطن پر طاری ہوکر پکا اور راسخ ہوجائے۔سالک عبادات کا پابند ہوجائے۔ معاملات میں محتاط ہوجائے۔باطن رذائل سے پاک ہوجائے۔باطن فضائل سے متصف ہوجائے۔کثرتِ ذکر سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان چھا جائے۔(جسے نسبتِ یاداشت بھی کہتے ہیں) جھوٹ، غیبت، چغلی اور اس طرح کے دوسرے گناہ جو اختیاری ہیں ان کو یکسر ترک کر دے۔اگر عادت ہے تو مشائخ سے تفصیلی مجاہدات پوچھ کر ان عادتوں کو دور کرے۔روزمرّہ کے کاموں میں سنتوں اور آداب کی پابندی حاصل ہوجائے۔

تو دین کی بنیاد اور اساس یہ دو چیزیں ہیں، یعنی شریعت جسے قرآن وحدیث کے نچوڑ یعنی فقہ کی شکل میں بیان کیا گیا ہے اور طریقت جو اس شریعت پر چلنے اور اس کے حقائق کو باطن میں حاصل کرنے کی عملی ترتیب ہے۔اس میں کسی بھی رخ کو نظرانداز کرنے سے دین کا درست فہم اور کامل شکل وجود میں نہیں آسکتی۔بغیر قرآن وسنت کے علم کی روشنی کے

File Adress:

تصوف زندقیت تک پہنچادیتا ہے، درست طریقت اور تصوف وہی ہے جو قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں ہو اور تصوف کے ذریعے شریعت کی حقیقت کو باطن میں حاصل کیے بغیر قرآن وحدیث کے علم سے اتنا فائدہ نہیں حاصل کیا جاسکتا جتنا کہ طریقت کے ساتھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ دین کوئی محض نظریاتی یعنی تھیوریٹیکل چیز نہیں ہے یہ تو عملی ترتیب ہے اور جنت ودوزخ اور سزا وجزا کی جو پوری ترتیب ہے وہ عمل ہی پر مرتب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

File Adress:

فرقہ بندی کے اسباب اور نقصانات

File Adress:

فرقہ بندی کی قباحت وشناعت، اسلام میں پہلی فرقہ بندی، فرقہ بندی کے اسباب اور نقصانات، برصغیر میں فرقہ بندی کے استعماری مقاصد، دینی اختلافات میں اعتدال کا طریق، علمی اختلاف کے باوجود مسلکی اعتدال کی چند مثالیں، اور ان جیسے کئی مفید اور ضروری عنوانات پر عہد حاضر کے مقتضایات کے مطابق ایک اہم وعظ، جس پر عمل میں امت کی نجات معاشرتی امن اور مسلکی رواداری کی ضمانت ہے۔

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران:۱۰۳)

اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے تاکید فرمائی ہے کہ اللہ کی رسی یعنی دین کو مضبوطی سے پکڑو، اور آپس میں تفرقہ نہ پھیلاؤ۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ آپس میں فرقہ بندی سے بچو، ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اب میرے بھائی! ایک ضروری بات میں نے کہنی ہے، اُسے غور سے سنیں، وہ یہ ہے کہ اہلِ کفر نے اور یہود نے جب اِس بات کو دیکھا ہے کہ اسلحہ سے اور فوجوں سے ہم مسلمانوں کو ختم نہیں کر سکتے ہیں تو انہوں نے ایک اُصول کو لیا ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، لہٰذا انہوں نے طے کیا کہ اِن کو آپس میں ایک دوسرے سے لڑا کر ختم کرنے کا بندوبست کیا جائے۔

اسلام میں پہلی فرقہ بندی

اس میں پہلی سازش یہودیوں نے عبداللہ بن سبا کی شکل میں کی ہے جس نے دورِ فاروقی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہمی اختلاف ڈالنے کا کام شروع کیا ہے لیکن چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گہری بصیرت اور اعلیٰ معرفت والے لوگ تھے لہٰذا وہ اس کے سازشی طبیعت اور نظریات کو جان گئے تھے۔ کیونکہ یہ صحابہ کی شوریٰ میں سامنے آنے والے اختلافی آراء کو لے کر تشویش پھیلاتا تھا، جن صحابہ کی رائے کے خلاف فیصلہ ہو جاتا ان سے

File Adress:

ہمدردی جتلاتا اور باور کروانے کی ناکام کوشش کرتا کہ رائے تو آپ ہی کی معتبر تھی لیکن اس کی قدر نہیں کی گئی۔ صحابہ کرام کو اندازہ ہوا کہ یہ شخص ان باتوں کی آڑ میں ہمارے درمیان پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مدینہ سے نکال دیا اور یہ شام چلا گیا، شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر تھے، وہ بھی پایے کے صاحب بصیرت تھے، انہیں بھی جلد ہی اندازہ ہوا کہ اس شخص کی نیت میں فتور ہے، اس لیے انہوں نے بھی اسے شام سے نکال دیا، یہاں سے یہ مصر آیا اور اُس نے اپنا ہدف دورِ عثمانی میں مکمل کیا۔ مصر میں نوجوانوں کے جتھے کو اس نے اپنے اعتماد میں لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک منظم بغاوت کروائی۔ صحابہ کرامؓ کے نوجوان اولاد ہی کے ہاتھوں اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا۔ تکوینی امر تھا کہ قاتلین عثمان سے قصاص کے معاملہ پر امت کی دو قدآور شخصیات حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اتفاق رائے نہ ہو سکا۔ ہر دو حضرات اور ان کے متبعین کی آراء کے اختلاف سے سبائی تحریک نے اپنے فوائد سمیٹنے کی منصوبہ بندی کی اور پوری کوشش رکھی کہ ان دو گروہوں کا کسی ایک نکتے پر کبھی اتفاق نہ ہو سکے، بلکہ یہ اختلاف مسلح ٹکراؤ کی شکل اختیار کر لے تاکہ ان کے اہداف کی تکمیل مزید آسان ہو۔

چونکہ یہ اختلاف شخصیات کی بجائے عالم اسلام کے دو طاقتور سیاسی خطوں شام اور عراق کی گلی گلی تک پھیل چکا تھا اور اس دور میں مواصلات کے ایسے جدید ذرائع تو تھے نہیں کہ سب لوگوں کو ایک ہی بات بروقت پہنچانا آسان ہو، اس لیے یہ لوگ اسے مسلح ٹکراؤ تک لانے میں کامیاب ہوئے، انہوں نے جنگ جمل بھڑکائی، پھر جنگ صفین ہوئی، انہوں نے خوارج کا ایک گروہ کھڑا کیا، اور انہی کے ذریعے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو پانچ سال تک لڑایا۔

File Adress:

اہلِ خیر کی کوششوں سے صلح ہوئی۔ جب حضرت علیؓ نے صلح کر لی تو بارہ ہزار خارجی کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے کہا: ہم تو حیدی ہیں اور قرآن ہمیں آتا ہے اور اِس حضرت علیؓ کو نعوذ باللہ قرآن نہیں آتا ہے اور اِس نے جو صلح کی ہے قرآن کے خلاف صلح کی ہے۔ یہ خارجی عقیدۂ توحید پر منظم ہو کر کھڑے ہوئے۔ بارہ ہزار نے جو حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے، انہوں نے بغاوت کی اور بغاوت کرنے کے بعد انہوں نے کہا: فیصلہ قرآن پر ہوگا۔ حَکَم جو ہے وہ قرآن ہے، حضرت علیؓ نے قرآن کو لا کر رکھا اور کہا: اے قرآن اُٹھ کھڑا ہو، ان کے درمیان فیصلہ کر، پھر جو سمجھدار لوگ تھے سمجھ گئے کہ قرآن نے تو فیصلہ نہیں کرنا ہے قرآن کی تعلیمات کے عالم نے فیصلہ کرنا ہے اور عالم اب خارجی ہوگا یا حضرت علیؓ ہوگا جو کہ براہِ راست شاگرد ہے حضور ﷺ کا۔ یہ سارے بارہ ہزار خارجی نہروان میں جمع ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی جو تفسیر کے بہت بڑے عالم ہیں، سے کہا کہ جا کر اِن کے ساتھ مذاکرات کرو اور اِن کو سمجھاؤ اور ان کو بغاوت سے روکو۔ انہوں نے جا کر مذاکرات کیے، چار ہزار کو توبہ تائب کر لیا۔ پھر مذاکرات کیے یہاں تک کہ چار ہزار مزید توبہ تائب تو نہیں ہوئے لیکن فساد چھوڑ کر چلے گئے اور چار ہزار میدانِ جنگ میں منظم ہوئے اور لڑے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ نہروان میں فسادی لوگ جمع ہوں گے اور میری اُمت کا افضل طبقہ اُن کے خلاف جہاد کرے گا اور اُن کا خاتمہ کرے گا۔ اُن میں ایک آدمی کا نام لیا کہ خارجیوں میں فلانا اُنجا ہوگا، لنجا یعنی اُس کا ایک بازو نہیں ہوگا۔ اُس کے بازو کی جگہ پر گوشت کا بہت بڑا ٹکڑا ہوگا، اُس کو جب کھینچیں گے، اتنا لمبا ہوگا جتنا بازو ہوتا ہے اور چھوڑیں گے تو پھر اپنی جگہ پر آ جائے گا۔ حضرت علیؓ اپنے لوگوں کو لے کر گئے، نہروان میں جنگ ہوئی، شدید جنگ ہوئی اور اس کے نتیجے میں خارجیوں کی کمر ٹوٹی، اُن کا خاتمہ ہوا۔ پھر

File Adress:

جب لاشیں گریں تو آپ نے کہا: اِس میں سے فلانے کو نکالو ''البدایہ والنہایہ'' میں اُس کا نام لکھا ہوا ہے انہوں نے کہا: نہیں ملا جی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نہروان ہے کہ نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ پھر وہ آدمی ضرور ہوگا ایسے تو نہیں ہوسکتا کہ علی نے فساد کیا ہو اور خواہ مخواہ لوگوں کو قتل کیا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے بغیر قتل کیا ہو۔ پھر ڈھونڈا، پھر نہیں نکلا، پھر آپ نے کہا پھر ڈھونڈو، تو تیسری بار ڈھونڈنے سے لاشوں کے نیچے سے نکلا، واقعی اُس کا ایک ہاتھ لنجا تھا اس کو کھینچا تو بازو کے برابر لمبا ہوگیا، اُس کو چھوڑا تو اپنی جگہ پر چلا گیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمد اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق میں نے خارجیوں کا خاتمہ کر دیا۔

عبداللہ بن سبا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے چالیس ساتھیوں سمیت آگ میں جلایا۔ لیکن اس بدبخت کی جڑیں اتنی گہری تھیں کہ اس نے عالم اسلام میں دو سیاسی فرقوں سبائیت اور خارجیت کی بنیاد رکھ دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ان کی سیاسی قوت پاش پاش کر دی، تو انہوں نے اپنا رنگ تبدیل کر دیا، اپنی پالیسی بدل دی اور علمی راستوں سے عالم اسلام پر حملہ کی تیاری شروع کر دی، سبائیوں اور خارجیوں نے اپنا علمی مواد ترتیب دیا اور اپنے پورے خود ساختہ مذہب ایجاد کیے۔ جس میں اسلام کی اپنی فکر سے مکمل روگردانی تھی، یہ یہود کی ترتیب ہے کہ ان گمراہ علمی بنیادوں پر ایسے لوگوں کو امت میں کھڑا کیا جائے جو اصلی، اصلاحی اور دینی تحریکوں کو بنیادی چیزوں سے ہٹا کر ایسی فالتو بحثوں میں اُلجھا دیں جو وقت کو ضائع کرنے والی ہوں اور اُمت کو فائدہ پہنچانے والی نہ ہوں۔ یہود نے اسلامی تاریخ میں پہلی فرقہ بندی سبائیت اور خارجیت کے ذریعے کروائی، خارجیوں میں سے ایک طبقہ اہل بیت کا دشمن بنا اس کو ناصبی کہتے ہیں۔ ان طبقوں نے اپنا علم العقائد، علم الکلام، اپنی فقہ اور اپنے ذخیرہ احادیث جمع کیے، ظاہر ہے کہ یہ اسلام کے خلاف

File Adress:

جب ایک سازشی تھیوری کا نتیجہ تھے تو ان کا ترتیب دیا ہوا علمی ذخیرہ بھی جعلی ہوگا۔

معتزلہ کا ظہور

دوسرے دور میں یہودیوں نے ایک دوسرے طبقے کو کھڑا کیا جس کو معتزلہ کہتے ہیں۔انہوں نے یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر احکام شریعت میں وحی کی بجائے عقل کو حاکم تسلیم کیا،انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں عقلی بحثیں شروع کر دیں۔وہ یہ بحث کرتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے۔اس مسئلہ پر پوری پوری کتابیں لکھ ماریں اور ناسمجھ علماء کو اپنا ساتھی بنالیا یہاں تک کہ خلیفہ معتصم باللہ کو بھی اپنا ساتھی بنالیا اور یوں لگ رہا تھا کہ سلطنت عباسیہ ساری معتزلی ہوگئی اور معتزلہ کا سیاسی غلبہ ہوگیا۔جو علمائے حق تھے، جو لوگوں میں اصلاح کا کام کر رہے تھے، امت کو سنبھال رہے تھے، ان کو لالا کر کوڑے مار مار کر شامت کر دی اور یہ معتزلہ درباری ،خوشامدی مولوی بن کر بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے ۔امام احمد بن حنبلؒ جیسی دنیائے اسلام کی بڑی شخصیت کو گرفتار کرلیا گیا اور روزانہ ان کو لا کر کوڑے مارتے رہے کہ معتزلہ کا مسلک اختیار کرلو۔وہ کہتے کہ امیر المؤمنین! یہ لوگ غلط کہہ رہے ہیں، یہ امت کو تباہ کر رہے ہیں، میں کیسے مانوں؟ بیوقوف اور سادہ لوح مخلص نیز مفاد پرست ان کے ہاتھ آئے ہوئے تھے۔امام احمد بن حنبلؒ کی عزیمت سے یہ فتنہ دبا حتی کہ آج معتزلہ کا نام ونشان باقی نہیں۔جبکہ امام احمد بن حنبلؒ کے نام لیوا آج بھی کروڑوں میں ہیں۔

برصغیر میں فرقوں کے ظہور کا پس منظر

ہمیشہ کے لئے جب دیکھیں کہ آدمی ایسی ترتیب کو بول رہا ہے جس کا اصلاحِ نفس، فلاح انسانیت اور انسان کی شخصیت کی تعمیر کے ساتھ تعلق نہیں ہے،اس کے پس پردہ امت کو توڑنے کی فکر کام کر رہی ہوگی۔جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں کہ بشر؟ یا اللہ! اب آپ سوچیں

File Adress:

کہ یہ کوئی بات ہے بحث کرنے کی۔ساری امت کہتی ہے کہ نور کیا ہے آپ ﷺ نورٌ علی نور ہیں۔ایک تو نور ہے خالق کا، وہ تو اللہ کا نور ہے مخلوق نہیں، چونکہ حضور ﷺ مخلوق ہیں۔بلکہ افضل الخلائق ہیں، لہٰذا ان کا نور مخلوق ہے، مخلوق خالق نہیں ہوسکتی اور باقی جتنے انوارات اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے زمین و آسمان میں، وہ حضور ﷺ کے نور کی برکت سے پیدا کیے۔لہٰذا وہ مہانور ہوئے۔اس پر تو بحث ہی نہیں ہے۔اب اس بات کا تعمیر شخصیت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ لیکن اس کو انگریزوں نے شروع کرایا تاکہ مسلمان دو طبقوں میں بٹ کر لڑیں اور اُن کا مقصد انہوں نے حاصل کرلیا۔

ایک آدمی مسلمان ہوا، محمد حسین بٹالوی اُس کا نام تھا، بڑا محنتی تھا، اس نے تفسیر پڑھی ،حدیث پڑھی، جب فقہ کو پڑھنے لگا تو فقہ تو مشکل تھا، کیونکہ قرآن وحدیث کی ساری گہرائی فقہ کی شکل میں سامنے آئی ہے۔فقہ پڑھتے ہوئے یہ پریشان (confuse) ہوگیا۔اپنی اس پریشانی (confusion) کے بارے میں بولنے لگا۔انگریزوں کی حکومت تھی، ان کو اندازہ ہوا کہ یہ آدمی تو اچھا خاصا اختلاف پیدا کرسکتا ہے۔آدمی مخلص تھا، ایجنٹ نہیں تھا، ایسے حالات اُسے مہیا کئے گئے کہ اُس نے اچھا خاصا اختلاف پیدا کردیا۔کوئی بھی دین کا کام کرنے والا آدمی جب خوفِ خدا، اصلاحِ اعمال اور فکر آخرت کے بجائے ایسے اختلافی موضوعات کو چھیڑ رہا ہو تو سمجھ جائیں کہ یہ کفار کا خریدا ہوا نمائندہ (Paid Agent) ہے یا یہ سادہ لوح، احمق (Innocent,Idiot) نمائندہ ہے جس کو کوئی پیسے لیا ہوا آدمی استعمال کر رہا ہے۔آخری عمر میں محمد حسین بٹالوی کو فقہ کا فہم پیدا ہوا، تقلید نہ کرنے کی حسرت ہوئی لیکن پھر کچھ نہ کرسکا کیونکہ اُس نے اہلحدیث کا ایک طبقہ کھڑا کردیا تھا۔

ایک دفعہ خیبر میڈیکل کالج کے ایک اہلحدیث (saperintendent) نے میرے سامنے امام ابوحنیفہؒ کو برا کہا، میں نے کہا: اے فلانے! اگر تیری جگہ مولانا ثناء اللہ

File Adress:

امرتسری صاحب ہوتے (جو اہلحدیث کے بڑے عالم گزرے ہیں) تو وہ کبھی یہ بات نہ کرتے جو تو نے کہی ہے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو اُس کا سر جھک گیا اور پھر بات نہ کر سکا۔ واقعی ثناءاللہ امرتسری صاحب اور لاہور کا اہلِ حدیث کا غزنوی خاندان اپنے مسلک پر چلتے ہوئے دوسروں کو برا بھلا کہنے سے گریز کرتے تھے۔

مسلکی رواداری: چند واقعات

یہ جو غزنوی خاندان تھا، مولانا داؤد غزنوی، ابوبکر غزنوی حضرات تو باقاعدہ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس حصولِ فیض و برکات کیلئے آتے تھے۔ لاہور میں عیدگاہ کی نماز فقط اہلحدیث پڑھتے تھے۔ اہلسنت والجماعت کا عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا بندوبست نہیں تھا اور عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے اور آج تو حالات بہت مجبوری کے ہو گئے، تکلیف کے ہو گئے، اس لئے مسجد میں پڑھنے کی اجازت کی ہوئی ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ ان کے پاس عید کی نماز پڑھنے کیلئے جاتے تھے۔ ایک دن داؤد غزنوی صاحب وضو کر رہے تھے، سخت سردی میں اور جرابیں اتار کر انہوں نے پیر دھوئے۔ دوسرے اہلحدیث نے کہا کہ آپ نے جرابوں پر مسح نہیں کیا جرابوں پر تو مسح جائز ہے۔ انہوں نے کہا: مسح تو میں کر لیتا لیکن میرے پیچھے احمد علی لاہوری صاحب عید کی نماز پڑھنے کیلئے آیا کرتے ہیں، ان کے لحاظ کی وجہ سے پیر دھوتا ہوں تا کہ میرا وضو حنفی ترتیب پر ناقص نہ ہو۔

ایک دفعہ انہوں نے مولانا احمد علی لاہوریؒ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ اُن کی ملاقات میں مغرب کی نماز آ رہی تھی۔ احمد علی لاہوری صاحبؒ نے اپنے دو آدمیوں سے کہا کہ یہ امین بالجہر کرتے ہیں، تم ان کے دائیں بائیں کھڑے ہونا زور سے آمین کہہ دینا تا کہ ان کو اجنبیت محسوس نہ ہو۔ تو وہ آدمی بڑے سیدھے سادے تھے کہ جب امام نے کہا: والضالین تو انہوں نے اتنے زور سے آمین کہا کہ ساری مسجد سر

File Adress:

پہ اٹھالی۔مرید تو ماشاءاللہ جان دینے والے ہوتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ زور سے کہنا ہے تو انہوں نے اپنا پورا زور لگایا، جب نماز پڑھی گئی تو غزنوی صاحب کو بڑا افسوس ہوا کہ کیسے اہلحدیث کھڑے تھے، اتنے زور سے کوئی آمین کہتا ہے، ساری مسجد کو پریشان کر دیا ہے۔آ کر ملے، انہوں نے کہا: حضرت! آمین بالجہر ہم بھی کرتے ہیں مگر اتنا زور سے نہیں کرتے ہیں جتنا زور سے یہ کرتے ہیں۔ان کو پتا نہیں تھا کہ وہ تو ان کی دلداری کیلئے کھڑے کیے گئے تھے۔تو یہ ایک لحاظ تھا تا کہ ایک مسلمان بھائی آنے والا ہے وہ پریشان نہ ہو اور ہمارا کیا حال ہوتا ہے میں آپ کو سچ بتاؤں ہم کام اللہ کی رضا کیلئے نہیں کر رہے ہوتے، ہم کام آخرت کیلئے نہیں کر رہے ہوتے، ہم کام نفس کیلئے کر رہے ہوتے ہیں اور اپنی انا کیلئے کر رہے ہوتے ہیں اور اپنی بات کو اوپر کرنے کیلئے کر رہے ہوتے ہیں۔

ہمارے علاقہ میں ایک محاورہ ہے کہ ''میری ٹانگ اوپر ہے۔'' میری ٹانگ اوپر ہے ایسا محاورہ ہے کہ دو آدمی کشتی لڑ رہے تھے، ایک نے دوسرے کو گرا دیا، نیچے والے نے ٹانگ اوپر کر دی۔تو اوپر والے نے کہا: اُمے پر زوالے کنہ "گرایا ہے نا میں نے، پچھاڑا ہے میں نے"۔تو اس نے کہا: خپہ خو اوس ھم زما او چتہ دہ۔ٹانگ اب بھی میری اوپر ہے۔آگے سے بھی پٹھان تھا اُس نے کہا: اَو خپہ خو دے برا دہ خو اودس ماتی زے خو دے لاندے دے۔تو اس نے کہا: ٹانگ تو تمہاری اوپر ہے لیکن قضاء حاجت کی جگہ تو نیچے ہے۔

چلیں ایک اور لطیفہ آپ کو سناؤں، میری طرح ایک دیہاتی تھا اردو والوں میں پھنس گیا کہیں۔تو ایک دوسرے سے کہتا ہے، تشریف رکھو جی، تشریف اٹھاؤ جی۔اغا پوی شو چہ او دس ماتی زے تہ تشریف وای (وہ سمجھ گیا کہ قضائے حاجت کی جگہ کو تشریف کہتے ہیں)۔تو اس سے کسی نے پوچھا کہ کم زے کے درد دے؟ (کہ کہاں درد ہے؟) تو

File Adress:

اس نے جواب دیا کہ جی تشریف کے میں درد دے (تشریف میں درد ہے)۔

فرقہ بندی روحانی رذائل کا سبب

تو بھائی عرض یہ ہے کہ ہم کام اپنے نفس کیلئے کرتے ہیں، ریا کیلئے کرتے ہیں، اپنی گروہ بندی کیلئے کرتے ہیں کہ میرا گروہ زیادہ ہوجائے، انا کیلئے کرتے ہیں، اس لئے ہم فساد کرتے ہیں اور میں آپ کو ایک اصول بتاؤں تبلیغ دین کہتے ہیں اللہ کے تعلق اور معرفت اور توحید کو پھیلانا، حضور ﷺ کی محبت اور اتباعِ سنت کو پھیلانا، ہمدردی، اخلاص، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ان کے فضائل بیان کرکے ان کو پھیلانا، یہ تو تبلیغ ہے اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے کہ نہیں پڑھنی چاہیے؟ اس پر جھگڑے کرنا! یہ میرے بھائی تبلیغ نہیں ہے۔

دو واقعات میں آپ کو بڑے عجیب سناؤں۔ انگریزوں کی حکومت کے دور میں اتنا جھگڑا ہوا اہل حدیث اور حنفیوں کا کہ انہوں نے مقدمہ انگریز کی عدالت میں دائر کردیا کہ آمین بالجہر، آمین بالسر، زور سے آمین کہنا اور آہستہ آمین کہنا، اس پر مقدمہ دائر ہوا، دونوں اطراف نے دلائل دیئے۔ انگریز جج تھا، اس نے اس سارے مسئلہ کو متقدمین کی کتابوں سے ریسرچ کرکے پڑھا اور پوری طرح سمجھا، پھر اس نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے پیغمبر ﷺ کی حدیثوں سے اور آپ کے قرآن پاک کی آیتوں سے میں یہ سمجھا ہوں کہ آمین بالسر، آہستہ کہنا بھی درست ہے اور آمین بالجہر زور سے کہنا بھی صحیح ہے، دونوں کے بارے میں حدیثیں ہیں اور ان دونوں پر بلا نزاع صدیوں سے عمل چلا آرہا ہے اور مجھے ایک تیسری آمین کی قسم سمجھ آئی ہے ساری بحث سے اور وہ ہے آمین بالشر۔ آمین بالسر، آمین بالجہر اور آمین بالشر۔ تو یہ مقدمہ جو تم لے کر آئے ہو یہ آمین بالشر کا ہے۔ وہ انگریز اتنا سمجھدار تھا کہ اس نے ان بیوقوف مسلمانوں کو سمجھایا کہ ایک بھی تمہارے پیغمبر کے ہاں جائز ہے دوسرا بھی تمہارے پیغمبر کے ہاں جائز ہے، ہاں! جو تم زور سے کہتے ہو وہ بھی جائز ہے یہ

File Adress:

نہیں کہ میں ٹھیک ہوں دوسرا غلط ہے اور جو آہستہ کہتا ہے وہ بھی جائز ہے اس کو بھی نہیں کہنا چاہیے کہ میں ٹھیک ہوں دوسرا غلط ہے۔ اس لیے ہم اہل سنت والجماعت چاروں اماموں کے پیروکار کبھی یہ نہیں کہتے کہ شافعی، حنبلی جو زور سے آمین کہتے ہیں یہ غلط ہے، ہم کبھی نہیں کہتے۔ جب بھی ہم نام لیتے ہیں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اللہ کے نیک بندے ہیں، انہوں نے دلائل کی روشنی میں بات کی ہے۔ لہٰذا کوئی ان کی تقلید کر کے مان کر چل رہا ہے وہ ٹھیک ہے۔

جزوی اختلافات میں تشدد ممنوع ہے

اہلِ حدیث کی یہ کمزوری ہے کہ ہم ٹھیک ہیں تم غلط ہو۔ حالانکہ یہ فقہی اختلاف اور جزوی اختلاف ہے۔ جزوی اختلاف کی اجازت خود حضور ﷺ نے اپنے سامنے صحابہ کرامؓ کو دی ہے۔ غزوہ خندق کے بعد بنی قریظہ کا محاصرہ ہوا کیونکہ انہوں نے سازش کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سارے کے سارے عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھیں کیونکہ محاصرہ کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تیزی سے چلے، راستے میں ایسے حالات ہو گئے کہ اگر عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھتے ہیں تو نماز قضا ہوتی ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے وہاں جا کر پڑھو۔ صحابہ کرامؓ دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک گروہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھو لہٰذا ہم عصر کی نماز وہاں پڑھیں گے، قضا ہوتی ہے کہ ادا ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا منشا یہی ہے۔ دوسرے گروہ نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کا منشا یہ تھا کہ تیزی سے چلو تا کہ عصر کی نماز وہاں پہنچ جائے، نماز قضا کرنے کا مطلب آپ ﷺ کا نہیں تھا۔ لہٰذا ہم نماز راستے میں پڑھیں گے اور پھر تیزی سے چل کر وہاں پر پہنچیں گے۔ تو ایک گروہ نے نماز وہاں جا کر قضا پڑھی، ایک نے راستے میں ادا پڑھی۔ ان دونوں کی کارگزاری جب حضور ﷺ کے سامنے آئی تو آپ ﷺ نے یہ

File Adress:

نہیں فرمایا کہ اِن کی تشریح ٹھیک ہے اُن کی غلط ہے۔لہٰذا اس سطح والا آدمی جس کا علم پختہ ہو فہم گہرا ہو، تقویٰ اعلیٰ درجہ کا ہو اور قرآن وحدیث سے براہ راست مسائل نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہو، جسے امام یا مجتہد کہتے ہے، اس مجتہد کو تشریح کا اختیار آیت:

وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن۔

میں يَتَفَكَّرُوْن نے دیا ہوا ہے۔مجتہد اخلاصِ نیت سے جو تشریح کرے وہ شریعت کا حصہ ہے اور اس پر عمل کرتے ہوئے کوئی گناہ گار نہیں ہوتا۔اگر چہ اس سے خطا ہو گئی ہو، ہاں جب خطا پر آگاہ ہو تو اسے چھوڑ دیں، لہٰذا کسی کی تقلید کرنی پڑے گی۔

ایک دفعہ عبداللہ بن مسعودؓ جو بڑے ماہرِ فقہ صحابی ہیں، کوفہ کا مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ نے چلایا ہے۔کوفہ حضرت علیؓ کا دار الخلافہ تھا، ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کی گدی پر عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھے ہیں۔فقہ حنفی عمرِ فاروقؓ، حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا فقہ ہے۔ان تین صحابہ کی تشریحات پر فقہ حنفی مدون ہوا ہے۔عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ امیر معاویہؓ ایک وتر پڑھتے ہیں اور آپ تین وتر پڑھتے ہیں تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں ٹھیک ہوں وہ غلط ہیں۔بلکہ انہوں نے کہا: وہ بھی مجتہد ہیں۔لہٰذا مجتہد جس بات کو کرتا ہے وہ دین ہے، میرا تین پڑھنا بھی ٹھیک ہے اور اُن کا ایک پڑھنا بھی ٹھیک ہے۔

تو جو آدمی ان باتوں کو اچھال کر ان پر لوگوں کو جمع کر کے اور ان باتوں کی تشریح کر کے اور ان پر لوگوں میں اختلاف ڈال کر دوسروں کو غلط کہہ رہا ہو سمجھ جائیں کہ یہ جہالت کی ترتیب چلا رہا ہے اور کفر والوں کا مقصد حل کر رہا ہے، اختلاف ڈال کر۔اور جو توحید، رسالت، اعمال، فضائلِ اعمال، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، شخصیت کی تعمیر، شخصیت کو درست کرنا، اس کو کر رہا ہے سمجھ جائیں کہ یہ تبلیغ کر رہا ہے، تزکیہ کر رہا ہے، دین کو پھیلا رہا ہے۔

File Adress:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ فلاں آدمی رشتے کی خاطر اہلحدیث ہوگیا۔انہوں نے فرمایا کہ اس آدمی کے ایمان کے ختم اور سلب ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ یہ مفاد کیلئے ہوا ہے۔اگر اس کا دل اہلحدیث کے دلائل پر مطمئن ہوا ہوتا کہ یہ زیادہ ٹھیک ہیں، ان کی بات زیادہ سنت کے قریب ہے، زیادہ اللہ کی رضا اس میں ہے اور اس کو اختیار کیا ہوتا، پھر پروا نہیں تھی لیکن مفاد کیلئے اختیار کیا ہے۔

اکابر کی ترتیب پر چلیں

یہ بات بھی میں آپ کو کہہ دوں کہ دین پر کبھی پیسے لے کر کام نہ کریں، میری طرح مولوی کو بڑی بڑی پیشکشیں (offers) آتی ہیں، ہزاروں لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں آتی ہیں کہ ہماری ترتیب کو اگر لے کر چلو تو ہم بھی آفر تمہیں دیں گے۔ہم کہتے ہیں کہ ہم خوار تو اسی طریقے پر جو بزرگوں نے ہمیں سمجھایا ہے کام کریں گے اور اللہ کی ذات سے اس بات پر یقین ہے کہ کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری کسی ضرورت کو نہیں روکا ہے، ہر ضرورت کو اللہ تعالیٰ نے وقت پر پورا کیا ہے۔لہٰذا ان اختلافات میں کبھی نہ پڑیں۔کثرتِ ذکر کی طرف آئیں، نوافل کی طرف آئیں، نماز کی طرف آئیں، اپنی اصلاح کی طرف آئیں۔ اعمال کا پابند کرنے والی کتابیں ہیں مثلاً حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی فضائل نماز کو پڑھیں، فضائل ذکر کو پڑھیں، فضائل قرآن کو پڑھیں۔اصلاحِ نفس کی طرف متوجہ ہوں۔ تنبیہ الغافلین لکھی ہے علامہ فقیہ ابواللیث ثمرقندیؒ نے، تاکہ لوگ پڑھیں اللہ کا ڈر پیدا ہو، اللہ کا خوف پیدا ہو، عمل پر آئیں۔امام نوویؒ کی کتاب ریاض الصالحین کو پڑھیں ،فضائل اعمال کا بہترین مجموعہ اور فکر پیدا کرنے والی کتاب ہے۔فتوح الغیب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیانات کا مجموعہ ہے قرآن وحدیث کی تشریح ہے جس سے اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے، اللہ کا ڈر پیدا ہوتا ہے، اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ان کو پڑھنے کے بعد آپ

File Adress:

کا عمل درست ہوگا اور اختلاف والوں کے ساتھ لگے تو نرے تحریکی بن جاؤ گے، نہ اپنے کو فائدہ دو گے نہ امت کو فائدہ دو گے، بلکہ مسلمان کی نفرت اور مسلمان کی عداوت، مسلمان کو نقصان پہنچانے کا جذبہ دل میں پیدا ہوگا۔

مسلکی تعصب اور منافرت کی وجہ

صوابی کے علاقے کے اشاعتی بہت تنگ کر رہے تھے تو ہم نے ایک عالم کو متعین کر کے اُن کو سمجھانے کے لئے کتاب لکھوائی۔ اس نے زبردست تحقیقی کتاب لکھی۔ کتاب جب ان لوگوں کے پاس گئی تو انہوں نے بجائے دلائل سے جواب دینے کے کہا کہ اس کے بارے میں شکایت کرو تا کہ اس عالم کو فوج کی سرکاری نوکری سے نکالا جائے، کیونکہ اس نے بغیر سرکاری اجازت کے یہ کتاب لکھی ہے۔ میں نے کہا: یہ وہ نفسانی اور فسادی ترتیب ہے جس پر وہ چل رہے ہیں کیونکہ ان کو اصلاحِ نفس حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ جب ایک عالم دین نے دلائل کے ساتھ بات کی تھی تو اس کی بات کا دلائل سے جواب دیتے یہ تو دین کی تشریح تھی اور اس کے مقابلے میں یہ اسے دنیاوی نقصان پہنچانے کے پیچھے پڑ گئے یہ تو نفس کے حسد کے جذبے کے تحت استعمال ہو رہے ہیں کیونکہ یہ مسلکی تعصب ہے جو زہر قاتل ہے۔ اپنے مسلک پر تصلب تو درست ہے کہ انسان سختی سے اس پر عمل پیرا ہو لیکن تعصب درست نہیں کہ صرف مسلک کی بنیاد پر دوسرے مسلک والوں کو تکلیف دینے کے درپے ہو جائے اور انہیں نقصان پہنچائے۔ ہمارے ڈاکٹر حضرات سے میں کہتا ہوں کہ آپ کے پاس علاج کے لیے ہر مسلک کے لوگ آئیں گے، خدمت خلق کی نیت سے سب کی ضروری خدمت کیا کریں، اس میں مسلک کو کبھی آڑ نہ بنائیں۔ تو سچ بات ہے ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے اور میری اصلاح نہیں ہوئی ہے تو کیا حاصل ہوا؟ کچھ بھی تو حاصل نہیں ہوا اور خدانخواستہ ساری دنیا جہنم میں چلی جائے لیکن ہم نے اپنی اصلاح کی ہو تو مقصد تو حاصل

File Adress:

ہوگیا۔لہٰذا اس بات کو یاد رکھیں کہ اختلافی باتوں کو اشتہاروں کی شکل میں، کتابوں کی شکل میں اور مجمعوں کے سامنے کھڑے ہوکر بیان کرنا اور اس پر ٹکڑوں میں تقسیم کرنا اور ایک دوسرے کو لڑوانا یہ یہود کی اور معتزلہ کی ترتیب ہے، کوئی آدمی بھی اس طرح استعمال ہورہا ہو سمجھ جائیں کہ یہ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے یا بد باطنی کی وجہ سے پیسے لے کر کفر والوں کی ترتیب پر استعمال ہورہا ہے۔ ہمیشہ وہ گروہ جو پھیل نہ رہا ہوں اور تھوڑا ہو اس کو اس طرح کی فسادی باتیں کرنی پڑتی ہیں۔ ایک کے خلاف بولنا، دوسرے کے خلاف بولنا، ایک کے خلاف لکھنا دوسرے کے خلاف لکھنا ان کا خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسے ہماری پذیرائی ہوجائے گی۔

مسلک اعتدال میں امت کا بچاؤ ہے

میں نے آپ سے کہا تھا کہ انگریز کی عدالت کے دو مقدمے سناؤں گا۔ ایک مقدمہ تو میں نے آمین بالشر والا سنا دیا۔ دوسرا اس طرح کا مقدمہ تھا کہ مسلمانوں کے ایک طبقے نے علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگایا ہوا تھا اور اُن کے خلاف مقدمہ بھی دائر کیا ہوا تھا۔ انگریز جج جو تھا وہ بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے سوچا کہ ان بریلویوں نے ان دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، اِن سے اُن پر کفر کا فتویٰ لگواؤ تاکہ سارے کافر ہوں۔ تو اس نے دیوبندیوں سے کہا کہ ان لوگوں نے آپ کو کافر کہا ہے جب کوئی مسلمان کو کافر کہہ دے تو خود کافر ہوجاتا ہے لہٰذا اب فتویٰ لگانے والے کافر ہوگئے۔ دیوبند والوں کی طرف سے پیش ہونے والے محقق عالم تھے۔ انہوں نے کہا: نہیں یہ ہمیں کافر کہنے پر کافر نہیں ہوئے ہیں۔ جج نے پوچھا: کیوں؟ یہ حدیث میں نہیں آیا ہوا کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہوجاتا ہے؟ انہوں نے کہا: بالکل آیا ہوا ہے حدیث میں کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہوجاتا ہے لیکن یہ ہمیں کافر کہنے پر کافر نہیں ہوئے ہیں۔ جج بڑا حیران ہوا: پوچھا کہ وہ

File Adress:

کیسے؟ آپ حدیث کے خلاف کہہ رہے ہیں۔تو انہوں نے کہا: اگر آدمی اس بات کو جانتا ہو کہ یہ کافر نہیں ہے اور پھر کافر کہہ رہا ہو اس پر کافر ہوتا ہے۔ جب کہ یہ لوگ اخلاص سے ہمیں کافر سمجھتے ہوئے ہمیں کافر کہہ رہے ہیں لہٰذا ہمیں کافر کہنے سے یہ کافر نہیں ہوتے۔ جج بڑا حیران ہوا کہ اس طرح کے آدمی اُمت کو سنبھالا کرتے ہیں اور یہ پہلا گروہ جس نے کفر کا فتویٰ لگایا ہوا ہے، اس طرح کے لوگ کلہاڑا لے کر خود اپنے پیر پر مار کر اپنے کو تباہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

جس وقت مسلمان بیت المقدس کو لے رہے تھے تو عیسائیوں کے پادری جمع ہو کر مناظرہ کر رہے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا پیشاب پاک تھا یا ناپاک؟ اگر وہ گدھا زندہ ہوتا کسی وقت پیشاب لگنے کا خطرہ ہوتا تو پھر مسئلہ بیان کرتے تو کوئی بات بھی تھی۔ اب وہ گدھا جب مر گیا ہے دنیا سے چلا گیا ہے، ہے بھی نہیں تو اس کے پیشاب کا حکم معلوم کر کے کیا کرنا ہے۔ لیکن اتنے ان کے پادری بے وقوف تھے کہ وہ اس پر اپنے گرجا میں مناظرہ کرنے بیٹھے ہوئے تھے اور مسلمانوں نے بیت القدس کو فتح کر لیا۔ جس وقت تاتاری بغداد کو فتح کر رہے تھے، پتا ہے اس وقت کیا بات تھی؟ اس وقت مسلمان علماء بیٹھے ہوئے مناظرہ کر رہے تھے کہ کوا حلال ہے کہ حرام ہے۔ اصلاحِ نفس، تعمیرِ شخصیت، امت کو سنوارنا، امت کو سنبھالنا اس کو چھوڑ کر اس بات پر لگے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فہم دیا ہے، سمجھ دی ہے، ان باتوں کو سمجھو اور اس بات کو معاشرے میں زندہ کرو۔ یہ تو ہے اصلاح تاکہ فساد کا خاتمہ ہو اور اصلاح ہو۔

مدینہ یونیورسٹی میں چند غیر مقلد ہیں جو بہت تنگ کرنے والے ہیں، انہوں نے تحریر، فتویٰ اور کتابیں مارکیٹ میں نکالی ہیں جس میں چاروں فقہوں کے خلاف لکھا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ہندوستان میں مولانا اسعد مدنی صاحبؒ نے تقریباً پانچ لاکھ لوگوں کا

File Adress:

اجتماع کیا اور سعودی حکومت کو نوٹس دیا کہ آپ کے لوگ دنیائے اسلام کے ۹۸ فیصد اہل السنت والجماعت کے خلاف بول رہے ہیں۔ سعودی سفیر کو یہ یاداشت پیش کی۔ سفیر جب سعودی عرب گیا، اس نے کہا: آپ مجھے ایسے ملک میں سفیر بنا رہے ہیں، جہاں پانچ لاکھ کا اجتماع ہمارے خلاف ہوا ہے۔ تو میں وہاں پر کیا سفارت کروں گا یا اس مسئلے کو حل کرو یا مجھے واپس کرو۔ سعودیوں نے رابطہ کیا اور کہا کہ کچھ ناسمجھ لوگوں نے یہ بات کہی ہے، ذمہ دار لوگوں نے نہیں کہی ہے۔ ہندوستان والوں نے کہا: تمہاری یونیورسٹی کے جو پی۔ ایچ۔ ڈی اور تخصص کے مقالے ہیں، ان میں یہ بات لکھی ہوئی اور تمہارے مسجد نبوی کے امام شیخ خذیفی نے دستخط کیا ہوا ہے۔ حکومت نے معافی مانگی اور سرکاری مراسلہ (نوٹیفیکشن) جاری کیا کہ ہم سختی سے اس بات کو کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں کوئی آدمی فقہائے اربعہ یعنی چاروں اماموں کے خلاف کوئی تحریر نہ لکھے اور نہ کوئی بات کرے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوئی۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت دنیائے اسلام میں ۶۷ فیصد حنفی ہیں، ۱۵ فیصد شافعی ہیں، ۸۲ فیصد ہو گئے، ۱۰ فیصد لگائیں مالکی ۹۲ فی صد ہو گئے اور ۶ فیصد لگائیں حنبلی کتنے ہو گئے؟ ۹۸ فیصد، ۲ فیصد میں غیر مقلدین اور دوسرے سارے آ رہے ہیں۔

فقہ حنفی زیادہ عملی فقہ ہے

فقہ حنفی کے زیادہ پھیلنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ بہت عملی (پریکٹیکل) ہے۔ ایک دفعہ میں پنجاب میں اہلحدیثوں کے علاقے میں ہماری تشکیل تھی، وہاں وہ حضرات ظہر کی نماز دن ساڑھے بارہ بجے پڑھتے تھے۔ ساڑھے بارہ بجے جماعت کی نماز میں بائیس آدمی تھے، بارہ ہم جماعت والے تھے اور دس ان کے۔ اس وقت گرمیوں کا موسم تھا، جب لوگ کاموں سے فارغ ہو کر کھانا کھا کر ذرا آرام کر کے آئے تو میں نے دیکھا کہ دو ڈھائی بجے کے درمیان پچاس کے قریب آدمیوں نے آ کر اکیلے اکیلے نماز پڑھی۔ میں نے کہا: عملی

File Adress:

وقت واقعی احناف کا ہی ہے۔آدمی نے کام کیا،تھکا،اس کو کھانا کھانے کی ضرورت ہے،کھانا کھایا،اب اس کو آرام کرنے کی ضرورت ہے،آرام کرنے کے بعد اب ٹھنڈ بھی پیدا ہوگئی موسم میں۔ظہر کی نماز کے بارے میں دو حدیثیں ہیں،ایک میں ہے کہ نماز اول وقت میں پڑھنی چاہئے،دوسری ہے کہ ظہر میں گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈک پیدا کرو،ٹھنڈک جا کر ڈھائی بجے کو ہوئی ہے۔لہٰذا مستحب وقت گرمیوں میں ظہر کا ڈھائی تین کے درمیان ہے۔ ہماری زندگی ذرا بدل گئی ہے،جب ہم گاؤں میں رہتے تھے تو مجھے یاد ہے کہ صبح کھیتوں میں جا کر کام کرتے تھے،گیارہ بجے تھک جاتے تھے،کھانا کھا کر ساڑھے گیارہ بجے فارغ ہوتے تھے،لیٹتے تھے،دو بجے اٹھتے تھے اور ڈھائی بجے نماز پڑھتے تھے۔بہت ہی خوشگوار ترتیب تھی۔یونیورسٹی میں ظہر کی نماز ڈیڑھ بجے پڑھتے ہیں،ڈیڑھ بجے نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک پروفیسر صاحب کے والد صاحب،جو اہل علم تھے،آ گئے۔ان کا خیال تھا کہ یہ دو بجے جماعت کی نماز پڑھیں گے،مسجد پہنچے تو جماعت ہو چکی تھی۔انہوں نے کہا:اتنی تمہیں سمجھ نہیں ہے کہ ظہر کی نماز میں تبرید چاہیے یعنی ٹھنڈے وقت میں پڑھنی چاہیے جب کہ تم نے اتنی جلدی پڑھ لی ہے۔امام صاحب ہمارے ان سے بحث کرنے لگے،بات الجھ رہی تھی تو میں نے کہا کہ ہمارے یہاں پر چھٹی ہو جاتی ہے ایک بجے سوا ایک بجے،ڈیڑھ بجے کثرتِ اجتماع ہمیں حاصل ہوتا ہے لہٰذا کثرتِ اجتماع یعنی بڑی جماعت کی وجہ سے پہلے پڑھ لی جاتی ہے،کیونکہ جب یہ آدمی گھر چلا گیا کھانا کھایا اور کھانا کھا کر سو گیا تو یہ تو چار بجے سے پہلے اٹھ نہیں سکتا،اس کی جماعت تو گئی۔لہٰذا ہمیں زیادہ فائدہ جماعت کا ڈیڑھ بجے حاصل ہو رہا ہے۔وہ اہلِ علم تھے اس لئے بات کو سمجھ گئے۔

تو میرے بھائیو!اپنے فقہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینا یہ ہرگز دین کی تبلیغ نہیں۔ تبلیغ تو ایمان کو بیان کرنا ہے۔توحید،رسالت،آخرت کی بات کو لے کر چلنا ہے،امت کو

File Adress:

اجتماعیت کی راہ پر ڈال کر اسے سنبھالنا ہے۔تبلیغی کام جب پھیلا اور عربوں کی جماعتیں آئیں،تو ان میں کافی لوگوں نے یہاں کام سے متاثر ہوکر اپنی فقہ پر عمل چھوڑ دیا، رفع یدین یعنی رکوع سجدے کے وقت ہاتھوں کو بلند کرنا ترک کر دیا،قرآت خلف الامام یعنی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا چھوڑ دی۔تو ہمارے بزرگوں نے ان سے فرمایا کہ بھئی ہم نے آپ کو حنفی فقہ اختیار کرنے کی دعوت تو دی نہیں،ہم تو توحید رسالت،آخرت کے یقین اور اعمال صالحہ کی دعوت دیتے ہیں۔آپ ہرگز اپنی فقہ پر عمل نہ چھوڑیں ورنہ جب آپ واپس جائیں گے تو آپ کے اہل علاقہ سمجھیں گے کہ یہ تو کوئی گروہی یا مسلکی سی تحریک ہے، اس طرح آپ کام کو پھیلانے کی بجائے روکنے والے بنیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح نفس کی توفیق عطا فرمائے اور امت کو نقصان پہنچانے والی گروہ بندیوں سے محفوظ رکھے۔آمین

File Adress:

تصوف کا حاصل: فہم دین

File Adress:

تصوف کا حاصل دین کا فہم ہے، شریعت کے دو پہلو ہیں: ظاہری اور باطنی، ان دو پہلو کو کامل طریقے سے برتنے کی ترتیب کا نام تصوف ہے۔ تصوف کی محنت کے نتیجے میں باطن کے اندر پیدا ہونے ولا نور، اس نور کے فہم پر پڑنے والے اثرات اور اس فہم کے استعمال کے ثمرات پر ایک مفید، پر اثر اور جامع وعظ

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

شریعت کے دو پہلو

شریعت کے احکام دو پہلوؤں پر ہے۔ایک قسم کے احکام انسان کے ظاہر کے ساتھ متعلق ہیں جب کہ دوسری قسم کے احکام کا تعلق انسان کے باطن کے ساتھ ہے۔جس طرح ظاہری احکام شریعت پر عمل ضروری ہے، اسی طرح شریعت کے ان احکامات پر بھی عمل لازمی ہے جن کا تعلق باطن کے ساتھ ہے۔اس کو طریقت بھی کہہ دیتے ہیں،طریقت مستقلاً کوئی چیز نہیں ، بس شریعت پر عمل کی ایک ترتیب ہے۔تو جس طرح پہلی قسم کے احکام کا سیکھنا، سمجھنا، جاننا فرض ہے، اسی طرح دوسری قسم کے احکام کو سیکھنا، جاننا، حاصل کرنا بھی فرض ہے۔پہلی قسم کے احکام جن کا تعلق انسان کے ظاہری زندگی کے ساتھ ہے فقہ میں بیان ہوئے ہیں،فقہ کے علماء نے ان میں تحقیق کی ،تشریح کی اوران کو بیان کیا۔انسان کی عبادات کو بیان کیا، معاملات کو بیان کیا، معاشرت کو بیان کیا، اسی طرح باطنی فقہ کی بھی تشریح کی گئی، اس کو بیان کیا گیا اوراس کے مسائل کو واضح کیا گیا اوراس کو حاصل کرنے کا طریقہ بتایا گیا اور یہ بتانے اور سمجھانے والے صوفیاء ہیں۔جنہوں نے ریاء، کبر، حسد، لالچ ، حب جاہ، حب مال، کینہ، بغض، بددیانتی اور نفاق وغیرہ کی تشریح کی، ان کا علاج بتایا، ان کی علامات ذکر کیں۔ ان کے نقصانات واضح کیے اور اخلاص، تواضع، محبت، توکل، قناعت، ہمدردی ، امانت، صدق وصفا، ایمان ورضا وغیرہ سے آراستہ ہونے کے گر بتائے۔

File Adress:

شریعت کے باطنی احکام میں تساہل اور اس کا نتیجہ

جب امت میں انحطاط آیا یعنی گراوٹ آتی گئی اور آتے آتے یہاں تک پہنچی کہ باطنی احکام شریعت کا حاصل کرنا، سیکھنا، اس کی تشریح کو جاننا، اس کا تذکرہ کرنا ہی مٹ گیا، یہاں تک کہ بڑے بڑے دینی ادارے جو کہ دین کے لئے کوشش کرنے والے اور حفاظت کرنے والے ہیں، ان میں بھی ان احکام کو بیان کرنے اور حاصل کرنے کا بہت کم رواج رہ گیا۔

ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دیوبند کے مدرسہ پر ایک ایسا دور گزرا ہے کہ اس کے شیخ الحدیث سے لے کر اس کے چپڑاسی اور باورچی تک سارے کے سارے لوگ باطنی لحاظ سے نورانیت والے اور روحانی لحاظ سے کامل لوگ ہوتے تھے اور سارے کے سارے صاحبِ نسبت اولیاء ہوتے تھے۔ صاحبِ نسبت اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا باطن گندگیوں اور برائیوں سے پاک ہو کر خوبیوں کے ساتھ متصف اور آراستہ ہو جائے اور اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جائے۔ لہٰذا جو آدمی داخل ہوتا تھا، وہ جہاں ظاہری شریعت کو سیکھتا تھا، وہاں باطنی شریعت سے بھی آراستہ ہو کر نکلتا تھا۔ کیونکہ آدمی وہاں ظاہری و باطنی اعمال دیکھتا تھا تو اس کے عمل میں بھی وہ چیز آجاتی تھی اور پھر یہاں تک کہ بعض فقراء سے ہم نے سنا کہ ایسا وقت آیا کہ بعض جگہوں پر جا کے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ الحدیث بھی دنیاداری ذہن والا ہوتا ہے۔ یعنی مدارس میں سب سے بڑے مرتبہ پر پہنچا ہوا آدمی کہ جس سے دین کی خاص نمائندگی ہوتی تھی، وہاں تک کا آدمی ظاہری اور دنیاداری کے ذہن والا ہے اور پہلے دور کے لوگ قرآن مجید کے حافظ ہونے کے بعد، حدیث کا دورہ کرنے کے بعد، فقہ کے ماہر ہونے کے بعد اولیاء اللہ کے پاس جاتے تھے کہ ہم اپنے باطن کو آراستہ کروائیں، اپنی اصلاح کروائیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب

File Adress:

بڑے بڑے ادارے ہیں، ہزاروں افراد نکل رہے ہیں لیکن وہ بات نہ رہی جو ایک فرد سے حاصل ہو جاتی تھی، ایک کامل شخصیت حالات کی کایا پلٹ دیتی تھی اور اب ہزاروں سے یہ نہیں ہو رہا۔ یہ وجہ ہوئی اپنے باطن کے بنانے کو نظر انداز کرنے کی۔

صحبت اہل اللہ کا فائدہ

اللہ والوں کی معمولی صحبت بھی فائدہ ضرور دیتی ہے، اس کی برکت ضرور ظاہر ہوتی ہے، اور اس کا نفع مل کر رہتا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اسلام کی بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں۔ ان کی تفسیر کبیر نے فلسفہ والوں کو شکست دی اور ان کے زور و شور اور دبدبے کو توڑا ہے۔ دنیائے اسلام کے بہت بڑے آدمی ہیں۔ ان سارے علوم کے باوجود کہتے ہیں: جب میں بیعت ہوا اور ذکر اذکار بتلائے گئے تو کچھ دنوں کے بعد میں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ ایک تو میں جب ذکر اذکار کرتا ہوں تو مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے میری کھوپڑی سے دھواں نکل رہا ہے اور ایک یہ کہ فلسفے کا جو علم میں نے پڑھا تھا، وہ میں بھولنا شروع ہو گیا ہوں۔ ان کے شیخ نے فرمایا کہ وہ دھواں فلسفہ ہی کی تاریکی نکل رہی ہے۔ کچھ دن وہ رہے، ان کو اندازہ ہوا کہ فلسفہ تو بھول رہا ہے اور اسے انہوں نے بہت محنت سے حاصل کیا تھا اور اس دور میں اہل باطل کے خلاف ان کا بڑا کارگر علمی ہتھیار بھی تھا اس لیے وہ فلسفہ کی قربانی نہ دے سکے اور وہ بات ادھوری چھوڑ کر آ گئے۔ توبہ! جس وقت اللہ تعالیٰ کے وجود پر اور توحید پر سو عقلی دلائل دے کر تقریر کرتے تھے تو بڑے بڑے ملحد اور بے دین لاجواب ہو جاتے تھے، جب موت کا وقت ہوا تو ان کی حالت نزع میں شیطان نے آ کر ان سے خدا کے وجود اور توحید پر مناظرہ شروع کیا اور ایک ایک کر کے سو کی سو دلیلیں توڑ دیں۔ اس نے کہا: اب بتاؤ اللہ کو کیسے مانتے ہو؟ اب کوئی دلیل ہی نہیں، کوئی جواب ہی نہیں۔ تو جن بزرگوں کے ساتھ بیعت کا تعلق تھا، ان پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو کھولا اور انھوں نے

File Adress:

ان کے حال پر signal کیا، یعنی پیغام القاء کیا کہ تم اس سے کیوں نہیں کہتے ہو کہ میں بغیر دلیل کے اللہ کو مانتا ہوں! تو آخری بات جوان کی زبان سے نکلی وہ یہ تھی کہ میں بغیر دلیل کے اللہ کو مانتا ہوں اور میں بغداد کی بوڑھیوں کے ایمان پر مر رہا ہوں۔ بوڑھی عورتوں کا کیا ایمان ہے؟ بس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اتنی بات کا پتہ ہے اور کسی چیز کا پتہ ہی نہیں ہے۔ تو امام رازیؒ کو اس تھوڑی سی صحبت نے بھی عظیم فائدہ پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ کو بلا دلیل ماننا ہے، اس کی ذات کی کنہ اور حقیقت تک کوئی رسائی حاصل نہیں کرسکتا، نہ وہ اس محدود اور لاچار عقل کے احاطے میں آسکتے ہیں۔

اس پر ایک دلچسپ بات یاد آ گئی۔ ہمارے ایک ساتھی نے لطیفہ سنایا کہ کسی دارالعلوم میں کوئی طالب علم پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے علم مکمل کیا اور جس دن دستار بندی ہو رہی تھی تو اس دن استاذ صاحب کے ساتھ الجھ گیا کہ اللہ ایک ہے کہ دو ہیں؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ رخصتی کا وقت تھا تو اس کے استاذ صاحب نے کہا کہ اپنے علاقے میں چلے جاؤ۔ جب بھادوں کا مہینہ آئے گا، اس میں جب کسان ہل چلا رہا ہوگا، اس سے پوچھنا اس کا جواب۔ وہ طالب علم اپنے علاقے میں آیا۔ ساون کے بعد بھادوں کا مہینہ آتا ہے، اس میں جب کسان ہل چلاتا ہے، اتنی گرمی ہوتی ہے، اتنا حبس ہوتا ہے کہ اس کا سر چکرایا ہوتا ہے، اس سے کوئی بات کرے تو وہ کھا جانے کو تیار ہوتا ہے۔ اس طالب علم نے کہا کہ جی ایک سوال پوچھنا ہے! اس نے کہا کہ جی ہم کام کر رہے ہیں اور ہمارے کام میں خلل نہ ڈالیں۔ طالب علم نے کہا کہ جی بڑا ضروری سوال ہے، میرے استاد صاحب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ سے پوچھوں کہ یہ کیسے ثابت کیا جائے کہ اللہ ایک ہے کہ دو ہیں؟ کسان ہل چلاتے چلاتے سخت تنگ و پریشان تھا۔ اس نے بیلوں کو ہانکنے والی لاٹھی لی اور اس طالب علم کو دو چار لگائیں، پانی کی نالی میں گرایا اور دو چار اوپر سے اور برسائیں۔

File Adress:

طالب علم کو جب دیہاتی کسان کی زوردار ضربیں پڑیں تو اس نے کہا: جی بس بس سمجھ آ گئی۔ استاذ صاحب نے سوچا ہوگا کہ میں تو بوڑھا آدمی ہوں اور اس کو سمجھانے کے لئے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اس کسان کی طرح ہمت کر سکتا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس غصے کا مظاہرہ بھادوں کی ہل کا ستایا ہوا کسان ہی کر سکتا تھا۔ کسان نے پھر کہا کہ تمہیں بتایا کس نے ہے کہ دو خدا بھی ہوتے ہیں؟ ذرا ٹھہرو تمہیں اور سمجھاتا ہوں۔ اس بات میں بھی کوئی بحث کرتا ہے؟ اس میں بھی بھلا کوئی دوسری بات ہے! سبحان اللہ۔ یعنی کچھ بھی نہیں پڑھا ہوا لیکن ایک راز کی بات کو جانے ہوئے ہے۔ بس طالب علم کی عقل کو ٹھکانے کر دیا اور اس کے دماغ سے منطق فلسفہ کا سارا بھوسہ نکال دیا۔

خاتمہ بالایمان ایک عظیم دولت

امام رازیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس معمولی صحبت کی برکت سے حالت نزع میں عظیم امتحان میں سرخرو فرمایا اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمایا۔ میرے بھائی! ایمان پر خاتمہ بڑی عظیم دولت ہے، اس دنیا کی سب سے بڑی دولت۔ جس کا کوئی اندازہ نہیں۔ ایک مولوی صاحب ہمارے مہمان ہوئے، انھوں نے ہمیں ایک قصہ سنایا کہ ہمارے اکابر دیوبند جزیرہ مالٹا بحیرہ روم کی جیل میں جب انگریزوں کی قید میں تھے تو دیگر مختلف گرفتار شدہ علماء بھی اس جیل میں تھے۔ ان میں کوئی ترکیہ کے شیخ الحدیث عالم بھی تھے۔ سارے اللہ والے لوگ تھے۔ جب یہ تہجد کو اٹھتے تو ترکی عالم تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد ذکر اذکار کر کے دعا مانگتے ہوئے ایک شعر پڑھتے اور شعر پڑھ کر بہت زیادہ روتے تھے۔ ہمارے حضرات نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہوتا ہے کہ یہ ایک شعر پڑھ کر آپ اتنا روتے ہیں؟ انھوں نے کہا: اس طرح ہوا کہ میں تھا اور ایک گڈریا تھا، رمضان کا مہینہ تھا، ہم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر دکھائی، میں نے دعا مانگی کہ یا اللہ! مجھے حدیث کا عالم بنا اور استاذ بنا کہ تیرے دین کی

File Adress:

خدمت کروں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی، میں عالم بنا، دین پڑھایا، سکھایا۔ جب کہ وہ گڈریا (بکریاں چرانے والا) جو میرے ساتھ تھا اس نے دعا مانگی یا اللہ! میں خاتمہ بالایمان مانگتا ہوں۔ تو کہتے ہیں کہ اس وقت ذکرواذکار کے بعد میں دعا کرتا ہوں تو وہ گڈریا مجھے یاد آتا ہے اور جو میں روتا ہوں، چیختا ہوں تو یہ بات ہوتی ہے کہ یا اللہ! اس نے ایک جملے میں سب کچھ مانگ لیا اور ہم نے اتنی محنت کی، علم حاصل کیا، پڑھا رہے ہیں، سکھا رہے ہیں اور خاتمہ بالایمان کے بارے میں کچھ پتہ ہی نہیں چلتا، اس پر روتا ہوں۔

اپنے نقص کا اعتراف ہی نصف سلوک ہے

امام رازیؒ جیسی شخصیت بیعت ہونے تشریف لے گئے، ہر علم میں امام، خود ایک بڑے مقتدا (جس کے پیچھے باقی لوگ چلیں)، لیکن بیعت ہونے کی ضرورت محسوس کی۔ جس وقت آدمی فقط نیت کرتا ہے کہ میں اپنی اصلاح کیلئے بیعت ہونا چاہتا ہوں تو اس نے مان لیا کہ میں ناقص ہوں، میری اصلاح نہیں ہوئی اور میں اصلاح کروانا چاہتا ہوں تو یہ اتنی عظیم نیت ہے، یعنی اس بات کو تسلیم کرنا کہ میں ناقص ہوں میری اصلاح نہیں ہوئی کہ آدھا تصوف تو یہی ہے۔ ڈاکٹر صاحبان جو سامنے بیٹھے ہیں جانتے ہیں کہ تشخیص ہی تو اصل ڈاکٹری ہے۔ مثلاً ڈاکٹر تشخیص کر کے بتادے کہ ٹی بی کا مریض ہے تو گاؤں میں بیٹھا ہوا کمپاؤنڈر بھی بتا سکتا ہے کہ اس کے لئے یہ چار دوائیاں شروع کرا دی جائیں۔ تشخیص ہی تو مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ باطنی امراض کی تشخیص مشکل ہوتی ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تین جلدوں میں تربیت السالک نامی کتاب ہے، اس میں لوگوں نے اپنا ایک ایک عمل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہے کہ فلاں عمل میں میں نے یہ رویّہ اختیار کر لیا۔ اس میں آپ تشخیص فرمائیں میرے اندر تکبّر ہے کہ نہیں ہے۔ ایک استاذ صاحب نے لکھا کہ بچے نے سبق پڑھا ہوا نہیں ہوتا تو مجھے غصہ آتا ہے۔ میں ان کی

File Adress:

پٹائی کرتا ہوں۔ پٹائی کر کے مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے۔ میں معافی مانگتا ہوں، ان کو راضی کرتا ہوں پھر ان کو رخصت کرتا ہوں۔ تو یہ جو مجھے غصہ آتا ہے اس کے بارے میں لکھ رہا ہوں کہ آیا یہ کبر کے شعبے سے تو نہیں ہے۔ تو حضرت تھانویؒ نے آگے جواب دیا ہے۔ ان جوابات کو تو تربیت السالک سے ہی پڑھنا چاہئے۔

اپنی اصلاح کے لئے جب اپنے باطن کی طرف آدمی کا دھیان ہوتا ہے تو اسے نظر آتا ہے کہ میرے اعمال میں کہاں کمی ہے؟ کہاں کوتاہی ہے؟ کہاں مجھے اصلاح کی ضرورت ہے؟ پہلے لوگ اس کے لئے فکرمند ہوتے تھے کہ میری باطنی اصلاح ہو، میرے اندر سے گندگیاں نکلیں اور میرا باطن اللہ تعالیٰ کے تعلق، اللہ تعالیٰ کی محبت اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے آراستہ ہو اور موت سے پہلے پہلے مجھے اصلاحِ تام حاصل ہو جائے اور اس کے لئے قربانیاں دیتے تھے اور اس بات کو لے کر جاتے تھے کہ ہم اپنے آپ کو حوالے کرنے جا رہے ہیں۔ اپنے آپ کو حوالے کرنے کے بعد تخت پر بٹھانے کا حکم ہوا تو تخت پر بیٹھیں گے اور اگر جان دینے کے لئے کہا تو جان دیں گے۔ گندگی اور گوں کے ٹوکرے اٹھانے کو کہا تو گندگی کے ٹوکرے اٹھائیں گے لیکن یہ کہ اپنے آپ کو بنا سنوار کر آئیں گے۔ سال ہا سال تک بڑی حیثیت کے لوگوں نے گوں کے ٹوکرے اٹھائے ہیں۔ آج کل تو ہر چیز میں انحطاط اور آسانی ہے، اس لئے آتے ہی ذکر اذکار شروع کرا دیئے جاتے ہیں، ورنہ ذکر اذکار سے پہلے ایک پورے مجاہدے سے گزار کر آدمی کو کبر حسد لالچ کینہ ریا سے خالی کیا جاتا تھا اور باطن کو تواضع ہمدردی خیرخواہی سے متصف کیا جاتا تھا۔ پھر ذکر اذکار بتائے جاتے تھے۔ معاملات کی ایک ایک بات کو درست کرتے تھے۔

اصلاح نفس سے فہم دین پیدا ہوتا ہے

ارواحِ ثلاثہ ہمارے بزرگوں کے واقعات پر مشتمل کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے

File Adress:

کہ ایک نواب صاحب آئے۔ انھوں نے تھانہ بھوّن کی خانقاہ میں حضرات سے کہا کہ آپ کی دعوت ہے، ہمارے ہاں کھانا کھالیں۔ تو ایک دو حضرات نے قبول کرلیا کہ ٹھیک ہے، ہمارے ذاکر شاغل بزرگ ہیں، سلسلہ کے مرید ہیں اور حلال روزی والے ہیں، ان کی دعوت قبول کرنی چاہئے۔ لیکن مولانا محمد تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے درجے کے فقہی علم اور گہری نظر والے تھے، انھوں نے کہا کہ حضرت ان کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔ پوچھا: وہ کیسے؟ کہا: یہ تو مقروض ہیں۔ پہلے اپنا قرضہ تو ادا کریں۔ ان کے پاس جو بھی چیز بچتی ہے اس سے پہلے قرضہ ادا کریں اور قرضے سے فارغ ہو جائیں، پھر مستحب کام کریں۔ پہلے اس چیز کو پورا کریں جو واجب ہے۔ لہٰذا ان کی دعوت مکروہ ہے۔ سبحان اللہ! یہ ایک فہم ہے دین کا۔

دوسرا واقعہ پڑھا کہ ایک عالم کی وفات ہو رہی تھی تو ان کے ساتھ باقی علمائے کرام بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جوں ہی ان کی وفات ہوئی تو ایک عالم اٹھے اور چراغ بجھا دیا۔ باقی حضرات حیران کہ یا اللہ! اب تو چراغ کی ضرورت ہے کہ آدمی کی موت ہوگئی، کفن دفن، کھانا وغیرہ سارے کام کرنا ہیں اور یہ انھیں کیا سوجھی کہ چراغ بجھا دیا۔ پوچھا: آپ نے چراغ کیوں بجھایا ہے؟ کہا: چراغ تو اب وارثوں کا ہو گیا ہے۔ مالک تو مر گیا۔ اب تو میراث کی تقسیم ہوگی اور وارثوں کی اجازت ہوگی، تب چراغ جلا سکیں گے۔ اب کوئی چراغ جلانا چاہے تو اپنے پیسوں سے جلائے۔ تو سب نے کہا: واقعی اتنی گہری بات کی طرف نگاہ جانا ہم سے نہ ہو سکا کہ یہ مال تو وارثوں کا ہے۔

میں نے میراث کا یہ مسئلہ بیان کیا تو ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب آئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ جی ہمارے خاندان کے تو سارے علماء ہیں۔ بعضے مفتی بھی ہیں۔ ہمارے گھر میں تو یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ لوگ فتویٰ پوچھتے ہیں لوگوں کو لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ تو میں

File Adress:

نے کہا: برخوردار! یہ وہ علم ہے جس کا علماءِ کرام کے گھروں میں بھی تذکرہ نہیں ہے تو عوام کے ہاں کیا ہوگا۔ آپ بھی ابھی اسی بات کا ثبوت دے رہے ہیں۔

صوابی کے علاقے سے ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب آئے، انھوں نے کہا کہ آپ کی باتیں ہم نے وہاں پر کیں تو وہاں ایک فارغ التحصیل عالم تھے، قانون کو بھی پڑھے ہوئے تھے تو وہ کہنے لگے کہ خیر! یہ بیٹیوں کو میراث تقسیم کر کے حصہ دینا ضروری نہیں۔ پٹھانوں میں ساری عمر عورتیں آتی جاتی ہیں تو ان کو کھلانا پلانا آدمی کرتا رہتا ہے، جسے پشتو میں کہتے ہیں: ''پلنہ کئ ورسرہ ٹول عمر'' (ساری عمر ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں) تو اس لئے اس کو میراث کا حصہ دینا کوئی ضروری تو نہیں ہوتا۔ تو جب علماء کا ہی فہم نہ رہا تو عوام بیچارے کیا کریں گے۔ آپ جتنا 'پلنہ' کر رہے ہیں، وہ تو مستحب ہے۔ اس پر مستحب کا ثواب آپ کو ملے گا لیکن وہ جو میراث کا حصہ آپ نے اس کا نہیں دیا وہ تو فرض ترک ہوا ہے، اس کے بغیر تو روزی حلال ہی نہیں ہوگی اور روزی حلال نہیں ہوگی تو اللہ تعالیٰ کا تعلق پیدا نہیں ہوگا اور پھر جو اس سے آگے موتیں ہو جاتی ہیں، پھر میراث در میراث در میراث، آٹھ دس واسطے اور پشتیں بن جاتی ہیں۔ آپ کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ مال کس کا تھا۔ اب آپ تقسیم بھی کرنا چاہیں تو سب تک پہنچا نہیں سکتے۔ اس لئے یہ ضروری اور فرض واجب ہے کہ دین کو درست کرنے کے لئے میراث کی فوری تقسیم کرنی چاہئے۔

آج کل کے دور میں ہم نے بس کسی کسی چیز کو ہی نیکی سمجھ لیا ہے، اس کو کر رہے ہیں اور ہم یوں سمجھتے ہیں کہ سارا دین یہی ہے اور اس سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا تعلق ملے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ آپ جتنا جتنا کرتے ہیں، خواہ کسی مستحب کو ہی کیوں نہ کر رہے ہوں تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ لیکن اس کی مثال ایسی ہوتی ہے گویا کسی آدمی کے پاس گھوڑے کا نال آجائے، گھوڑے کے پیر میں جو نال ٹھونکتے ہیں اور وہ سمجھے کہ اب میں

File Adress:

شہسوار ہو گیا ہوں۔ میں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے، اب میں شاہسوار ہو گیا ہوں۔ یہ تو ایک عمل آپ نے کیا ہے، پورا دین تو یہ نہیں ہے۔ میں نماز پڑھنے والا ہو گیا ہوں میں شہسوار ہو گیا ہوں، میں ذکر کرنے والا ہو گیا ہوں میں شہسوار ہو گیا ہوں۔ جو عمل ہماری سمجھ میں آ گیا اس کو کر رہے ہیں اور اس پر ہمارا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم کامل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ کس موقع پر کیا کرنا ہے؟ اس کا فہم آدمی کو صحیح راستے پر ڈالتا ہے۔

غیر محقق صوفیاء کے دھوکوں میں سے یہ ایک دھوکہ ہے کہ بعض اوقات کسی مستحب کا شوق اور مشغولیت ان کو ان کے واجبات اور فرائض سے ہٹا دیتی ہے اور ان کا بڑا نقصان ہوتا ہے۔ وہ آدمی یوں سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بڑی نیکی حاصل کر رہا ہوں حالانکہ وہ مستحب نیکی حاصل کر رہا ہے اور اس مستحب نیکی کے نتیجے میں اس سے اس کا فرض یا واجب ناقص ہو رہا ہے۔ اب اس ترتیب سے جس کو آپ لوگ priority یا ترجیح کہتے ہیں، جب آدمی priorities یا ترجیحات نہیں جانتا کہ کونسی چیز اہم ہے اور ضروری ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا تعلق نہیں ملتا۔ یہ برخوردار احسان اللہ سامنے بیٹھا ہے کہتا ہے کہ مجھے چار ماہ کے لئے جانے کی اجازت دو۔ ہم نے کہا: اجازت تو آپ کو دے دیں لیکن پھر دماغی صحت نہیں رہے گی (کیونکہ برخوردار دماغی psychiatric مریض ہے) جس کے نتیجے میں حلال روزی کما رہے ہو۔ وہ شعبہ بند ہوا تو بال بچے فاقہ میں مبتلا ہو کر کیا کریں گے۔ شادی کی ہوئی ہے، بیوی کے حقوق ہیں، ماں باپ کے حقوق ہیں، گرد و پیش کے حقوق ہیں۔ اگر یہ عقل اپنی جگہ سالم نہ رہی تو سب پر فرق پڑے گا، ختم ہو جائیں گے اور جو نماز روزہ ذکر اذکار کی توفیق ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ تو ایک فہم کی بات ہے۔ جب آپ کا وقت آیا تو آپ کو ان شاء اللہ اجازت دیں گے۔

صحت ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے آدمی دین و دنیا کے ضروری کاموں کو بخوبی

File Adress:

انجام دے سکتا ہے۔ آیت وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَة اگرچہ ایک خاص شانِ نزول کے ساتھ ہے لیکن عمومی مطلب میں ان سارے ذرائع سے اپنے آپ کو بچانا ہے جو کسی طرح بھی نقصان کا ذریعہ بن رہے ہوں۔

چنانچہ ایک چیز جس سے ہم فائدہ لیتے ہیں مجاہدہ ہے۔ مجاہدہ بنیادی طور پر کسی کام کو پوری کوشش بروئے کار لاتے ہوئے اور تکلیف اُٹھاتے ہوئے کرنے کا نام ہے۔ شریعت میں مجاہدہ اتنا ہی ہے کہ فرائض، واجبات وسننِ مؤکدہ کو کرنے میں جو ناموافق حالات اور تکالیف سامنے آئیں ان کو برداشت کرنا۔ اسی طرح گناہ یعنی حرام ومکروہِ تحریمی سے بچتے ہوئے جو مشکلات درپیش ہوں ان کو برداشت کرنا۔

اس سے آگے ایک مجاہدہ صوفیاء کرواتے ہیں جو دراصل شرعی مجاہدہ نہیں بلکہ تصوف وسلوک کا علاج ہے، جس میں مختلف مشقوں اور مشقتوں سے گزار کر سالک کے نفس کو منقاد (تابعدار) بنایا جاتا ہے۔ نیز قرب بالنوافل (نوافل کے ذریعے اللہ سے نزدیک ہونا) میں کوشش کروائی جاتی ہے۔ ان میں بعض اوقات غلو (حد سے بڑھنا) ہو جاتا ہے اور سالکین کی ذہنی اور جسمانی صحت کو نقصان ہو جاتا ہے، جس سے ضعف ہو کر فرائض و واجبات کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے، آدمی اپنے ضروری دنیا کے کاموں کے لئے مستعد (Fit) نہیں رہتا اور اسے اور اس کے بال بچوں کو معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے محتاط ومحققین (احتیاط اور گہری سمجھ والے) مشائخ سالکین کو اعتدال سے چلاتے ہیں تاکہ ہشاش بشاش رہتے ہوئے اپنی معاشی وازدواجی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے سہولت سے منزل طے کرلیں۔

ایک بات یہ بھی اہم ہے کہ قرآن مجید نے خوف، شوق، مثالوں، کہاوتوں اور واقعات کو ملا جلا کر عقائد اور عبادات ومعاملات واخلاقیات ومعاشرت کے احکام کو ان میں

File Adress:

خوبصورتی سے موتیوں کی طرح پرویا ہے، نہ خوف اتنا زیادہ بیان ہوا ہے کہ معطل (Depress) کردے، نہ اُمید اتنی زیادہ کہ بے احتیاط کردے بلکہ ایک عجیب توازن ہے۔

اسی طرح وہ مشائخ جو اکثر خوف، اور رقت وسوز وگداز کے مضامین ہی بیان کریں اور دل کمزور ہو تو ان کے اپنے اور مریدوں کے دل کا مریض بننے کا خطرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ بندہ نے کاملین مشائخ اور خود اپنے شیخ حضرت مولانا اشرف سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ لطائف وظرائف کے ذریعے مجلس کو گل وگلزار اور باغ و بہار بنا دیتے تھے۔ فی زمانہ صحتیں بہت کمزور ہیں، اس لئے ہر چیز میں اعتدال کی بہت ضرورت ہے اور اس بات کا فہم نہ ہو تو انسان سمجھتا ہے کہ نیکی کی راہ پر چل رہا ہوں، چلا رہا ہوں لیکن وہ ٹھیک ٹھاک مصیبت میں خود کو بھی ڈال رہا ہوتا ہے اور اپنے متعلقین کو بھی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اس لیے کامل شیخ کی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنے مریدین کی صحت واستعداد کا خیال رکھ کر انہیں محفوظ اور درست ترتیب پر چلائے اور ان میں ترجیحات کا فہم پیدا کرے۔ بعض لوگ بیعت تو ہو جاتے ہیں لیکن ترتیب اپنی لے کر چل رہے ہوتے ہیں، ان کی ترجیحات اپنی ہوتی ہیں، اس سے بعض اوقات نقصان کا خدشہ ہوتا ہے۔ ہمارے ایک دوست ہیں، وہ مجھے موٹر سائیکل پر پیچھے بٹھا کر لاتے لے جاتے تھے۔ پشاور یونیورسٹی میں کافی شاپ کا جو تنگ رستہ ہے جہاں پر تار لگی ہوئی ہے، اس سے گزرتے ہوئے مجھ سے کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب! جب پیچھے مولوی یوسف بیٹھے ہوئے ہو یا تم بیٹھے ہو تو میں تنگ نہیں ہوتا ہوں، جب کسی اور کو بٹھایا ہو تو وہ مجھ سے کنارے والی تار سے ٹکرا جاتا ہے۔'' میں نے کہا: ''اصل میں ہم اپنے آپ کو آپ کے حوالے کیے رکھتے ہیں کیونکہ ہمیں اندازہ ہے کہ آپ جب گزریں گے تو آپ کے گھٹنے نہیں ٹکرائیں گے تو ہمارے بھی نہیں ٹکرائیں گے اور آپ نے تو اپنے گھٹنوں کو بچانا ہی ہے۔ اصل میں ہماری بنیادی training یعنی تربیت ہی اس طرح

File Adress:

ہوئی تھی کہ ہم نے اپنے آپ کو ایک آدمی کے حوالے کیا تھا جس کے بارے میں اس بات کا یقین ہوتا تھا کہ وہ اپنا دین بھی بچائے گا اور ہمیں بھی بچائے گا۔ بس آنکھیں بند کر کے ہم پیچھے چلتے رہتے تھے۔ اسی طرح یہاں موٹر سائیکل پر بیٹھ کر خود کو آپ کے حوالے کرتے ہیں۔ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو بھی بچانا ہے اور ہمیں بھی بچا کر نکالنا ہے۔ اس لئے آپ ہنرمندی سے گزار لیتے ہیں۔'' انھوں نے کہا: ہاں! واقعی یہی بات ہے۔

اللہ والوں کی صحبت میں اس بات کا فہم نصیب ہوتا ہے کہ کس جگہ خاموش رہنا ہے کہاں بولنا ہے، کہاں غصہ دکھانا ہے اور کتنا دکھانا ہے اور کہاں چپ سادھ لینا ہے، نوافل اور ذکر واذکار وغیرہ کو اپنے معاشی فرائض کے ساتھ کس طرح اور کتنا جاری رکھنا ہے۔ اب تواضع تو یہی ہے کہ خود کو ناقص خیال کرے لیکن ہر جگہ خود کو ناقص سمجھنا تواضع نہیں، یہ فہم کی بات ہے جو بزرگوں کی صحبت سے ملتی ہے۔ ایک واقعہ آپ کو سنا دوں۔ مجھے یاد ہے یہ ۱۹۷۳ء کا واقعہ ہے، ہم ایک آپریشن کر رہے تھے، ہمارے consultant نے گردے کی نالی کو آگے سے پکڑا ہوا ہے اور اس کو کھینچ رہا ہے۔ بعض بے برکت ہاتھ ہوتا ہے، جوں کھینچا اس کو تو مکمل نکال لیا۔ یہ ڈاکٹر صاحبان کو پتہ ہے کہ ureter اگر نکل جائے تو اس کی سلائی کے کچھ حالات نہیں ہوتے۔ وہاں ٹانکا اٹکتا ہی نہیں ہے کیونکہ ایک جدا قسم کا tissue ہے، دوسرا دوسری قسم کا tissue ہے۔ پھر اس کو آپ kidney کے ساتھ کیسے stitch کریں جب مکمل نکل گیا ہو؟ ان کا آپس میں جوڑ ہی نہیں آتا۔ تو consultant صاحب مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ کیا کیا آپ نے! تاکہ کھڑے لوگوں کو اندازہ ہو کہ یہ پیچھے اناڑی آدمی کھڑا تھا لہٰذا یہ غلطی اس سے ہوئی ہے۔ میں نے سوچا ایسی جگہ تو اپنے آپ کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کے لئے الزام نہیں لینا چاہئے۔ ٹھیک ہے آپ کہیں ہم ناقص ہیں۔ اپنے آپ کو ہر وقت ناقص سمجھیں اور سب سے کم تر سمجھیں لیکن جس وقت کوئی آپ پر الزام لگا

File Adress:

رہا ہو تو اس وقت آدمی کے ذمّے شریعت کا حکم ہے کہ واضح ثبوت پیش کر کے اپنے آپ کو بری کرے۔ خواہ مخواہ اپنے ذمّے الزام لینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے کہا: ''جی آگے سے تو آپ نے پکڑا ہوا تھا میں نے پیچھے سے پکڑا ہوا تھا۔'' اس نے جو دیکھا کہ یہ تو درست اور منطقی بات کہہ رہا ہے تو خاموش ہوا اور نہ اپنی خطا کو میرے سر تھوپ رہا تھا۔

ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمہ اللہ پر لوگوں نے بڑی شدید تہمت لگائی۔ مولانا صاحب یہاں تبلیغ کے امیر ہوتے تھے تو تہمت کے نتیجہ میں تبلیغی شوریٰ والے ناپختہ ارکان ان کو امارت سے ہٹانا چاہتے تھے۔ ہم اس کیس کی پیروی (plead) کرنے کے لئے رائیونڈ گئے۔ وہاں پر زندگی وقف کئے ہوئے ایک آدمی کہتے ہیں کہ یہ کیا بزرگی ہے۔ ان کو تو کہنا چاہیے کہ میں اس سے بھی گھٹیا ہوں۔ یعنی میں اس سے بھی گھٹیا ہوں جتنی مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں۔ تو ہمارا خیال ہوا کہ واقعی ایسا کرنا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم اس سے بھی گھٹیا ہیں لیکن یہ جو بات کہہ رہے ہیں یا تو یہ ثابت کریں گے کہ یہ ٹھیک ہیں یا ہم ثابت کریں گے کہ ہم ٹھیک ہیں۔ اب تو شرعی مقدمہ ہے۔ اب اگر یہاں پر وہ اپنے آپ کو گھٹیا سمجھتے ہیں تو پھر تو واضح کیس ہے، لہٰذا جو مقدمہ دائر کیا ہے اسے ثابت کرو یا پھر شکست کھاؤ۔ ایسی باتوں کو اپنے سر لینا اور اپنی وضاحت نہ کرنا تواضع اور عاجزی نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ ایک وائس چانسلر کا ہے جو سیکولر ذہن کا آدمی تھا، دینی لوگوں کے ساتھ خواہ مخواہ الجھتا رہتا تھا اور تنگ کرتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت مولانا صاحب تو یونیورسٹی پر چھائے ہوئے ہیں۔ عملی وائس چانسلری تو یونیورسٹی پر ان کی ہے، تو اس کو چڑ ہو گئی اور اس نے تنگ کیا اور پریشان کیا۔ یونیورسٹی کے ساتھ ملحقہ مولانا صاحب کا ذاتی مکان ہے، اس وقت صرف زمین تھی اور اس کی چار دیواری کی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ یہ وائس چانسلر وہاں گیا اور اس نے کہا کہ یہ چاردیواری چھ انچ آگے ہے اور اس نے مقدمہ دائر کر دیا۔ حضرت مولانا

File Adress:

صاحب کے بڑے بھائی ہیلتھ سیکرٹری تھے۔ انہوں نے آ کر کہا کہ چھ انچ زمین ہے اور حکومت پیپلز پارٹی کی ہے کہ لوگوں کو پریشان کر رہے ہیں اور نوکریوں سے نکال رہے ہیں۔ کہیں آپ کے نوکری سے نکلنے کے حالات نہ ہو جائیں۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ مجھ سے یونیورسٹی کے لئے مانگے تو میں ساری زمین اس کو دے دیتا ہوں لیکن اس طرح میں کبھی نہیں دوں گا کہ چھ انچ زمین کا اپنے اوپر الزام لے لوں۔ اب یہ اس کو ثابت کرے نہیں تو میں ثابت کروں گا۔ میں نے تو ساری عمر اپنے اخلاق اور اعمال کو درست کرنے کے لئے کوشش کی اور اس پر اب میں یہ الزام لے لوں کہ میں نے چھ انچ پرائی زمین دبائی ہے۔ یہ تو نعوذ باللہ تصوف کا سلسلہ ہی نہ ہوا، یہ تو راجواڑہ اور ڈھکوسلہ ہو گیا۔ ایک آدمی کو بزرگوں نے اس لئے بٹھایا ہے کہ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرے اور اللہ تعالیٰ کا نام بتائے، ذکر اذکار بتائے اور وہ لوگوں کی زمینیں دبانے بیٹھ جائے، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ خیر انھوں نے بھائی سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں اور اطمینان سے جائیں۔

وی سی نے بڑا تنگ کیا۔ ہمارے ایک مجذوب بزرگ بابا خیال محمد صاحب آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا صاحب نے ان سے فرمایا کہ وائس چانسلر علی خان بڑا تنگ کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا: ''آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ۸ فروری کو چلا جائے گا۔ اور ۸ فروری سے نیچے اور ایسی باتیں ہیں جو میں بتاؤں تو فقراء کے سلسلے سے ہی نکال دیا جاؤں گا۔'' اسی طرح ایک اور فقیر تھے، ان سے پوچھا: کیا ہو گا۔ انھوں نے کہا: ہاتھ اٹھاؤ اور فرمایا: ''یا اللہ! اس کو نکال یہاں سے اور بس O.S.D in Islamabad''۔

۸ فروری کو میں عصر کی نماز پڑھا رہا تھا کہ آخری سجدے میں زوردار دھماکہ ہوا۔ باہر نکلا تو لوگوں نے کہا کہ سینٹ ہال میں دھماکہ ہو گیا، صوبہ سرحد کا گورنر حیات خان اس میں مر گیا اور فلاں فلاں آدمی زخمی ہو گئے اور ہسپتالوں میں داخل ہو گئے اور وائس چانسلر

File Adress:

صاحب کو او ایس ڈی اسلام آباد (افسرِ بیکار) بنا دیا گیا ہے۔ بابا خیال محمد صاحبؒ کو اس واقعے کا القاء ہو چکا تھا جو کہ وقت سے پہلے بتا نہیں سکتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کبھی کبھی میرے منہ سے بات نکل بھی جاتی ہے تو پھر حکومت میرے پیچھے کیس چلاتی ہے اور گرفتاریاں کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ کہیں یہ بھی بیچ میں شامل ہے جو اس کو پتہ تھا۔ حالانکہ مجھے پتہ اس لئے تو نہیں تھا کہ میں گینگ میں شامل تھا بلکہ وہ تو روحانی بات تھی۔

نور باطن: اصلاح کامل کا ثمرہ

تو یہ ترجیحات سیکھنی ہوتی ہیں، ترجیحات کا سیکھنا ہی تو اصل دین ہے اور ہمارے تصوف کے سلاسل میں فہم دین ہے۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے سے فہم دین نصیب فرماتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے:

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ أَوْرَثَهُ اللهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔

(ابو نعیم)

ترجمہ: آدمی نے اس علم پر عمل کیا جو وہ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم سکھاتا ہے جو وہ نہیں جانتا ہے۔

یعنی ایسا باطنی نور نصیب ہوتا ہے کہ دینی حقائق سیدھے سادے انداز میں اس کی زبان سے جاری ہوتے ہیں، کوئی چیز ان کے ہاں نظری نہیں رہتی۔ اس پر ایک واقعہ سن لیں۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب پشاور آئے ہیں تو یہاں بڑے بڑے حیثیت والے علماء تھے۔ پشاور بہت قدیمی زمانے کا شہر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے سے آباد شہر ہے۔ اس کے غالباً تین ساڑھے تین ہزار سال ہو گئے ہیں۔ ان علماء نے سید صاحب سے کہا کہ ہم مناظرہ کریں گے، کسی حلال حرام کے مسئلے پر۔ انھوں نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کیا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا بلند پایہ علم ہے اور اتنی

File Adress:

بلند علمی حیثیت ہے کہ ان کی کتابیں تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، منصبِ امامت، عبقات جن لوگوں نے پڑھی ہیں ان کو اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کو علماء نے الجھا دیا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ عالم نہیں تھے، ان سے عرض کیا تو انھوں نے کہا: ہمارے پاس بلائیں۔ انھوں نے اپنی سادہ دیہاتی کھیل کود کی باتیں اور ہل بیل کی دو چار مثالیں بیان کر کے اور انہی مثالوں سے مسئلے کا استنباط کر کے جو ان کے سامنے رکھا تو علماء لاجواب ہو گئے۔ تو انھوں نے کہا کہ واقعی یہ وہ علم لدنی اور باطنی علم اور فہم ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے تعلق کی وجہ سے دیا ہے۔ جب آدمی تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کا فہم نصیب فرماتا ہے جس کو ضمیر یا دل روشن ہونا کہتے ہیں۔

حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات 'ابریز' نامی کتاب میں عبداللہ سماسیؒ نے لکھے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں اس واقعہ پر حضرت سے بیعت ہوا کہ میں ایک جگہ تقریر کر رہا تھا۔ تقریر کے دوران میں نے ایک عربی عبارت پڑھی، میں نے کہا: یہ حدیث ہے۔ بعد میں ایک سادہ سا آدمی اٹھا اور کہا کہ آپ کی تقریر ہوئی ماشاءاللہ! آپ نے فلاں بات جو کہی کہ یہ حدیث ہے تو وہ حدیث نہیں ہے۔ میں نے کہا: حدیث ہی ہے۔ انھوں نے کہا: نہیں وہ حدیث نہیں ہے۔ خیر میں چلا آیا اور اپنے حدیث کے مجموعے اور ساری کتابیں دیکھیں اور تحقیقات کرتا رہا۔ کئی دن لگے اور اتنے دنوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ حدیث نہیں ہے۔ تو مولوی جب اپنے سے اوپر مولوی کو دیکھتا ہے تو متاثر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: میں نے سوچا کہ ان مولوی صاحب کو ڈھونڈنا چاہئے کہ کون تھے۔ خیر انھیں ڈھونڈا اور پوچھا کہ آپ کیسے کہہ رہے تھے کہ وہ حدیث نہیں ہے۔ آپ نے کہاں سے مطالعہ کیا ہوا تھا یا آپ کی کیا معلومات تھیں؟ انھوں نے فرمایا: برخوردار! وہ معلومات نہیں تھیں بلکہ جب انسان آیت پڑھتا ہے تو منہ سے ایک قسم کا نور نکلتا ہے جس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ

File Adress:

آیت ہے، حدیث پڑھتا ہے تو دوسری قسم کا نور نکلتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے، جب یہ دونوں نور نہ ہوں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ نہ یہ آیت ہے اور نہ ہی حدیث ہے۔ جب آپ نے یہ عبارت پڑھی تو اس سے نور حدیث کا نہیں نکل رہا تھا، اس بنیاد پر میں نے کہا تھا۔ کہتے ہیں کہ بڑی حیرت ہوئی اور میں ان کے پیچھے پڑ گیا کہ میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں، پر وہ انکار کرتے رہے، بڑی منت سماجت کی، بالآخر جب انھوں نے دیکھا کہ طلب اس کی صادق ہے اور یہ اپنے علمی زعم اور کبر میں نہیں ہے تو بیعت کیا۔ کہتے ہیں کہ وہ فقہی مسائل جن میں بڑی بڑی مشکلات پیش آتی تھیں اور وہ آیتیں جن کی تشریح وتفسیر اور وہ حدیثیں جن کی تشریح ہم مدارس میں نہ سیکھ سکے تھے اور ابھی تک ان میں الجھے ہوئے تھے، جب ان سے پوچھتا تو سادہ دو باتوں میں جواب دے دیتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ جب میں تحقیقات کرتا تھا تو پھر پتا چلتا تھا کہ گہرا حنفی مسلک وہ ہوتا تھا جو انھوں نے بیان کیا ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ پھر ہمیں اندازہ ہوا کہ انھیں فہم دین ہے، ہمارے پاس علم دین ہے جبکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے فہم دین نصیب فرمایا ہوا ہے، بوجہ تقویٰ و پرہیز گاری کے اور بوجہ تعلق مع اللہ کے۔ جب انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تقویٰ کے نتیجے میں خود اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور ایسے حالات بنتے جاتے ہیں کہ بندہ حرام اور ناجائز سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں، ایک دفعہ ان کے ایک مرید نے ان کو ولیمے کی دعوت دی، جس قصاب سے انہوں نے گوشت خریدنا تھا وہ غیر محتاط تھا، بعض اوقات ان سے جانور مر جاتا اور وہ اسی مردار کو فروخت کرتا، چونکہ انہوں نے ہزاروں روپے کا خریدا ہوتا ہے، اس لئے اس کے مردار ہونے سے ان کا بڑا نقصان ہو رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے ہی مرے جانور پر چھریاں پھیرتے ہیں اور حلال کا

File Adress:

اعلان کرتے رہتے ہیں۔ خدا کی شان دیکھیے کہ یہ قصاب اسی دن گرفتار ہوا اور اس پر مقدمہ بنا اور ولیمہ والے حضرات اس سے گوشت نہ خرید سکے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت لاہوریؒ کی مشکوک غذا سے حفاظت فرمائی اور آپ کی برکت سے شادی والوں کو اس گوشت کی خریداری سے بچایا۔ اس طرح سے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

اتباع شیخ: راہ سلوک کی شرط اولین

اپنے آپ کو کسی کے حوالے کرنے کا ذکر ہو رہا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ کیا ہم نے اپنے آپ کو کسی کے حوالے کیا ہے؟ ہمیں تو یہی بات سمجھ آئی تھی اور اسی بات کو سکھایا گیا تھا کہ اپنے آپ کو کسی کے حوالے کرنا ہے اور ہمیں اس بات کی تسلی تھی کہ جس کے حوالے کیا ہے وہ اپنے دین کو بھی بچائے گا اور ہمارے بھی دین اور آخرت کو بچانے کی فکر کرے گا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ حضرات مشائخ جس بات کو بتا رہے ہوں اس بات میں آدمی کی حفاظت ہوتی ہے، خواہ اس وقت آدمی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ایک تو مشائخ کا تجربہ ہوتا ہے جو لوگوں کی رہنمائی کرتے کرتے حاصل ہوتا ہے، اُس سے ان کو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کیسے اس آدمی کی دنیا آخرت محفوظ ہوگی۔ آدمی اتنی نفل عبادت میں لگ جائے کہ پاگل ہی ہو جائے یا صحت ہی کھو بیٹھے، شادی شدہ آدمی ہو اور بیوی کے حقوق ہی نہیں پورے کر سکتا۔ اب وہ بدکاری کی طرف مائل ہو کر ادھر اُدھر پھر رہی ہے۔ تو اس نفل عبادت کا کیا نتیجہ ہوا؟

انبیاء کرام کی ترتیب عملی اور آسان ہوتی ہے

ایک صحابی کی شادی ہوئی۔ کچھ عرصے بعد ان کے باپ نے بہو سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے کیا حال احوال ہیں؟ بہو نے کہا کہ ماشاء اللہ آپ کا بیٹا تو بہت مبارک ہے، سارا دن روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت کرتا ہے۔ والد صاحب بڑے خوش ہوئے کہ

File Adress:

ماشاءاللہ بہوتو بڑی تعریف کررہی ہے۔ بالآخراس بیوی نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کوشکایت کی۔مطلب اس کا یہ تھا کہ سارادن روزہ رکھتا ہےاور ساری رات عبادت کرتا ہےلیکن میرے حقوق تونہیں پورے کررہا۔اُس نفل نیکی میں تولگا ہوا ہےلیکن یہ واجب نیکی نہیں پوری کررہا جواس کے ذمّے لگی ہے۔لہٰذا ہوگا کیا کہ بدکاری کا دروازہ کھلے گا اوراس کے نفل اورمستحب کے نتیجے میں یہاں ایک معصیت اورکبیرہ گناہ کھڑا ہوگا تواس کا کون ذمہ دار ہوگا؟ توحضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بلایااورفرمایا کہ آپ کےنفس کا بھی آپ پرحق ہے،آپ کی آنکھ کا بھی آپ پرحق ہےاورآپ کی بیوی کا بھی آپ پرحق ہےاورفرمایا کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اورکھاتا بھی ہوں،سوتا بھی ہوں اورجاگتا بھی ہوں۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ حضرات انبیاءعلیہم الصلوٰۃ والسلام بہت آسان راستے پر چلایا کرتے ہیں۔مثلاً جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سےسفر میں سنت پڑھنا ثابت ہی نہیں ہے۔یہ روسی حملہ کے بعد کی بات ہے کہ افغانستان میں تبلیغی چلے کے لیے ہماری تشکیل تھی تو لوگ ہمارے ساتھ اس بات پر بڑی لڑائیاں کرتے تھے۔ایک دوجگہ الجھنے کے بعدہمیں اندازہ ہوا کہ اب اگرہم یہاں سنت نہیں پڑھیں گےتولوگ ہماری بات ہی نہیں سنیں گے۔ خودان کا یہ حال ہے کہ رستے میں ظہر کے لئے جب گاڑی کھڑی کرتے ہیں تو قصر کا بھی رواج نہیں ہے،پورے دس رکعت پڑھتے ہیں۔افغانستان میں اتنی علمی کمزوری تھی کہ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سفر میں فرض نماز دورکعت پڑھنی ہےاورقصر لازمی کرنی ہے۔تو دس رکعت پڑھیں گےلیکن ایسےٹکا ٹک پڑھیں گے کہ رکوع سے اٹھیں گے بھی نہیں،وہیں سے سجدہ اورایک سجدے سے ہاتھ اُٹھائے نہیں ہوں گے زمین سے کہ دوسرا سجدہ۔ایسے ڈزا ڈز جیسے کہ نسوار کوٹنے والی مشین چل رہی ہو،جیسے تیسے دس رکعات پڑھ لیں گے۔ دیکھنے والے کواندازہ ہوگا کہ ان میں سے ایک رکعت بھی قبول ہوتی دکھائی نہیں دیتی، جو

File Adress:

اہل علم ہوتے انہیں میں سمجھا تا کہ بتاؤ اگر دس رکعات نسوار کوٹنے والی مشین کی طرح نہ پڑھتے اور دو رکعات فرض اطمینان سے پڑھ لیتے تو کیا وہ بہتر نہیں تھا؟ تو جو سمجھدار ہوتا وہ سمجھ جاتا تھا اور دوسرے کہتے کہ ''سوک وہابی بہ ای چے دہ سنّتو مخالف دے (یعنی کوئی وہابی ہے جو سنتوں کا مخالف ہے) ایک جگہ میں نے دو رکعت نماز پڑھائی تو ایک شخص جو کہ عالم بھی نظر آتا تھا اتنا ناراض ہوا اور ماتھے پر بارہ بجے ہوئے۔ کہنے لگا: آپ نے سنّت نہیں پڑھے ہیں۔ میں نے کہا: جب آپ چار رکعت فرض پڑھ رہے تھے تو سنت میں نے پڑھے تھے۔ میں نے بھی دو رکعت سنّت یہ سوچ کر اور پڑھے تھے کہ ایسے بھی جب سب لوگ نماز سے فارغ ہوں گے تبھی گاڑی چلے گی۔ تو وہ بڑا خوش ہوا۔ مجھے اس علمی انحطاط پر بڑی حیرت ہوئی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفر میں سنت پڑھنا ثابت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ایک ایسی راہ اختیار کرتے تھے جو کہ ساری امّت کے لئے آسانی کے ساتھ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے آسان ہو اور اُمت مشکل میں نہ پڑے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سنتیں نہ پڑھنا مسئلہ بیان کرنے کے لئے تھا جس کی وجہ سے شریعت بیان کرنے کا تبلیغی فریضہ ادا کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثواب مل رہا تھا۔ ہم لوگ سفر میں اگر آسانی ہو تو پھر سنتیں کیوں پڑھتے ہیں؟ یہ مسئلہ کہاں سے نکالتے ہیں؟ وہ ایک حدیث ہے کہ کچھ لوگ سفر کر رہے ہوں اور سفر کے بعد تھک تھکا کر لیٹ جائیں اور ان میں سے ایک آدمی وضو کر کے اللہ کے حضور کھڑا ہو جائے تو یہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ تو اس سے حنفی علماء استنباط کرتے ہیں کہ جب اس تھکاوٹ کی حالت میں نفلوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو سنتوں کی فضیلت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگئی۔ لہٰذا اگر آسانی ہو دوسروں کے سفر میں حرج نہ ہو رہا ہو تو سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔ ایک تو عام بس ہے جس میں لوگوں کو تکلیف ہو رہی ہے وہاں تو جلدی وضو کریں، دو رکعات پڑھ کر جا کے بیٹھیں۔ اپنی گاڑی ہو، وقت تنگ نہ ہو تو آدمی کا اپنا اختیار ہوتا ہے۔

File Adress:

دین آسان اور عملی ہے

دین کو ایسی شکل میں پیش کریں جو عملی ہو اور انسانوں کو پتہ چلے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے ہمیں تکلیف نہیں ہوگی یا یہ ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔اس لئے فتویٰ دیتے ہوئے مفتی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ آخری گنجائش دے تاکہ عمل کرنے والوں کو کوئی تنگی نہ آئے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ (الحج:۷۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے دین میں تمہارے لئے تنگی نہیں رکھی ہے۔

اس سے مفتی کو ہدایت ہوتی ہے کہ وہ آدمی کو جو وسعت و آسانی اور گنجائش ہوسکتی ہے وہ پوری دے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسی ترتیب سے چلتے ہیں جو بہت آسان ہو اور سب کے لئے ہو۔جس طرح بعد کے بزرگوں کے دو دو مہینے بغیر کھائے پیے رہنے کے واقعات ہیں جیسا کہ حضرت شیخ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صدقات میں بھی لکھے ہوئے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہوا۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہوا۔قضاءِ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد بعض اوقات وضو بھی نہیں کیا ہوا اور اس کے بغیر ہی لیٹنا کیا ہوا ہے۔ ایک عملی ترتیب ہو اور امت کے لئے ساری آسانیاں ہوں تاکہ کوئی آدمی حرج میں اور تکلیف میں نہ پھنسے اور دین کو اتنا سخت نہ کر دیا جائے کہ انسانوں کیلئے عمل کرنا ہی ممکن نہ ہو۔تو مشائخ کے ذمّہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا دین بھی بچائیں اور جو آدمی ان کے ساتھ چل رہا ہے اس کے دنیا و آخرت کے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا دین بچا کر اس کو چلائیں۔کیونکہ شیطان بعض اوقات ایسے عمل پر آدمی کو ڈال دیتا ہے کہ اس سے بڑے

File Adress:

بڑے مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں۔مثلاً اس سے کسی مستحب نیکی کے لئے اتنی مشقت کراؤ کہ اس سے اس کو صحت کا ایسا نقصان ہوجائے کہ اُس سے اس کے فرائض متاثر ہوجائیں، اہلیہ کے اور بال بچوں کے حقوق ادا کرنے کے قابل ہی نہ رہے تو ظاہر ہے ہلاکت کا دروازہ کھل ہی گیا۔تو آدمی تو سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں نے تو نیکی کر لی لیکن اس سے اس کے لئے ہلاکت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور شیطان کا منصوبہ کامیاب ہوجاتا ہے۔آدمی غیر محقق کی بات مان کر عمل کرے تو نتیجے میں ہلاکت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب ہیں، کچھ دن انہوں نے لا الٰہ الا اللہ کا جہری ذکر کیا تو ان کو کشف شروع ہوگیا۔کسی نے ان کے حالات بتائے تو میں نے کہا کہ جب خود آئیں اور بیان کریں گے، پھر ان کے بارے میں کچھ سوچیں گے۔انہوں نے جو آکر حالات بیان کئے تو مجھے اندازہ ہوا کہ اگر دس پندرہ دن اور جہری ذکر کیا تو آدمی psychiatric یعنی دماغی مریض ہونے والا ہے، پھر دماغی ہسپتال میں داخل ہوگا، لہٰذا میں نے کہا کہ برخوردار! آپ جہری ذکر بند کر دیں۔جہری ذکر میں چونکہ مزہ بھی آتا ہے تو ڈاکٹر صاحب سوچنے لگا کہ ہمارا ذکر کیوں بند کر رہا ہے۔خیر جب ذکر بند کیا تو وہ چیز زائل ہوگئی۔انہوں نے مجھے بتایا کہ میں بیٹھا ہوتا ہوں کہ مجھے کوئی message یعنی پیغام آجاتا ہے۔میں نے کہا: اس صورتحال کو دماغی امراض والے broadcasting کہتے ہیں۔ایسے مریض سے جب ہسٹری لیتے ہیں تو براڈ کاسٹنگ کو positive لکھتے ہیں۔یعنی اس نے پیغام کو transmit اور receive کرنا شروع کر دیا ہے۔اس سے اگلا درجہ مکمل تکلیف میں مبتلا ہونے کا ہوتا ہے۔خیر وہ مان گئے۔ابھی تک ان کو جہری ذکر نہیں شروع کرنے دیا ہے۔

ہمارے حضرات کہتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ذرا سا سر جھکائیں اور ضرب لگائیں تو باطن کا دروازہ کھلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔اگر کشف کا دروازہ کھل رہا ہو تو آدمی کا

File Adress:

(assess) جائزہ لینا ہوتا ہے کہ آیا اس کا پاگل پن کا دروازہ تو نہیں کھلنے والا کیونکہ یہ ہمارے ذمّے ہوتا ہے کہ اس کو ایسے چلایا جائے کہ اس کے دنیا و آخرت کے مفادات ضائع نہ ہوں اور آدمی اس طریقے سے چلے کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ اپنی جان، صحت، عمر اور وسائل سے دنیا و آخرت کا بہتر سے بہتر فائدہ حاصل کر کے رخصت ہو۔ تو یہ ایک دن کی بات نہیں ہے اور محض ذکر سے دل کا اُچھل جانا اور رونے کی کیفیت طاری ہو جانا نہیں ہے۔ بلکہ اصل تصوف تو فہم ہے جس کے نتیجے میں اللہ تبارک و تعالیٰ دین پر عمل کرنے کی ایسی ترتیب نصیب فرماتے ہیں کہ آدمی اپنی صحت، جان، علم اور وسائل سب چیزوں سے دنیا میں ایسا استعمال ہو جائے کہ یہاں سے آخرت کا بہتر سے بہتر فائدہ لے کر جائے۔ ایسا نہ ہو کہ 'کھودا پہاڑ نکلا چوہا'۔ آدمی محنت مشقت تو بہت زیادہ کرے، اپنے آپ کو تھکائے لیکن آخرت کے لحاظ سے کچھ حاصل کر کے نہ جا رہا ہو۔ مزدور کی تو سارا دن پتھروں کو توڑ توڑ کر شامت ہو جاتی ہے لیکن رات کو ساٹھ روپے (اس وقت مزدور کی دھیاڑی ساٹھ روپے تھی) گھر لے کر جاتا ہے جبکہ ٹھیکیدار آدھے گھنٹے کے لئے آتا ہے، دس باتیں سنتا ہے، دس باتیں بتاتا ہے اور شام کو دس ہزار روپے جیب میں ڈالتا ہے کیونکہ وہ بہترین planning اور بہترین منصوبہ بندی کو لئے ہوئے ہے۔ مزدور تو جان کاڑھ کر، پسینہ نکال کر ساٹھ روپے لے کر جاتا ہے جبکہ ٹھیکیدار دس باتیں کر کے آدھے گھنٹے میں دس ہزار لے کر جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے علم وسائل سوچ سمجھ سب کو ایک منصوبہ بندی کی ترتیب پر استعمال کیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صحیح ترتیب سے کوشش کر کے دنیا و آخرت کی بہترین کامیابیاں لے کر چلے گئے۔ بعد کے لوگوں نے دنیا بھی اتنی نہیں کمائی جتنی صحابہ کرام نے حاصل کی۔ ان کے مال و دولت کے، زمینوں جائیدادوں کے حساب اور اولادوں کے حساب آدمی کتابوں میں پڑھے تو اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی جتنے

File Adress:

مزے صحابہ اٹھا کر گئے ہیں اتنا مزہ آپ اور ہم دنیادار نہیں حاصل کر سکے۔لوگوں کا تو مال کما کما کر اور اس کے لئے پریشان ہو ہو کر یہ حال ہوتا ہے کہ بعض مریض آ کر کہتا ہے کہ منہ کڑوا ہے، کھانے کے ذائقے کا پتہ نہیں چلتا تو یہ اضطراب اور اضمحلال Anxiety جیسی نفسیاتی بیماریوں کی علامات ہیں کہ آدمی اتنا پریشان ہے اور اس نے کوئی ایسی پریشانی اندر لی ہوئی ہے کہ اس نے اس کو دبا لیا ہے۔کسی آنے والی پریشانی کو محسوس کر رہا ہے یا کسی چلتی ہوئی پریشانی کو محسوس کر رہا ہے کہ خوب پلاؤ مرغے پکے ہوئے ہیں لیکن اس کو ذائقے کا پتہ نہیں چل رہا کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ دنیاداروں کو وسائلِ دنیا دیے جائیں گے لیکن ان کے نتائج نہیں دیے جائیں گے۔دنیا کے وسائل تو ان کے پاس آ گئے اس کے نتائج نہیں آئیں گے ان کے پاس۔بہترین کھانے تو ان کے پاس ہوں گے، لیکن ان کھانوں سے زبان لطف اٹھائے، یہ نہیں ہوگا۔بہترین بستر ے اور محل تو ان کے پاس ہوں گے لیکن سکون محسوس ہو اور آرام کی نیند آئے یہ نہیں ہوگا۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ-اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ (التوبۃ:۵۵)

ترجمہ: تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ یہی چاہتا ہے کہ اِن چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں انہیں عذاب دے۔

یعنی دنیا کی یہ چیزیں ہم کفار کو دیں گے تا کہ ان کو عذاب دیا جائے۔مال و دولت، اولاد، عہدے، کرسیاں، زمینیں، جائیدادیں ساری چیزیں تو ہیں لیکن ہیں عذاب کے طور پر۔خان صاحب تو رات کو جوار کی روٹی کھا رہے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے پرہیز مقرر کی ہوئی ہے اور جن خوار مولویوں سے ختم پڑھوایا ہے ان کو مرغے مل رہے ہیں اور کھا رہے ہیں اور چونکہ اس مرغے پر نہ تو میرے پیسے لگے ہیں کہ مجھے پریشانی ہوئی نہ پکاتے ہوئے مجھے

File Adress:

کوئی غم ہوا کہ پتہ نہیں مہمانوں کو اچھا لگے گا کہ نہیں۔خوب آرام سے relax ہوکر کھا رہے ہیں اور ڈکار مار رہے ہیں۔ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے جب یہ مولوی صاحبان ڈکاریں مارتے ہیں۔ میں نے کہا: تمہارا معدہ صحیح ہضم ہی نہیں کرتا کہ تم بھی ڈکاریں مارو۔

ہمارے ایک بزرگ لالہ سحرگل صاحب (تبلیغی جماعت میں زندگی وقف کیے ہوئے بزرگ) کہا کرتے تھے کہ اگر تقویٰ سیکھ لوگے تو "اللہ تبارک و تعالیٰ بہ بغیر لوگی بغیر پھوکی روزی درکئی" نہ دھواں لگے گا، نہ آگ جلانے کے لئے پھونکیں مارنی پڑیں گی اور اللہ تعالیٰ روزی دے گا۔واقعی ان بزرگ کے حال کو میں دیکھتا تھا، جب بھی ان کے دسترخوان پر جائیں تو دنیا جہان کی چیزیں ہوتی تھیں۔شہر کے تاجر ملنے کے لئے جاتے تو یہ ان کی بڑی ڈانٹ ڈپٹ کیا کرتے تھے۔ایک تاجر بڑا مذاقی تھا، ان کو لالہ کہا کرتا تھا۔ایک دن کہنے لگا کہ لالہ کی اکیلی جان ہے لیکن سیر بھر بھنا ہوا گوشت کھاتا ہے۔ میری طرح دکان پر بیٹھ کر اس کو کمانا پڑتا تو پتہ چلتا۔ لالہ سحرگل کی زندگی میں تو ان کے حالات نہیں سنائے تھے۔آخری دنوں میں حالات سنائے کہ آج سے چالیس سال پہلے لالہ کی دو دکانیں تھیں، ان کو بیچ کر سارا پیسہ لے کر رائیونڈ گئے تھے، زندگی بھی وقف کی تھی اور پیسے بھی دیے تھے۔اس وقت اس نے اللہ کو پیسہ ادھار دیا تھا "وَأَقْرِضُوا اللهَ قَرْضًا حَسَنًا تو اب اس کا نفع کھا رہا ہے۔آج کل تو لوگ سود کو نفع کہتے ہیں، یا profit اور mark-up کہتے ہیں۔تو خیر اتنا قرضہ دیا ہے کہ اب اس کا fixed deposit چل رہا ہے اور وہ کھا رہا ہے اور بے غم ہے۔بغیر لوگئے بغیر پھوکئے خدائے ورکئی۔

حرام میں برکت نہیں

ہمارے ایک ساتھی بار بار دعا کرانے کے لئے آیا کرتے تھے، بڑی حیثیت کے

File Adress:

آدمی تھے، بڑے مقدمات میں پھنسے ہوئے تھے اور بڑی مالی مشکلات تھیں، مولانا صاحبؒ اس وقت زندہ تھے۔ ہماری ان کے لئے دعائیں کرا کرا کر شامت ہوگئی لیکن ان کی پریشانی دور نہ ہوئی۔ ایک دن ذہن میں بات آئی کہ ان سے پوچھوں کہ کہیں انھوں نے سودی قرضہ تو نہیں لیا ہوا۔ پوچھا: تو کہنے لگے: ''ڈاکٹر صاحب یہ جو آج کل کاروبار کے لئے پیسے دیئے جاتے ہیں اس کو سود تو نہیں کہتے۔ وہ تو پرانے زمانے میں فاقے میں مبتلا غریب آدمی کو جو دیے جاتے تھے اور اس پر جو اضافی رقم لیتے تھے اس کو سود کہتے ہیں۔ یہ تو کاروبار میں جو آدمی کما رہا ہے اس میں سے دیتا ہے''۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔ پوچھا: یہ کہاں سے پڑھا ہے؟ کہا: ڈپٹی نذیر احمد کی تفسیر پڑھی ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد ایک جج تھا اور عربی مدرسے کا طالب علم رہا ہوا تھا۔ چونکہ ذہین تھا، اس لئے عربی کا تو ماہر ہو گیا تھا، لیکن باقی حدیث، فقہ، تفسیر کسی ماہر عالم سے پڑھے نہیں تھے۔ مقدمات کے فیصلے کرتے کرتے صرف اپنی عربی کے زور پر اس نے تفسیر لکھ ماری اور اس میں یہ سود والی بات بھی لکھی تھی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ اتنے مقبول حضرات کی دعائیں اس آدمی کے لیے کیوں قبول نہیں ہو رہیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہی غلط ہے۔ یہ تو سود کو جائز سمجھتا ہے اور یہ عقیدۂ کفر ہے۔ اب یہ آدمی نماز بھی پڑھتا ہے، ذکر بھی کرتا ہے، بزرگوں کے پاس بھی آتا ہے، حج بھی کرتا ہے لیکن عقیدہ کفر کا ہے تو یہ ''ہندو ستر ے خدائے ناراض'' والی بات ہوگئی یعنی ہندو تو اپنی عبادت کر کر کے تھک گیا اور خدا ناراض کا ناراض ہی رہا۔ دسمبر کے مہینے میں ہندو پنڈت صبح اُٹھ کر ٹھنڈے پانی میں جا کر بیٹھتا ہے اور اپنے اوپر گڑوی سے پانی ڈالتا ہے، اسے اشنان کہتے ہیں۔ وہ اشنان نہ کرے تو اس سے کفر کی بدبو آتی ہے۔ ذرا ہندو کا پسینہ نکلے اور آپ پاس کھڑے ہوں تو بدبو آتی ہے۔ ہندوستان میں ہم مختلف جگہوں پر رہے اور ہندوؤں سے جو سابقہ پڑتا تو مجھے اندازہ ہو جاتا تھا کہ کون صحیح ہندو ہے اور کون گمراہ ہندو ہے اور اپنے عقیدوں کو چھوڑ چکا ہے۔ میں

File Adress:

اکثر کہا کرتا ہوں کہ میرے پاس جتنے ہندو طالب علم رہے ہیں صرف ایک صحیح ہندو آیا ہے جو کہ اب صوابی میں میڈیکل افسر ہے۔ اس سے بدبو آتی تھی، باقیوں سے نہیں آتی تھی یعنی باقی کمیونسٹ ہندو تھے۔ واقعی اس کے پاس کھڑے ہوتے تو ایسی بدبو آتی جیسے مری ہوئی بلّی سے آتی ہے۔ پہلے دور کے لوگ تو بڑے صحت مند ہوتے تھے۔ صبح ٹھنڈے پانی سے نہاتے تھے۔ ہمارے باپ دادا نے ہمیں یہ قصے سنائے ہوئے ہیں اور خود ہم نے لوگوں کو دیکھا بھی ہے کہ برفانی علاقے میں دسمبر جنوری کے مہینے میں صبح ٹھنڈے پانی سے نہاتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اب تو لوگ کمزور ہیں، اب یہ پنڈت کیسے اشنان کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اب یہ ایسے ہی گڑوی بھرتے ہیں اور اپنے پیچھے اور دائیں بائیں پانی پھینک رہے ہوتے ہیں، اپنے اوپر نہیں ڈالتے۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی ریسرچ کر لی ہے۔

عقیدے کی بات ہو رہی تھی کہ عقیدہ تو ٹھیک تھا نہیں ہمارے ساتھی کا۔ جمعہ کی نماز میں وہ آیا کرتے تھے۔ میں نے سود کے مسئلے پر جمعہ کی تقریریں کر کر کے آٹھ دس بار اس کو بیان کیا۔ لوگ بھی حیران تھے کہ اسے کیا ہوا کہ اس پر جن طاری ہے جو چیخ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارا ایک ساتھی ڈوبا جا رہا ہے، حج کر کے، نماز پڑھ کے، ذکر کر کے ڈوبا جا رہا ہے۔ میں تو اس کے لئے شور مچا رہا ہوں کہ اس کا عقیدہ ٹوٹے۔ ہوسکتا ہے کوئی اور بھی سن لے۔ بالآخر ایک دن ان کو اپنی غلطی کا اندازہ ہوا اور اپنی بات چھوڑ دی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی شان کہ دیکھتے دیکھتے ایک مسئلہ حل، پھر دوسرا مسئلہ حل اور پھر سارے مسئلے حل ہوتے گئے۔

ایک دن کہنے لگے کہ یہاں ایک درانی صاحب (بدعتی متصوف) ہیں، ان کے ہاں جو جاتے ہیں خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ ہم آپ کے اور مولانا صاحب کے ہاں جو آئے تو ہمارا کوئی فائدہ ہی نہ ہوا۔ میں نے کہا کہ چرس افیون کی دکانیں وہیں پھلتی پھولتی ہیں کیونکہ

File Adress:

حرام تصوف ہے اور حرام مال ہے، اس لئے وہاں پر بڑھتا ہے۔ وہ تو جوگیوں والا تصوف ہے، نہ نماز پڑھو، نہ روزہ رکھو، بس رونا دھونا شروع ہو جائے اور آدمی کامل ہو گیا۔ ہمارے ہاں جو آتے ہیں، ان کی کمائی اگر شرعی اصولوں کے مطابق نہیں تو اس میں کمی آئے گی۔

سلسلہ سے دنیوی مقصد کے لیے وابستگی مذموم ہے

لہٰذا سلسلے میں اگر کوئی مال بڑھانے کے لئے آتا ہو تو وہ بیشک دروازے سے باہر ہی رہے، کوئی مسئلے حل ہونے کے لئے آتا ہے تو وہ دروازے سے باہر ہی رہے۔ جو دنیا کی نیت کر کے آتا ہو اس کے آنے کا فائدہ نہ اس کو ہے نہ ہمیں ہے۔ جو آخرت کے لئے آئے تو اس کی آخرت اگر بن گئی تو اس کے بنانے میں اللہ تعالیٰ دنیا کو بھی بنا دے گا۔ لیکن جو دنیا اور دنیا کی کسی چیز کی نیت کر کے آئے اس سے بڑا بیوقوف اور اس سے بڑا خسارے والا آدمی کوئی نہیں ہے۔ ہم جب مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو بس دعا کو ہی کافی سمجھتے تھے کہ اس سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ان حضرات کو کیا سفارشوں کی تکلیف میں ڈالنا۔ تو جو سلسلے کی دعا ہے اس پر تو یقین نہیں ہے اور جو سلسلے کے دنیاداری وسائل ہیں ان سے ہم آس لگائے ہوئے ہیں تو کیا یہ توحید ہوئی کہ شرک کی بنیاد ہوئی ہے۔ سلسلے کی دعا کی رسی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملتی ہے جس کو پکڑنے سے اللہ تعالیٰ مسائل حل کرتا ہے اور جس کے بارے میں کہا گیا:

"وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔

(البقرۃ:۲۵۶)

ترجمہ: اور جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو تحقیق اس نے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا۔

جس کے پکڑنے کے بعد کوئی گرنے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ تو اس کے بعد آپ دنیا کی چیزوں سے آس لگائے بیٹھے ہیں۔

File Adress:

ڈاکٹر سفیر صاحب کہتا ہے کہ میں جب شروع میں آیا تو مجھے ڈاکٹر مبشر صاحب نے کہا کہ یہاں پر ایک درس ہوتا ہے اور درس دینے والے ہمارے پروفیسر بھی ہیں، آپ بھی بیٹھا کریں۔ میں نے سوچا، اچھی بات ہے بیٹھا کریں گے۔ ہمارا تو امتحان پرچوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا، یہ تو واقعی بڑے کام کی بات بتائی، بڑا اچھا سینئر تھا۔ خیر چند دن جو درس میں بیٹھے تو وہاں بات ہی دوسری تھی۔ قرآن تو ایک زندہ کلام ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوسرا رخ ہی سامنے کر دیا۔ سلسلے کے ظاہری وسائل تو ایسے ہی بودے ہیں جیسے مکڑیوں کا جالا اور اصل تو وہ عروۃ الوثقیٰ ہے تو اس لئے آدمی کو یقین تو ان اعمال پر ہو اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو۔

ایک ساتھی سے میں نے کہا کہ فلاں سیاسی پارٹی تو بہت گڑبڑ کر رہی ہے اور آپ کیوں ان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ کہنے لگا: ڈاکٹر صاحب! آپ تو ایسی نوکری میں ہیں کہ تبادلوں کہ مصیبت سے بچے ہوئے ہیں، ہمیں تو دس دفعہ تبدیل ہونا پڑتا ہے اور اگر ان سیاسیوں کے ساتھ تعلقات نہ رکھیں تو کیا کریں۔ میں نے کہا: انجینئر صاحب! اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں مجھ پر تو ڈیڑھ سال یہ مصیبت رہی، عدالتوں کے جگہ جگہ دھکے کھائے، لیکن میں نے دو نیتیں کی ہوئی تھیں، ایک یہ کہ جمعیت علمائے اسلام والوں سے ہمارا جو تعلق ہے ان کو کبھی کام کا نہیں کہوں گا اور ایک تبلیغ والوں کے ساتھ تعلق ہے تو ان کو بھی مدد کا نہیں کہوں گا۔ حضرت مولانا صاحبؒ کے پاس حاضری ہوئی تو انہوں نے کہا کہ برخوردار! حزب البحر پڑھ لیا کرو، آپ کو اجازت ہے۔ میں نے سوچ لیا کہ بس اسی کو پڑھیں گے اور اسی پر اللہ تعالیٰ مسئلہ حل کر لے گا اور جو ظاہری اسباب میں کہیں آنا جانا ہوا تو کر لیں گے لیکن سلسلے والوں کو مدد کا نہیں کہیں گے تا کہ سلسلے کا تعلق دنیا کے مفادات کو حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ حالانکہ سلسلے تو ایسی چیز ہوتے ہیں کہ جس میں اولاد اور بہن بھائیوں سے زیادہ محبت والی بات ہوتی ہے۔ اس میں اپنے بھائی کو تکلیف میں دیکھ کر آدمی سے برداشت نہیں ہوتا۔

File Adress:

سوال پیدا نہیں ہوتا کہ آدمی اس کی مدد کو کھڑا نہ ہو اور اس کو نکالنے کی فکر نہ کرے۔ مرید کے حالات پر تو ایسی پریشانی ہوتی ہے جیسے اپنی اولاد کے حالات پر پریشانی ہوتی ہے اور جب تک وہ تکلیف سے نہ نکلے تو آدمی کو اطمینان نہیں ہوتا۔ سلسلے والوں کو اس طرح ضرور کرنا چاہئے لیکن ضرورت مند کو سوائے ذاتِ ذوالجلال کے کسی کی آس نہیں لگانی چاہیے۔

تو یہ تو عروۃ الوثقیٰ کو پنجہ مارنا ہے۔ اس مضبوط کڑے کو پنجہ مار کر پکڑنا ''وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ، مولانا صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہمارے استاذ صاحب ہمیں پشتو میں پڑھاتے تھے تو اس کی تشریح میں کہتے تھے ''منگولے خخول'' جیسے باز پنجہ مار کر کسی چیز کو ایسا پکڑ لیتا ہے کہ اس سے پھر ہٹتا نہیں اور نہ اس کے ہاتھ سے چھوٹتی ہے۔ تو اس مضبوط کڑے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق کو پنجہ مار کر پکڑنا ہوتا ہے۔ پس جس نے پنجہ مار کر پکڑ لیا اللہ تعالیٰ کو۔ اس کو سیدھے راستے کی ہدایت ہوئی۔

روحانی اعمال کی تاثیر

ڈاکٹروں کی خاطر یہ بات کہہ دوں کہ مختلف بیماریوں کے لئے جو سات دفعہ سورۃ فاتحہ دم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ کئی بار میں نے محسوس کیا کہ سات دفعہ سورۃ فاتحہ دم کرنے کے بعد جو نسخہ ذہن میں آجائے ایسا اثر کرتا ہے جیسے نشانے پر گولی۔ بعض اوقات خود کو حیرت ہوتی ہے کہ کیسے ہوا۔ بڑی بڑی جگہوں سے نہ ہو سکا یہاں سے کیسے ہو گیا۔ خیر کبھی کبھی ہوتا ہے ہمارا کون سا پیشہ ہے کہ اس کے لئے آپ ہمارے پاس آئیں۔ تو اھدنا الصراط المستقیم پر میں نے سوچا تو صحیح تشخیص بھی تو صراطِ مستقیم ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ چاہے تو صرف پھونک مارنے سے شفا دے، چاہے تو صحیح تشخیص کی طرف ہدایت کر دے۔

بیس سال پہلے کی بات ہے کہ ایک نسخہ میں نے تبلیغی ساتھی کو لکھا تو وہ ہزارہ میں بہت چلا، یہاں تک کہ دوکاندار کہتا کہ اب کوئی بھی آتا ہے تو اس کو میں خود ہی دے دیتا

File Adress:

ہوں۔میں نے عرض کیا کہ دراصل یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلتے ہیں اور تبلیغ میں قربانیاں کرتے ہیں تو یہ اس کی وجہ سے شفا ہوئی ہے۔اگر ایک آدمی سودی کاروبار کر کے آیا اگر وہاں چلانا چاہیں تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔ یہ تو اس برکت سے ہوا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چلانا چاہا چلے گا۔تو کچھ عرصے بعد وہ بھول ہی گیا اس نسخے کو۔میں نے کہا: بس وہ برکت جو تھی وہ ختم ہوگئی۔

لا الٰہ الاّ اللہ کا جہری ذکر جو ہم کرتے ہیں اور ساتھ ضربیں لگاتے ہیں اس سے یہ راز پانا ہے کہ یہ مضبوط کڑے کو پکڑا میں نے اور پنجہ مارا اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف۔تو اس کا اعتصام باللہ ہوا اعتصام بالعروۃِ الوثقیٰ ہوا۔ وہ کڑا ہمارے ہاتھ آیا ہے کہ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا وسیلہ ہے اور کارساز ہے اور ہماری ساری چیزیں تو اس کے ساتھ اٹکی ہوئی ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی ان شاء اللہ۔لا الٰہ الاّ اللہ سو بار کہتے ہیں قلب سے اللہ تعالیٰ کے غیر کا تعلق نکلا اور پیچھے گر گیا۔الاّ اللہ سے قلب میں اللہ تعالیٰ کا تعلق داخل ہوا۔سو بار جو الاّ اللہ کہتے ہیں اس میں یہ دھیان کرنا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ہے ہمیں دیکھ رہا ہے ہمارے ساتھ ہے۔سو مرتبہ اللہُ اللہ کرنا ہوتا ہے۔اس میں بھی یہ دھیان کرنا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ہے، ہمیں دیکھ رہا ہے، ہمارے ساتھ ہے۔سو مرتبہ اللہ کہتے ہوئے یہ دھیان اور کوشش کرنی ہوتی ہے کہ یہ آواز دل سے اُٹھ رہی ہے اور زبان ساتھ ایسے ہی ہل رہی ہے۔کچھ عرصہ مشق کرنے سے اللہ تعالیٰ کرتا ہے کہ یہ بات اندر داخل ہو جاتی ہے۔

File Adress:

بننا اصل ہے

File Adress:

کسی بھی چیز کی کارکردگی کا تسلسل اسی وقت برقرار رہ سکتا ہے، جب اس کی صفائی وستھرائی کا عمل مسلسل ہو، انسان کے مثبت اور نتیجہ خیز استعمال کے لیے اس کی باطنی صفائی اور ستھرائی کا مسلسل عمل ضروری ہے، باطنی صفائی اور باطن کی تعمیر ہی اصل تعمیر ہے، باطنی اعتبار سے بنی شخصیت عملی میدان میں نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ اگر ظاہر کے ساتھ باطن کی مطابقت کا عمل کمزور ہو تو شخصیت نتیجہ خیز نہیں ہوتی، بلکہ ہر میدان میں ناکام رہتی ہے۔ اس موضوع پر حسی مثالوں سے کارآمد گفتگو۔

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ۔ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا (الشمس:۹۔۱۰)

ترجمہ: تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو (نفس کو) سنوارا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا یعنی گناہوں میں مبتلا کر دیا۔ (معارف القرآن)

محترم بھائیو اور دوستو! ان آیاتِ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ جو پاک ہوا، سنورا، یعنی اپنی اصلاح کی، وہ کامیاب ہوا اور دوسرے جملہ میں اس کا الٹ بیان کر دیا گیا کہ جو نہ ہوا پاک، اس کا خسارہ ہوا، نقصان ہوا۔

کارکردگی کا تسلسل صفائی پر موقوف ہے

ہر ماحول کے مطابق صفائی کا ایک خاص معیار ہوتا ہے، گاؤں میں پورے سات دن کپڑے پہنے ہوتے ہیں، برے نہیں لگتے ہیں۔ ہفتہ بعد اُتار لیتے ہیں، دھونے کو دے دیتے ہیں۔ یہاں شہری ماحول میں دوسرے تیسرے دن نہ بدلیں تو برے لگتے ہیں، کپڑے میلے ہو گئے، اب ان کو صاف کرنے کی، دھونے کی ضرورت ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ صاف کپڑا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جب میلا ہو جاتا ہے تو اس کا ذکر بند ہو جاتا ہے، صاف کپڑے والوں کی روزی میں برکت ہوگی، شخصیت میں کشش ہوگی، جہاں جائے گا وہاں اس کی قدر ہوگی، اس میں اتنے کثیر فوائد ہیں۔

گھر میں آدمی رہتا ہے روز اس کی صفائی نہ کریں، کوڑا کرکٹ باہر نہ پھینکیں تو ہفتے

File Adress:

دو ہفتے، مہینے بعد رہنے کے قابل نہیں رہتا۔ گاڑی کی مہینہ دو مہینہ بعد اس کے ساتھ جو متعلقہ صفائیاں ہیں وہ نہ کریں، تو گاڑی کی کارکردگی خراب ہو جاتی ہے، فائدہ دینا بند کر دیتی ہے کیونکہ کہتی ہے کہ صفائی اب میرا حق ہے، میں آپ کو فائدہ دیتی رہی، آپ کے لئے استعمال ہوتی رہی، اب آپ بھی دو مہینوں کے بعد ایک دن آدھا دن میری صفائی، موبل آئل تبدیل کرنے، گریس لگانے وغیرہ کے لئے استعمال کریں تا کہ میں درست ہو کر جگہ پر آ جاؤں اور آپ کو فائدہ پہنچاؤں۔

چارسدہ کی طرف ہم جا رہے تھے تو میں نے ڈاکٹر سیار صاحب سے کہا کہ بعضے کھیتوں میں چاول کاشت کئے ہوئے ہیں، چاول کی آمدنی تو گنے سے کم ہے، یہ کیوں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: یہاں کے زمیندار کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد زمین میں چاول کاشت نہ کیا جائے تو زمین کی گنا پیدا کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ پھر جب چاول کاشت کرتے ہیں اور مہینہ دو مہینے چاول کیلئے زمین میں پانی کھڑا رہتا ہے تو اس سے دیمک ختم ہو جاتی ہے، ورنہ زمین میں دیمک کی کالونیاں بن جاتی ہیں تو گویا زمین جو آپ کو فصل دے رہی ہے اس کا بھی ایک حق ہے، وہ کہتی ہے کہ مجھے بھی درست کرو۔

انسان کی مثبت کارکردگی اصلاح باطن پر موقوف ہے

انسان نے اس معاشرے میں استعمال ہونا ہے، لہٰذا یہ بھی سنورنا اور بننا چاہتا ہے، کیونکہ اگر بگڑا ہوا انسان معاشرے میں جائے گا تو یہ سب جگہ بگاڑ ہی بگاڑ پیدا کرے گا۔ بازار میں ہے وہاں بگاڑ، دفتر میں ہے وہاں بگاڑ، عدالت میں ہے وہاں بگاڑ، حکومت میں ہے وہاں بگاڑ، جس جگہ پر بھی جائے گا اس کا رویہ منفی، حالات بگاڑنا خود پریشان ہونا، دوسروں کو پریشان کرنا اس سے ہوتا رہے گا۔

پشاور یونیورسٹی کے ایک شعبے کے چیئرمین تھے، اُن کو یونیورسٹی والوں نے ہٹا دیا،

File Adress:

اس نے مجھ سے گلہ کیا کہ تمہارے فلاں تبلیغی ساتھی نے بھی میرے خلاف ہنگامے کیے ہیں اور مجھے ہٹایا گیا ہے۔ میں نے ساتھی سے گلہ کیا کہ وہ بڑی عمر کے آدمی اور آپ نوجوان ہیں خواہ مخواہ چیئر مین صاحب کو تنگ کیا اور اس کو چیئر مینی سے آپ نے ہٹوا دیا۔ اس نے کہا: ڈاکٹر صاحب! میں نے اس کو تنگ نہیں کیا ہے، یہ خود اپنے آپ کو تنگ کرتا ہے۔ پوچھا: وہ کیسے؟ بتایا کہ کوئی بات بھی کرتا ہے تو منفی ہوتی ہے، کسی آدمی سے ملے گا، اس سے منفی بات کہے گا مثلاً: اس سے کوئی ملے تو اُس سے پوچھے گا کہ آپ کہاں کے ہیں؟ اگر اس نے کہا: میں کوہاٹ کا رہنے والا ہوں، تو فوراً کہتا ہے: چھوڑ یار! کوہاٹ کے بھی کوئی لوگ ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ فلاں زیادتی کی، فلاں جگہ یہ غلطی کی، فلاں جگہ یہ غلطی کی۔ کسی کو اپنا ہمدرد نہیں چھوڑتے ہیں کسی کے بارے میں اچھے لفظ کہہ دینا، مبارک لفظ کہہ دینا اس سے نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لیے پریشانیاں بنتی ہیں۔ لہٰذا پریشانیوں کا سبب اپنا ہی بگاڑ ہے۔

گھر میں یا مختلف جگہوں پر جب میں جاتا ہوں اور کوئی بچوں کی پٹائی کر رہا ہو کہ یہ فلاں کام کرو، وہ کر کے نہیں دیتا۔ میں کہا کرتا ہوں: آپ ذرا پیچھے ہو جائیں، آپ حوصلہ کریں، پیچھے خاموش ہو کر بیٹھ جائیں، بچہ کو آپ ذرا آزاد چھوڑ دیں۔ پھر بچہ سے کہتا ہوں، اُوہو! کتنا اچھا بچہ ہے، کتنا پیارا بچہ ہے، اس سے جو بات کہی جائے اس کو مانتا ہے اور بچے تو وہی اچھے ہوتے ہیں جو ماں باپ اچھی باتیں کہیں، صحیح باتیں کہیں، اس کو مانیں، وہ بچے جو بات مانتے ہیں کتنے خوبصورت لگتے ہیں۔ اچھا اب آپ یہ کر لیں وہ فوراً کر لیتا ہے۔ منفی ترتیب کی کامیابی کم ہے، مثبت کی کامیابی زیادہ ہے۔ زبان نے اپنی نرمی کے باعث ۳۲ دانتوں کو اپنے سامنے قطار بنا کر کھڑا کیا ہوا ہے اپنی خدمت کیلئے۔ زبان پر کوئی چوٹ نہیں آتی ہے، دانت ٹوٹتے ہیں پھر زبان پر چوٹ آتی ہے۔ دانتوں کی سختی کو زبان نے اپنی نرمی سے کنٹرول کیا ہے اور اپنے آگے صف بنا کر اپنی حفاظت کیلئے کھڑا کیا ہوا ہے۔

File Adress:

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر بگڑا ہوا باپ ہے تو مصیبت، بیٹا ہے تو مصیبت، دکاندار ہے تو مصیبت۔ یہ سن ۶۷ء کا واقعہ ہے، ہم دو طلباء نکلے اور پشاور یونیورسٹی کے کافی شاپ بازار گئے۔ سردیاں ہو رہی تھی کہ چلو ہیٹر خریدیں۔ نئی دکان شروع ہوئی تھی۔ ہم نے ایک ہیٹر دیکھا، دوسرا دیکھا، تیسرا دیکھا، آدمی تنگ ہو گیا اور غصہ ہو گیا۔ اس نے کہا: لیتے ہو تو لو ورنہ جاؤ۔ میرے ساتھی نے کہا: پریگدہ مڑہ دہ خود کاندار نہ دے دہ خو تھانیدار دے۔ (کہ چھوڑو یار! یہ تو دکاندار نہیں ہے تھانیدار ہے۔) میں نے کہا: دکان یو سوو رزو دے زیات نہ دے۔ (دکان کچھ دن ہے زیادہ نہیں ہے۔) دو تین مہینے بعد دیکھا تو دکان ختم۔ بگڑا ہوا آدمی باپ ہے تو اولاد کے لئے مصیبت، حاکم ہے تو رعایا کے لئے مصیبت، رعایا بگڑی ہوئی ہے تو حاکم کے لئے مصیبت۔ جس نے اپنے آپ کو نہیں سنوارا اس نے اٹھایا خسارہ اور ہوا تباہ اور ہوا پریشانی میں مبتلا۔ اس لئے دنیا آخرت کے سارے مسائل کا حل ہی اصلاحِ نفس میں ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: اخلاص والے ہدایت کے چراغ ہیں ان کی وجہ سے بڑے بڑے فتنوں کو اللہ تعالیٰ ختم کر دیتا ہے۔ ہم اور آپ انسان کو استعمال کیلئے تیار کر رہے ہیں، انسان کو بنا نہیں رہے کہ استعمال کے قابل ہو جائے۔ یہ سن ۷۸ء کی بات ہے، صوبائی پبلک سروس کمیشن میں میرا ایک انٹرویو ہو رہا تھا۔ انٹرویو ہو گیا، اس کے بعد انہوں نے ایسے ہی آزاد باتیں، Informal باتیں شروع کر دیں، چیئرمین نے کہا کہ یہ تمہارے ڈاکٹر صاحبان ایسا ظلم کرتے ہیں، ایسے پیسے لیتے ہیں، اتنا تنگ کرتے ہیں، لوگوں کو پریشان کرتے ہیں، انہوں نے کافی فہرست الزامات کی دہرائی۔ میں نے سوچا کہ اب تو بات Informal ہو گئی ہے، تکلفات سے خالی ہو گئی ہے، اب ان سے میں کوئی بات کہوں تو یہ برا نہیں مانیں گے، میں نے کہا: جناب معاف کریں، ہم معاشرے کے لئے

File Adress:

ڈاکٹر بناتے ہیں انسان نہیں بناتے، انجینئر تو بناتے ہیں انسان نہیں بناتے، افسر تو بناتے ہیں انسان نہیں بناتے ۔ جب ان کی شخصیت کی تعمیر نہیں ہوگی تو جس جگہ پر جائیں گے انسانوں کی پریشانی کا ذریعہ بنیں گے۔اس لئے قرآن پاک میں جن مقامات پر کوئی ذمہ داری لینے دینے کا تذکرہ آیا ہے تو اس کے ساتھ دو باتوں کا تذکرہ کیا ہے، جسمانی اور روحانی اہلیت۔جسمانی اہلیت یہ ہے کہ جس شعبہ کا ہے اس شعبہ کو جانتا ہو اور صحت مند ہو اور روحانی صلاحیت، روحانی استعداد یہ ہے کہ اس کے اندر اس کو چلانے کی صفات ہوں۔

اصلاح یافتہ شخصیت نتیجہ خیز ہوتی ہے

بنی اسرائیل پر مصیبت کے حالات تھے، ان کے مخالفین نے اُن کو مارا، ملک سے نکالا اور خوب پریشان کیا۔آکر غور کرنے لگے کہ پٹتے پٹتے اب ہم کہاں تک پٹیں گے اور کیسے وقت گزاریں گے۔ان کا خیال ہوا کہ مقابلہ کے لوگوں کا تو محکم نظام ہے، ان کا بادشاہ ہے، فرمانروا ہے، ہر شعبہ انہوں نے منظم کیا ہوا ہے لہٰذا اس تنظیم کے ساتھ یہ ہم پر غالب آگئے ہیں اور ہم ان کے مقابلے میں تتر بتر بھیڑ بکریوں کی مثال ہیں۔انہوں نے دعا مانگی کہ یااللہ! اگر تو ہمارے لئے بھی کوئی بادشاہ مقرر کردے تو ہم اس کی سرکردگی میں جہاد کریں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو ان پر بادشاہ مقرر کردیا۔انہوں نے کہا: یہ تو غریب آدمی ہے، بے حیثیت آدمی ہے، اس کی جگہ کوئی مضبوط قوم سے ہوتا، کوئی مالدار قوم سے ہوتا تو اس کو سب بادشاہ مانتے۔اللہ تعالیٰ نے جواب میں اُن سے فرمایا کہ بادشاہ کے لئے علمی استعداد کی ضرورت ہوتی ہے اور جسمانی صحت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ تم میں سب سے زیادہ مناسب ہے۔اس کے لئے کوئی شکل وصورت کی ضرورت نہیں ہے، کسی بڑی قوم سے ہونا ضروری نہیں ہے اور مالدار ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے حوصلہ، برداشت، جرأت، شجاعت، فہم، بروقت صحیح فیصلہ کرنا، بات کو صحیح سمجھنا، یہ باتیں

File Adress:

ضروری ہوتی ہیں اور وہ تم میں سب سے زیادہ اس میں ہیں ۔لہٰذا حضرت طالوتؒ ہی کی شخصیت نتیجہ خیز ثابت ہوئی اوران کی سرکردگی میں بنی اسرائیل کو اپنا اقتدار اور زمین واپس ملی اوران کی دشمن قوم عمالقہ کا زور ٹوٹا۔

یوسف علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے مصر کا اقتدار مانگا تو انہوں نے دعا مانگی کہ یا اللہ! مجھے مصر کے خزانے دے۔ میں ان خزانوں کا کام جاننے والا بھی ہوں اوران کی حفاظت کرنے والا بھی۔ دیانتداری اور حفاظت کی جو صفت ہے وہ روحانی استعداد ہے، وہ بھی ہے مجھ میں اور علیم بھی ہوں یعنی میں اس کام کو جانتا بھی ہوں۔ جسمانی استعداد بھی تھی اور روحانی استعداد بھی۔ اس لئے اسلامی نظام میں ہمیشہ ایسی ترتیب چلائی جس نے صرف معاشرے کو Technocrates اور Buearucrates نہیں دیئے ہیں بلکہ اس نے اس کو بنی ہوئی شخصیات دی ہیں جو اپنے لئے، سارے انسانوں کے لئے، پورے معاشرے اور ماحول کیلئے رحمت بنی ہیں۔آپ کے بڑے بڑے تربیت کے ادارے ہیں ان کے ٹریننگ کے طریقہ کار کا جا کر مطالعہ کریں Buearucrates کی ٹریننگ کے طریقہ کار کا مطالعہ کریں تو ان کو ٹرکیں اور ڈاج کرنا اور اپنے مقصد کو نکالنے کے لئے ہتھکنڈے استعمال کرنا سکھایا جاتا ہے۔ اخلاص ہو، اخلاق ہوں، آپ اپنے اخلاص سے متاثر کر رہے ہوں، یہ نہیں سکھایا جاتا۔

یہ اسلامی نظام ایک صبر آزما چیز ہوتی ہے۔ ۲۳ سالہ صبر آزما دور ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ سارا معاشرہ اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ کبر والے کی زندگی بنتی ہے وہ کامیاب ہوتا ہے وہ چھا جاتا ہے اور یہاں یہ بات بتائی جاتی ہے کہ عاجزی والے کی زندگی بنتی ہے جو عاجز ہوتا ہے وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔ وہاں یہ ہے مالدار کی زندگی بنتی ہے خواہ ظلم سے مال لیتا ہے یا قتل کر کے لیتا ہے اور یہاں یہ ہے کہ اخلاق والے کی دنیا

File Adress:

بنتی ہے خواہ اس کے پاس مال ہو یا نہ ہو۔ یہ تو دو ترتیبیں ہیں جو آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔ ایک ترتیب والوں نے اپنی ترتیب پر چل کر نتائج حاصل کئے ہوئے ہیں۔ وہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ اس کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کا کفارِ مکہ جب مذاق اُڑاتے تھے کہ ان کو دین دین کہہ کر دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے۔ گویا ایسی بات کہی جارہی ہے کہ ہونی نہیں ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی ہے تو اس نے کہا: اُوہو! یہ آدمی جس کی زبان میں لکنت ہے، ہمارے ہاں پلا ہوا ہے، اس کا کوئی ساتھ دینے والا بھی نہیں ہے اور عجیب بات کہہ رہا ہے کہ کامیابی اس کے طریقۂ کار میں ہے۔ کیا یہ ملکِ مصر میرا نہیں ہے اور کیا یہاں کے بہتے ہوئے دریاؤں کا مالک میں نہیں ہوں اور کیا اتنی قوت اور اتنے وسائل میرے ہاتھوں میں ہوتے ہوئے میں ناکامیاب ہوں اور یہ کامیاب ہے۔ اس کو بولنا ہی نہیں آتا، زبان اس کی اٹکتی ہے، لکنت ہے اس کی اور ترتیب کیسی دے رہا ہے کہ کروفر کے مقابلے میں عاجزی کا کہہ رہا ہے، مال و دولت جمع کرنے کے مقابلے میں خیر خیرات خرچ کا کہہ رہا ہے اور لوگوں پر غالب آنے کی بجائے خدمتِ خلق کا کہہ رہا ہے، یہ تو کوئی ترتیب چلنے والی ہے ہی نہیں۔ اور قریشِ مکہ کہہ رہے تھے کہ دین دین کہہ کر ان کو دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے، یہ تو اب چلنے والی بات ہے ہی نہیں جو کہہ رہے ہیں، یہ کہاں چلے گی۔ واقعی یہ دور ایک صبر آزما دور ہوتا ہے لیکن صالح ترتیب باطل ترتیب کو توڑتی ہے اور اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کو لیتی ہے۔ اس کو جب چالو کر کے ایک چھوٹا سا معاشرہ بناتے ہیں پھر وہ پھیلتا ہے تو اس کی رحمتیں برکتیں سامنے آتی ہیں یہاں تک کہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے پردہ فرما رہے تھے تو جزیرہ نما عرب سے کفار کا اخراج ہو گیا تھا اور اسلامی نظام قائم ہو گیا تھا۔ اسلامی نظام جب قائم ہوتا ہے تو بڑی

File Adress:

شدت سے باطل اکٹھا ہوکر، بپھر کر اس پر حملہ کرتا ہے تا کہ اس کو توڑا جائے اور باطل کو پھر لایا جائے جس باطل کی وجہ سے ہماری سرداری قائم ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور وہ دور ہے کہ ڈھائی سال کفر نے ردِعمل کر کے سخت ٹکراؤ کیا ہے حق کو توڑنے کیلئے، لیکن کمر باندھ کر ابوبکر صدیقؓ نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا ہے اور دندان شکن جواب دے کر پھر باطل کو ملیامیٹ کیا ہے۔ اس جدوجہد کی برکت سے دورِ فاروقی میں پھر پھیلاؤ ہوسکا ہے کیونکہ باطل سب رکاٹوں کو ابوبکر صدیقؓ نے روند کر میدان صاف کر دیا تھا۔ چنانچہ جس جگہ پر بھی اطلاع جاتی تھی کہ ایسا نظام تمہارے قریب قائم ہوگیا ہے جس میں ایسا عدل ہے، ایسا انصاف ہے، ایسی خوشحالی ہے، ایسی آسودگی ہے، ایسی حفاظت ہے، ایسی انسانوں میں مساوات ہے تو سننے والا انسان اندر سے چاہتا تھا کہ یہ چیز ہمیں بھی نصیب ہو۔ تو صحابہ کرامؓ کے نظام اور ان کے ماحول نے باطل کے نظام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ اس لئے ان کے لشکر جا کر جس علاقے کو لے رہے ہوتے تھے ان کے نظام اور اُن کی زندگی کی ترتیب کو پہلے سے اس علاقے کے لوگوں نے قبول کر لیا ہوتا تھا۔

جب شہاب الدین غوریؒ نے پانی پت کی جنگ میں ہندوستان کو فتح کیا ہے اور اجمیر شریف تک جا کر پرتھوی راج کے مرکز کو توڑا، تو صبح اس نے دور سے اذان کی آواز سنی تو اس کو حیرت ہوئی کہ ہمارے ملک فتح کرنے سے پہلے یہاں کون اذان دے رہا ہے۔ لوگ تحقیق حال کے لئے پہنچے تو وہاں دیکھا کہ کچھ فقراء، کچھ اللہ والے بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے اذان دی ہے۔ یہ آگے بڑھا تو دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہے جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور بشارت دی تھی کہ تم آؤ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح نصیب فرمائے گا۔ یہ شخص کون تھا؟ یہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ تھے۔ جنہوں نے شہاب الدین غوریؒ کے لشکروں اور اسلحوں اور فوجوں کے داخل ہونے سے پہلے اپنی روحانی قوت سے ہند کی باطل قوت کو

File Adress:

توڑ دیا تھا اور ان کے مرکز میں اپنی روحانیت کا جھنڈا گاڑ دیا تھا۔ شہاب الدین غوریؒ پہلا آدمی ہے جس نے مرکز میں اسلامی حکومت قائم کی ہے اور اپنے غلام قطب الدین ایبک کو یہاں بطور بادشاہ کے اور نائب کے چھوڑا ہے۔

تو عرض میں یہ کر رہا تھا کہ ہم اور آپ تزکیہ حاصل کر کے باطن میں یہ صفات حاصل کریں گے تو ایک ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی اور دوسرا یہ کہ ہماری زندگی ایسی پرکشش ہوگی، ہمارا ماحول معاشرہ ایسا پرکشش ہوگا کہ کفار کو اپنی طرف کھینچے گا۔

سپین مسلمانوں نے کیسے فتح کیا ہے؟ اس زمانے میں لڑکیوں کے سکول، کالج اور یونیورسٹیاں نہیں ہوتی تھیں، بڑے خاندان لڑکی کو ادب و آداب سکھانے کے لئے اور تہذیب ثقافت سیکھانے کیلئے بادشاہ کے محل میں بھیجتے تھے۔ بادشاہ کا نام راڈرک تھا۔ کاؤنٹ جولیان ایک علاقے کا نواب تھا، اس نے اپنی بیٹی فلورینڈا کو شاہی محل میں زندگی کے آداب سیکھنے کیلئے بھیجا۔ بادشاہ نے اس کے ساتھ زیادتی کر لی۔ اس نے آ کر باپ کے سامنے فریاد کی۔ اس نے کہا: اچھا! اب میں عدل و انصاف والے مسلمانوں کو بلاؤں گا کہ اس بادشاہ کی کھوپڑی کو اڑائیں اور اس ظالم سے حکومت لیں۔ تو یہ کاؤنٹ جولیان تھا جس نے موسیٰ بن نصیر شمالی افریقہ کے گورنر کو بلایا تھا۔ چنانچہ اُس نے طارق بن زیادؒ کو بھیجا، جس نے سپین کے ساحل پر اُتر کر کشتیاں جلا دیں۔ فوجیں حیران ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے آدمی پہلے مورچہ بندی کرتا ہے First, second line of defense بناتا ہے، سپلائی لائن بحال کی جاتی ہے، retreat کا راستہ، واپس ہونے کا راستہ شکست کی صورت میں وہ درست کیا جاتا ہے۔ یہ عجیب امیر صاحب ہے، سب کو چلا رہا ہے اور آگے بڑھ رہا ہے۔ امیر صاحب کو پتہ تھا کہ اِس ملک کو ہماری روحانیت نے پہلے ہی سے فتح کیا ہوا ہے اور اس کے عوام کے دل ہم نے فتح کیے ہوئے ہیں۔ اب صرف اس کرائے کی فوج سے نمٹ کر اس

File Adress:

ملک کو لینے کیلئے آگے بڑھ رہے ہیں۔بس صرف دو دو ہاتھ ہونے ہیں اور کرایے کی فوج نے میدان چھوڑنا ہے،کوئی مشکل کام ہی نہیں ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عرض یہ تھی کہ ہم اور آپ ان صفات پر اگر آئیں اور یہ روحانی قوت حاصل کرلیں اور خود کو بنائیں تو ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب کر کے چھوڑے گا۔وَلَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ گھبراؤ نہیں،غم نہ کھاؤ تم ہی غالب ہوگے لیکن شرط یہ ہے کہ اگر تم مومن ہوجاؤ تم کامل ہوجاؤ۔

؎ چاہتے تو سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

اقبال نے کہا تو اتنی بلندی پر تو ہر کوئی پہنچنا چاہتا ہے لیکن ایسا صحیح دل،ایسا صاف دل جو اس کے قابل بناتا ہے وہ تو پہلے کوئی پیدا کرے۔ملکی وملی ترقی اور بہبود کا اصل راز یہی ہے کہ انسان کے باطن کی صفائی کی جائے،اسے صفائی کی ضرورت ہے،جب اس کا باطن بنے گا،یہ صفات سے آراستہ گا،اس کے رذائل دور ہوں گے،تو اس سے رونما ہونے والا بگاڑ جس نے دنیا کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے،ختم ہوگا اور اس سے خیر کے چشمے پھوٹیں گے۔ یہ خود بھی مطمئن اور پرسکون ہوگا اور سارے عالم میں بھی خیر پھیلانے کا سبب بنے گا۔دنیا میں امن وآشتی،چین وراحت،سکھ وسلامتی،عدل وانصاف اور ترقی وبہبود بنے ہوئے اور باطن کو سنوارے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں انسانیت کو ملی ہے۔بگڑے ہوئے لوگ تو دنیا میں پریشانیاں بانٹتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان باتوں پر آنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

File Adress:

حقیقت بیعت اور مجاہدہ

File Adress:

بیعت کی حقیقت محض کسی بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا نہیں، بلکہ یہ قلبی میلان اور جھکاؤ کا نام ہے، انسان کا دل جہاں لگا ہوا سے فیض وہی سے ملتا ہے۔ اس دل لگنے کی حقیقت مناسبت اور تعلق ہے اس کے نتیجے میں عمل پر آمادگی کا مجاہدہ ہے، مجاہدہ کی حقیقت فرائض وواجبات کے تمثال میں محنت اور نواہی ومحرمات سے اجتناب میں جدوجہد ہے، اس سے زیادہ معالجہ ہے۔ اس عنوان پر جامع گفتگو کے ساتھ ساتھ ضمن میں پردہ کے درجات اور پردہ کا حکم بھی بیان کیا گیا ہے۔

File Adress:

خطبۂ ماثورہ!

آدمی کا دل کسی نہ کسی جگہ لگا ہوا ہوتا ہے، جہاں اس کا دل لگا ہوا ہے اور جس کو یہ اپنا معیار، آئیڈیل اور پسندیدہ سمجھتا ہے، جب کسی کی طرف بار بار توجہ اور دھیان جاتا رہتا ہے تو اسی کا اثر اس کے باطن میں آتا ہے اور حقیقتِ بیعت اسی کو کہتے ہیں۔ یعنی تصوف کی زبان میں کہتے ہیں کہ آپ کی مناسبت کس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ آپ کی مناسبت ہو گی، وہیں سے آپ کا روحانی فیض ہوگا۔ خواہ وہ ظلمت والا ہے یا نورانیت والا۔

(۶۵۔ ۱۹۶۴ء میں) جب ہم اسلامیہ کالج میں پڑھتے تھے، تو اس زمانے میں یہ ٹیڑان والا کپڑا نہیں تھا۔ لٹھہ اور پاپلین کا کپڑا ہوا کرتا تھا اور ان کے ملبوسات لوگ بنوایا کرتے تھے یا پھر ''دوگھوڑا بوسکی'' ہوتی تھی۔ یہ جو انگریزی کالر آپ لوگ بنواتے ہیں اور اس کو پیچھے موڑتے ہیں اس کا رواج لارڈ کرزن کے زمانے سے شروع ہوا اور اب تک چل رہا ہے۔ تو میں نے کالج میں دیکھا کہ لڑکوں نے کالج میں اپنی قمیص کے اس انگریزی کالر کو پیچھے موڑنے کی بجائے سیدھا کھڑا کیا ہوا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ کیا بات ہوگئی ہے؟ اس وقت ہندوستان کی فلمیں پاکستان میں چلا کرتی تھیں، (۱۹۶۵ء تک چلتی تھیں، جنگ کے بعد بند ہوگئیں) تو ایک شخص نے کہا کہ فلاں فلم میں دیوآنند نے جو کہ ہندوستانی فلموں کا مشہور بھانڈ اور کنجر (ایکٹر) تھا، اداکاری کرتے ہوئے کالر کو اِس طرح سیدھا کھڑا کیا ہوا تھا، تو لڑکوں کو وہ ادا پسند آئی اور اب اُس کا اتباع کر رہے ہیں اور اُس کو اختیار کر رہے ہیں۔

File Adress:

تو گویا ان کو وہاں سے منفی فیض ہوا ہے کیونکہ وہی اُن کا آئیڈیل ہے۔

مناسبت اور تعلق

مناسبت اور تعلق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو غیر اختیاری مناسبت اور تعلق ہے کہ آدمی کو از خود اس کی طلب، اس کے ارادہ کے بغیر ایک ماحول مل گیا، اس کا کہیں تعلق ہو گیا، مناسبت بن گئی۔ اگر کہیں ایسا نیک ماحول اضطراراً مل جائے، گھر میں، محلہ میں، خاندان میں، تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اگر کسی آدمی کو اہلِ حق کا اور اہل اللہ کا اور نیک لوگوں کا غیر اختیاری تعلق بِلا ارادہ حاصل نہیں ہے تو اِس کو قصداً، ارادۃً اپنے آپ کو مجبور کر کے مجالس میں لے جانا اور دھیان اس طرف لگانا اور کوشش کرنا اور ملنا ملانا اور ان کی تعلیمات کو سننا اور ان کی تحریرات کو پڑھنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ باطن میں باطل کا، غیر اللہ کا اور غیر معیاری اور فاسق و فاجر لوگوں کا جو تعلق بنا ہے، وہ آہستہ آہستہ مدہم ہوتا جائے گا اور آخر کار ایک دن ٹوٹ جائے گا اور جب یہ ٹوٹ جائے گا تو آپ کے قلب پر اُن کی طرف سے ظلمت آنا بند ہو جائے گی اور قلب کا جو زوال ہو رہا تھا اور باطن میں جو تاریکی آ رہی تھی وہ بھی آنا بند ہو جائے گی اور ایک دن ان شاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلحاء کی طرف مائل ہو جائے گی اور طبعی تعلق بھی ہو جائے گا۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا واقعہ

جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا، تو قریش مکہ کا خیال تھا کہ جس طرح اور لوگ شہروں کو فتح کرتے ہیں، مال لوٹتے ہیں، عورتوں کی بے حرمتی کرتے ہیں، ان پر ہاتھ ڈالتے ہیں تو ایسے ہی یہ لوگ بھی کریں گے، کیونکہ سارے انسان ہیں، ہر کسی کے ساتھ sex ہے، ہر کسی کو مال کی ضرورت ہے۔ جس وقت ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان فرمایا

File Adress:

کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اُس کو بھی امن ہے۔

بیت اللہ شریف جو کہ وادی مکہ کے سب سے زیریں مقام پر تعمیر ہوا ہے، اب تو بڑی بڑی اونچی عمارتیں ہوگئیں ہیں، ورنہ ۱۹۷۵ء میں مجھے یاد ہے کہ سارے مکہ مکرمہ کے ہر گھر سے بیت اللہ شریف نظر آتا تھا اور غارِ حرا جو کہ وہاں سے تین یا چار میل دور ہے وہاں سے بھی بیت اللہ شریف نظر آتا تھا۔ میں نے ۱۹۷۵ء میں غارِ حرا سے خود دیکھا ہے۔ اب شاید مینارہ نظر آتا ہے مگر اس وقت بیت اللہ شریف نظر آتا تھا۔ تو اب ابوسفیان اور اُس کی بیوی ہند بیٹھے ہوئے ہیں اور رات کو جو صحابہ کرامؓ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا، نوافل پڑھے، روئے اور گڑگڑائے اور اللہ کے حضور دعا میں بلبلائے، تو ابوسفیان نے ہند سے کہا کہ اس نظارے کو دیکھو۔ دیکھ کیا یہ حق نہیں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہاں یہ حق ہے اور واقعی یہ دنیا دار لوگ نہیں ہیں۔ یہ اہل اللہ اور اللہ کے تعلق والے ہیں اور واقعی یہ معیاری لوگ ہیں اور واقعی یہ حق ہے۔ لہٰذا صبح یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہونے کے لیے آئی ساری عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں تو اس نے پردہ کیا ہوا تھا اور اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا تاکہ میں نظر نہ آؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں اپنے نفس کی حفاظت کریں گی تاکہ اُن سے کوئی کوتاہی نہ ہو۔ تو اس پر ''ہند'' نے کھڑے ہو کر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی شریف عورت اس بات کو سوچ بھی سکتی ہے کہ وہ غیر مرد کی طرف مائل ہوگی۔ وہ بھی ایسی غیرت والی عورت تھی کہ شریف عورت کے متعلق اس کا یہ ذہن تھا کہ ناممکن ہے کہ کسی غیر کر طرف مائل بھی ہو۔ خیر باقی تمام عورتوں کے ساتھ یہ بھی بیعت ہوگئی۔ پھر یہ سامنے آئی اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہند ہوں اور ابوسفیان کی بیوی ہوں اور کہنے لگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل تک میری نظر میں سب سے بُرا خیمہ آپ ﷺ کا خیمہ تھا (کہ آپ ﷺ کے خیمے کو دیکھ کر تکلیف ہوتی تھی) لیکن اب سب سے بہتر خیمہ

File Adress:

میری نظر میں وہ ہے جس میں آپ ﷺ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ حق کو اختیار کیا، آپ ﷺ کے قریب ہوئیں اور بیعت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے قلب سے نفرت کو نکال دیا اور مناسبتِ طبعیہ حاصل ہوگئی۔ ایسے ہی ہمارے دل میں سارا غیر اللہ بیٹھا ہوا ہے اور ہمارا دل اسی میں لگتا ہے۔ اگر ہم جبر کر کے اہل اللہ کا ماحول اختیار کریں گے تو باطن سے غیر کا تعلق ٹوٹے گا۔

پردہ کی اہمیت اور درجات

مجھے یاد ہے کہ ہم تھرڈ ائیر میں تھے تو اس زمانے میں میڈیکل کالج میں بہت پردہ ہوتا تھا۔ جو پراسپیکٹس (تعلیمی ادارے کی قوانین کی کتاب) میں لکھا ہوا ہے اس کی بڑی پابندی تھی۔ سفید دوپٹہ، شلوار قمیص، بال اور گردن چھپائے ہوئے، ڈھیلا لمبا اور آل (لمبا سفید کوٹ) پہنے ہوئے لڑکیاں آتی تھیں۔ اگر اتنا پردہ ہوا ہو تو اس میں عام مزاج کے آدمی کے جذباتِ شہوانیہ برانگیختہ نہیں ہوتے۔ لیکن اگر بال اور گردن کھلی ہوئی ہو تو درمیانے درجے کے مزاج والوں کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اور اگر سینہ نظر آرہا ہو تو پھر ہر کسی کے برانگیختہ ہوتے ہیں، ذاکر شاغل قسم کے لوگوں کے بھی۔ اس چیز کو خاص طور سے کہا کہ

"وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ" (النور:۳۱)

"اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر"۔

یہ پردہ تو گھروں میں بھی کرنا ہوگا اور باہر نکلنے کے بارے میں تو کہا گیا کہ

"يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ" (الاحزاب:۵۹)

کہ جب باہر نکلیں تو جلباب اوڑھ کر یعنی جسم کو ڈھانپ کر نکلیں۔

یعنی جسم کو ایک بڑی چادر سے جو سر سے پیر تک ہو ڈھانپ کر نکلیں۔

ایک تابعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد صحابی سے پوچھا کہ "جَلَابِيبِهِنَّ" کیا

File Adress:

ہے؟ تو وہ کھڑے ہوئے اور لمبی چادر لے کر سارے جسم کو اچھی طرح ڈھانپا اور صرف ایک آنکھ کے سامنے چھوٹا سا سوراخ دیکھنے کے لیے چھوڑا کہ یہ دیکھنے کے لیے ضروری ہے۔ یہ باہر نکلنے کا پردہ ہے۔

اور تیسرا پردہ کہ آنکھ کا پردہ ہے۔ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ۔ (النور:۳۱)

ترجمہ: اور کہہ دے ایمان والیوں، کو نیچی رکھیں ذرا اپنی نگاہیں اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو۔

تو یہ آنکھ کا پردہ ہوا۔ اس کے بعد چوتھا پردہ دل کا ہے، جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

"يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ" (مؤمن:۱۹)

ترجمہ: آنکھ کی خیانت کو بھی وہ جانتا ہے اور جس خیال کو تو دل میں چھپاتا ہے اس کو بھی جانتا ہے۔

تو دل کا پردہ یہ ہے کہ دل میں غیر محرم کا خیال بھی نہ گزرے۔ بعض صوفیا اپنے مشائخ سے یہ پوچھتے ہیں کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتا! تو ان کو محققین کہا کرتے ہیں کہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کے دل میں بھی شہوت کا خیال نہ گزرے، تب اگر شادی نہ کریں تو خیر ہے۔ اگر دل میں بھی خیال گزرتا ہو تو پھر اس کا بندوبست کرنا ہوگا۔ ورنہ دل میں جس چیز کی کشش موجود ہے اگر اس کی طرف درست رہنمائی میسر نہ ہوئی تو غلط ترتیب سے دل وہاں لگے گا۔

File Adress:

اختیاری قوت کو استعمال کرنے کی ضرورت

اگر دل کو اضطراراً اچھی ترتیب پر نہ لایا تو پھر دل ہمارا فضولیات میں لگتا ہے۔ ہمارا ایک کلاس فیلو ہوتا تھا، اس نے کہا کہ یار فدا! آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ مسجد میں نماز کے لیے جاتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ بھاگ کر باہر نکل جاؤں۔ بیٹھنے کو دل ہی نہیں کرتا۔ میرے بھائی! یہی تو دل کے اندھیرپن اور ظلمت کی علامت ہوتی ہے۔ مچھلی کا دل پانی میں رہنے کو چاہا کرتا ہے، اگر پانی سے نکالیں تو تڑپا کرتی ہے کیونکہ اُسی کے ساتھ اس کا دل لگا ہوا ہے، اس کی حیات وزندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔ اگر دل درست ترتیب پر نہ ہو تو اچھے ماحول، نورانی ماحول میں اکتاتا ہے، وہاں سے بھاگ کھڑے ہونے کو اکساتا ہے، ظلمت کے غلبے کی وجہ سے دل گناہ کے ماحول میں آنا پسند کرتا ہے۔ لیکن خود پر جبر کرنا پڑتا ہے، نفس وشیطان کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اس سے رفتہ رفتہ نفس منقاد (ماننے والا) ہو جاتا ہے اور دل آمادہ ہوجاتا ہے، پھر دل خیر کی مجالس میں لگتا ہے۔ انسان کا دل خیر کی جگہوں پر نہ لگتا ہو تو آدمی فوراً جان لے کہ باطن میں اندھیرا ہے اور اگر دل لگ گیا ہے تو اب اِن شاء اللہ تعالیٰ روشنی آنے کے حالات ہیں، کیونکہ بیعت کی حقیقت دل کا لگنا ہے، دل لگنے کے بعد ہی فیض شروع ہوتا ہے۔

دل لگانے کا حضرات صوفیا کے ہاں اپنا طریقہ کار ہے، علاج ہے، اسے اختیار کرنا پڑتا ہے، وہ یہ ہے کہ دل لگنے کے لیے ابتداءً خود پر ذرا جبر کریں گے کہ پہلے آدمی جبراً کیا کرتا ہے اور جس لائن میں آدمی نفس پر جتنا جبر کرتا ہے پھر وہ اس کا اتنا ہی ماہر ہوجاتا ہے۔ ہمارے محلے میں محب الرحمٰن، قاضی مجیب الرحمن صاحب (سابق پروفیسر وصدر شعبہ اسلامیات) کا بیٹا ہوتا تھا، ہاکی کی دنیا کا چیمپئن تھا اور پاکستان کی قومی ٹیم میں تھا۔ اس نے اپنے آپ کو، اپنے بدن کو، اپنے نفس کو، دوڑ دوڑ کر اور کھیل کھیل کر اتنا تھکایا تھا کہ انتہا کر دی

File Adress:

تھی، اس کی دو بڑی عجیب قربانیاں یاد ہیں۔ ایک تو باپ کے جنازے پر نہیں آسکا تھا کیونکہ وہ عالمی سطح کا میچ کھیلنے گیا ہوا تھا، تو باپ کا جنازہ اس سے قربان ہوا اور دوسرا اس کو آخر میں پٹھوں کا کینسر ہوا ہے۔ اتنا دوڑا ہے وہ، اس نے ان پٹھوں کو اتنا تھکایا ہے کہ پٹھا قربان ہوا تو اس کو کینسر ہو گیا، تب کہیں جا کر عالمی سطح کے منظر پر آیا ہے۔ تو کیا ہم نے حق کے لیے ایسی قربانی دی ہے؟ تو جس چیز میں نفس پر جتنا جبر کرتا ہے، وہ اس چیز میں اتنا ہی آگے بڑھتا ہے۔

؎ ساری دنیا کی نگاہوں سے گرا ہے مجذوب
تب کہیں جا کے تیرے دل میں جگہ پائی ہے

اپنے آپ کو مجاہدے میں ڈالنا عین اجر و ثواب ہے، یہ عین ہمت کا کام ہے حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (لقمان۔ ۱۷)

ترجمہ: ''کہ اے بیٹے نماز کو قائم کرو، نیک بات کا حکم دو، بری بات سے روکو اور جو تکالیف آئیں ان پر صبر کرو بے شک یہ جوانمردی کے کام ہیں۔''

احیاء العلوم میں بہت واقعات لکھے ہوئے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ رات کو نماز پڑھتے تھے اور اس قدر تھک جاتے تھے کہ چار پائی تک چل نہیں سکتے تھے اور اپنے آپ کو گھسیٹ کر چار پائی پر پہنچاتے تھے اور گرتے تھے۔ صوفیا کے ایسے واقعات آئے ہوئے ہیں اور ہم دنیا کے لیے تھکتے ہیں، یعنی صبح سے لے کر دو بجے تک ہمارے سرجن آپریشن کرتے ہیں، پھر گھر جاتے ہیں، پتہ نہیں کھانا، لیٹنا اور نماز پڑھنا نصیب ہوتا ہے یا نہیں کہ چار بجے پھر جا کر دوبارہ کلینک پر بیٹھتے ہیں، پھر وہاں سے رات دس بجے اور کوئی بارہ بجے

File Adress:

واپس آتے ہیں اور پھر صبح سات ساڑھے سات بجے راؤنڈ پر کھڑا ہونا ہوتا ہے۔ یہ کولہو کے بیل کی طرح سرمایہ کے لیے دن رات کا مجاہدہ کرنے پر خود کو تیار کیے ہوئے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگانے کے لیے ہم دل پر اور نفس پر جبر کرنے کو تیار نہیں۔

حقیقی مجاہدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لازم کردہ احکام کو پورا کرنے اور گناہوں سے بچنے میں نفس پر زور ڈالا جائے، تصوف کی بنیاد اسی مجاہدہ پر ہے۔ جب شریعت کے ساتھ دل لگتا ہے تو یہ طبیعت بن جاتی ہے۔ پھر سارے کام بغیر کسی تکلیف کے خود بخود ہوتے ہیں۔ یہ کمپیوٹر پر ٹائپ کرتے ہیں ناں، ٹائپ کرنے والا پہلے الفاظ کو اُنگلیوں پر تقسیم کر کے سیکھتا ہے۔ پھر ایک لفظ پر اُنگلی مارتا ہے اور کبھی اُنگلی دوسرے لفظ پر جا کر پڑتی ہے، تکلیف ہوتی ہے۔ پھر اُس کو مجبور کرتا ہے، خود پر جبر کرتا ہے، یہاں تک کہ کرتے کرتے کچھ عرصہ کے بعد پھر اُس کو مزہ بھی آتا ہے اور دوسری طرف دیکھ کر پڑھ رہا ہوتا ہے اور اِدھر بغیر دیکھے ٹائپ کر رہا ہوتا ہے اور اب سب کچھ بلا تکلیف کے ہو رہا ہے کیونکہ جبر کا دور گزر گیا، اب سہولت کا دور آ گیا۔

نفس کو مجاہدہ میں تو ڈالنا پڑے گا، کوشش تو کرنی پڑے گی۔ اس کے بعد عمل پر جمنا نصیب ہوتا ہے۔ جب طبیعت عمل پر جمتی ہے تو عمل کا مزہ آتا ہے۔ عمل کا فائدہ تو ویسے بھی انسان کو مل کے ہی رہتا ہے، چاہے مزہ آئے یا نہ آئے، دل لگے یا انسان خود پر جبر کر کے عمل کرے، فائدہ ہر صورت ہوتا ہے۔

File Adress:

انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج دعوت کا امتیاز

File Adress:

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

دنیا میں جو بھی تحریک شروع کی جاتی ہے، اس سے کچھ نتائج کا حصول اور کچھ مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ آپ دنیا کے مختلف خطوں میں اٹھنے والے مادی انقلابات کا مطالعہ کریں، تحریک اٹھانے والی شخصیات کی زندگیوں پر غور کریں ، ہر ایک نے کچھ مفادات اور کچھ مادی نتائج کا حصول چاہا ہے اور جب تحریک کامیاب ہوئی ہے تو اس کے نتیجے میں ملنے والے مفادات سے سب سے پہلے تحریک چلانے والے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام معاشرے میں تبدیلی کی جو تحریک اٹھاتے ہیں، اس سے ایک رتی برابر ذاتی فائدہ انہیں مطلوب نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کی بنیاد روحانی ثمرات کے حصول پر ہوتی ہے اور اگر مادی فوائد حاصل ہوں تو انبیاء کرام علیہم السلام اپنی ذات کے لیے قدر کفاف سے بھی کم پر قناعت کرتے ہیں اور سب کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج پر ایک ملحدانہ اعتراض کا رد

ہمارے ڈیپارٹمنٹ (اناٹومی ڈیپارٹمنٹ خیبر میڈیکل کالج) کے ایک ہیڈ ہوا کرتے تھے۔ ایک زمانے میں وہ پشاور یونیورسٹی کے اساتذہ کے کلب میں رات کو بیٹھا کرتے تھے، اس مجلس میں کئی دہریے (ethiest) پروفیسر ہوا کرتے تھے۔ باتوں باتوں میں وہ لوگ اُن کے ذہن میں کوئی ملحدانہ بات ڈال دیتے تھے۔ دن کو وہ آ کر پھر مجھ

File Adress:

سے اُس پر بحث کرتے، ایک دن مجھے کہنے لگے: حاجی صاحب! یہ تمام پیغمبر یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں گزرے ہیں۔ میں نے کہا: ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور باقی یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں گزرے ہیں۔ میرا جواب سن کر کہنے لگے: بڑے ہوشیار تھے، کیا گُر سیکھ لیا تھا۔ (نعوذ باللہ) نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو پھنساتے تھے۔ اپنے آپ کو نبی کہہ کر لوگوں کا استحصال (exploit) کرتے تھے۔ یہ دہریہ لوگ منطق اور فلسفہ کی زبان (philosophical and Logical) میں بات کرتے ہیں، ایسی بات کہ لوگوں کے ذہن کو اپیل کرے اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں اپنے شیطانی خیالات ڈالتے ہیں۔ ہمارے ہیڈ ذہن سے اچھے آدمی تھے، وہ بات کو فوراً ماننے کی بجائے اس کے بارے میں پوچھ کر معلومات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ سر! ایک تو دو انبیاء کے درمیان سینکڑوں اور بعض اوقات ہزاروں سال کا فاصلہ ہوتا تھا اور اکثر ایسے ہوتا تھا کہ ایک دوسرے سے سینکڑوں ہزاروں میلوں کی دوری پر وہ مبعوث ہوئے۔ اس زمانے میں رسل و رسائل اور ذرائع ابلاغ کی کمی تھی۔ اس کے باوجود ان کی تعلیمات کا ایک جیسا ہونا اور ان میں فرق نہ ہونا ان کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اس کے علاوہ ان انبیاء علیہم السلام کا جانکاہ مشکلات اور زہرہ گداز تکالیف سے گزر کر اپنے عقیدۂ توحید و آخرت اور نیک اعمال کے لیے کوششیں کرنا اور انسانیت کی اس خدمت کے بدلے میں کوئی معاوضہ طلب نہ کرنا اس دلیل کو اور محکم اور پکا کرتا ہے اور اس کوشش و جدو جہد میں جو نتائج حاصل ہوں اور دنیا کے وسائل ہاتھ میں آئیں ان کو عوام الناس میں تقسیم کر کے خود فقر و فاقہ اور تنگدستی کی زندگی گزارنا جو سب انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے، ان کی حقانیت کے خلاف تمام فلسفیانہ دلائل کو لاجواب کر دیتا ہے۔ جیسے

File Adress:

قرآن مجید میں:

وَمَآ اَسۡئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (الشعراء:۱۶۴)

اور میں تم لوگوں سے اس دعوت پر سوال نہیں کرتا کسی معاوضے کا، میرا اجر تو جہانوں کے پروردگار ہی کے ذمے ہے۔

کے فلک شگاف اعلان کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید منطق اور فلسفے کی کتاب نہیں اور عام طور پر بڑے سادہ انداز میں ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ بڑے بڑے لوگ دنگ رہ جاتے ہیں، لیکن قرآن کی اس سادگی میں جو اعجاز ہے، اس کا جواب کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

انسانی فطرت: دولت، شہرت، عورت کا حصول

انسان کی فطرت ہے کہ وہ دنیا میں کوئی کام مفاد کے بغیر نہیں کرتا۔ مفاد کیا ہے؟ دولت، شہرت اور سکوپ (Scope)۔ ہمارے زمانے میں خیبر میڈیکل کالج کے سال دوم میں فزیالوجی اور بایوکیمسٹری اور فارماکالوجی پڑھاتے تھے۔ اس میں دوائیوں کا ایک گروپ ہوتا تھا اس کو Amin (اے مین) کہتے تھے۔ جو لڑکا لڑکیوں کو دکھانے کیلئے بن ٹھن کے آتا تھا، اس کو ہم سکوپلا مین کہتے تھے۔ سکوپ Scope یونیورسٹی کے نوجوانوں کی اصطلاح میں عورتوں میں مقبول ہونے کو کہتے ہیں، تو تیسری چیز ہے عورت۔ یعنی انسان دنیا میں کوئی کام دولت، شہرت اور عورت کے جذبہ کے بغیر نہیں کرتا۔

کفارِ مکہ بڑے دانشور تھے، وہ لوگ قبائلی نظام میں رہتے تھے۔ ان کے سردار اکثر عجمی بادشاہوں کے ساتھ مذاکرات کے لیے جایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی دعوت سے عاجز آ گئے تو ایک دن آپ کے چچا جناب ابوطالب کے پاس آ کر کہنے لگے اور

File Adress:

پیش کش کرنے لگے کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کام سرداری کے لیے کرتے ہیں تو ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عرب کا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دولت چاہیے تو سارے عرب کی دولت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدموں میں ڈال لیتے ہیں اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خوبصورت عورتوں کا شوق ہے تو ہم عرب کی ساری عورتیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پیش کر لیں گے جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پسند ہو اور جتنی پسند ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لے لیں۔ وہ عام دنیاوی اور مادی سیاسی بنیادوں پر مذاکرات کرنا چاہ رہے تھے، جیسے کسی کا اقتدار کسی تحریک کے نتیجے میں خطرے میں پڑ جائے تو گھاگ سیاسی گرو اپنے مخالفین کو دولت، عہدہ کی لالچ دے کر رام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کو چونکہ اس بات کا بھی پتہ تھا کہ ہر انسان کی تحریک کا محض مادی پس منظر ہوتا ہے، اور مادی رخ پر کام کرنے والا ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کا طالب ہوتا ہے، وہ یا تو حب مال کا مریض ہوتا ہے، یا حب جاہ کا، یا شہوات ولذات کا۔ ان کے اس مادی فلسفہ اور دانشوری کے تحت اگر کوئی انسان دولت، شہرت، عورت کے مفاد کے بغیر کوئی کام کرتا ہے، تحریک اٹھاتا ہے، اس کے لیے مخالفتیں برداشت کرتا ہے، طرح طرح کی اذیتیں سہتا ہے، تو پھر اس کے دماغ میں فتور ہو سکتا ہے، خرابی ہو سکتی ہے، بیماری ہو سکتی ہے کیونکہ ان تین مقاصد کے بغیر کوئی کاوش اور محنت ان کی سمجھ اور مادی فلسفے سے بالاتر تھی۔ تو کفار مکہ نے سمجھا کہ آپ پر سحر یا جادو ہے جس نے آپ کے ذہن کو معاذ اللہ متاثر کر دیا ہے، تو کہنے لگے کہ اگر آپ پر کچھ سحر یا جادو ہوا ہو تو ہم عرب کے بہترین کاہنوں کو کہہ کر آپ کا علاج کروالیں گے۔ اُس وقت عرب میں نامی گرامی کاہن موجود تھے۔

عرب میں کہانت کا رواج: ہندہؓ کا واقعہ

اس پر ایک واقعہ یاد آیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ صاحبہ اور حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی حضرت ہندہؓ کا اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ان کی منگنی

File Adress:

پہلے کسی اور آدمی سے ہوئی تھی، ایک دن ان کے گھر میں چور گھس آیا، اسی اثناء میں ہندہ کا منگیتر بھی آ گیا، چور اسے دیکھ کر بھاگا لیکن منگیتر کو ہندہ کے بارے میں شک ہو گیا۔ جب بات بہت بڑھی تو ہندہ کے والد نے کہا کہ اس کا فیصلہ ہم کسی کاہن سے کروالیں گے۔ اُن دنوں مکہ مکرمہ سے باہر ایک گاؤں میں ایک بڑا کاہن تھا۔ جب اس کے پاس جانے لگے تو کہنے لگے کہ اُس کا امتحان کریں گے۔ جاتے ہوئے انھوں نے اپنے گھوڑے کے پیشاب کی جگہ میں ایک گندم کا دانہ چھپا لیا۔ جب کاہن کے پاس پہنچے تو اُس سے کہا کہ ہمارے پاس کیا راز ہے؟ کہنے لگا: تم لوگوں نے آتے ہوئے فلانے گھوڑے کی پیشاب کی جگہ میں گندم کا دانہ چھپا لیا ہے۔ جب اُن کو یقین ہو گیا کہ کاہن ماہر ہے تو پھر انھوں نے ہندہ کے متعلق پوچھا۔ کاہن نے دیکھ کر کہا: یہ پاک ہے بلکہ یہ ایک بادشاہ کی ماں بنے گی۔ واپس آ کر ہندہ نے اُس آدمی کے ساتھ شادی سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ تم نہیں ہو سکتے جس کا بیٹا بادشاہ بنے گا۔ بعد میں آپ کی شادی حضرت ابوسفیانؓ سے ہوئی جن کے بیٹے حضرت امیر معاویہؓ ہوئے۔ ان کو افضل الملوک یعنی بادشاہوں میں سب سے افضل کہا جاتا ہے۔

عرب میں کہانت کا رواج: اسود عنسی کا واقعہ

ایک دوسرا واقعہ یمن کے اسود عنسی کا ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ صحابہؓ نے اس کو بھی قتل کیا، اسود عنسی یمن کا ایک آدمی تھا اور اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں نبوت کا دعوی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو اِس کو قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ اسود عنسی نے سوچا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ ہیں، اِن کو قتل کرنے کی بجائے مرعوب کرنا چاہیے۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کچھ اونٹ اور بکریاں لے آؤ اور ان کو قطار میں کھڑا کر دو۔ قطار میں کھڑا کر کے اسود عنسی نے اپنی لاٹھی سے زمین پر ایک لکیر کھینچی تو سب کی گردنیں کٹ کر گر گئیں۔ صحابہؓ کو دیکھ کر کہا کہ تمہارا بھی یہ حال کر دوں؟

File Adress:

صحابہؓ نے مصلحت وقت کے تحت عذر معذرت کر کے اپنے آپ کو بچا لیا اور کسی مناسب موقع کے انتظار میں وہیں رہنے لگے۔ اِس خبیث نے اِن صحابہؓ میں سے ایک کی بہن کو اغوا کر لیا اور اس کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ ان حضرات نے کسی طریقے سے اس عورت سے رابطہ کر لیا، اس عورت نے اسود عنسی کے معمولات بتائے اور وہ وقت بتایا جب وہ شراب کے نشے میں دھت ہو جاتا تھا، قلعے کی ایک کمزور جگہ بھی بتا دی اور سمجھا دیا کہ اگر تم دیوار توڑ کر یہاں سے داخل ہو جاؤ تو میں اسلحے کا بندبست کر دوں گی۔ رات کو دیوار توڑ کر سب اُدھر سے داخل ہوئے تو اُس نے سب کو اسلحہ دے کر اس کے کمرے تک پہنچا دیا۔ صحابہؓ نے جب اس کو قتل کرنا چاہا تو دیکھا کہ چارپائی میں گوشت کا ایک تودہ ہے اور سر غائب ہے۔ اغوائے شیطانی سے سر نظر نہیں آ رہا تھا، اتنے میں شیطان نے اُس کو جگا دیا، وہ بڑبڑایا، صحابہ کرام نے اپنے حوصلوں کو مضبوط کیا اور ان کو اندازہ ہوا کہ اگرچہ یہ بڑبڑا رہا ہے لیکن نشے میں دھت ہونے کی وجہ سے اس کے ہوش وحواس قائم نہیں، جوں وار کیا یہ بڑے زور سے بلبلایا، جس سے اِس کے محافظ جاگ اٹھے۔ اُنھوں نے باہر سے آواز دی کہ کیا ہو رہا ہے؟ اندر سے صحابی کی بہن نے جواب دیا، بے فکر رہو، نبی پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ صحابہؓ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اٹھا کر قلعے کی دیوار سے باہر پھینک دیا اور کہا کہ لو اپنے نبی کا سر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات سے کچھ دن پہلے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اسود عنسی قتل ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مرض الوفات میں تھے کہ اسود عنسی کے قتل کی اطلاع آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن صحابہؓ کے لیے دُعا فرمائی۔

تو عرب کے سرداروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ ﷺ پر کوئی جادو، سحر یا جن کا سایہ ہے۔ تو آپ ﷺ کا علاج کروالیں گے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: مجھ کو نہ مال و دولت درکار ہے اور نہ تمہاری حکومت اور سرداری مطلوب

File Adress:

ہے۔ میں تو اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ثواب کی بشارت سناؤں اور اُس کے عذاب سے ڈراؤں۔ میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور بطور نصیحت و خیر خواہی، اس سے تمہیں آگاہ کر دیا۔ اگر تم اس کو قبول کر لو تو تمہارے لئے سعادت دارین اور فلاح کونین کا باعث ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا، یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے اور پھر سورہ حم السجدہ کی پہلی تیرہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔ جب اس آخری آیت: فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡ (اگر یہ اعراض کریں) پر پہنچے تو عتبہ، جو روسائے قریش میں سے تھا، نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ مبارک پر رکھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قسم دے کر کہا کہ لِلّٰہ ہم پر رحم فرمائیں اور خاموش ہو جائیں۔ عتبہ کو ڈر ہوا کہ کہیں قومِ عاد اور قومِ ثمود کی طرح اسی وقت میری قوم پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوت بلا معاوضہ ہوتی ہے

نبی تمام تکالیف اور مصائب جھیل کر لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کی طرف بلاتے ہیں اور یہ سب کچھ بلا معاوضہ کرتے ہیں، اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتے۔ قرآن بھی کہتا ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں اس کام یعنی دعوت اِلی اللہ پر آپ لوگوں سے کوئی معاوضہ تو طلب نہیں کرتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو بغیر وسائل، بغیر اسباب ایسی مقبولیت عطا فرماتے ہیں کہ ان پر ایمان لانے والے دیوانہ وار ان پر کٹنے کو سعادت سمجھتے ہیں اور ان کی محنت کے نتیجے میں ایسا انقلاب برپا کرتے ہیں اور ایسی تبدیلی لاتے ہیں جس کا تصور بھی مادیت پرست انسان کے لیے ناممکن ہوتا ہے اور ایسا غلبہ اللہ تعالیٰ نصیب فرماتے ہیں کہ سالوں تک اس کے ثمرات نبی کی امت کھاتی ہے۔

یہ جو قرآن میں آتا ہے:

File Adress:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ط (التوبۃ:33)

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر، تاکہ غالب کر دے اسے، تمام دینوں پر۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عسکری، اقتصادی اور ہر لحاظ سے اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سلطنت روم و فارس کو ختم کیا اور عسکری، سیاسی اقتصادی، تعلیمی ہر لحاظ سے اسلام کو تمام ادیان پر اور اقوام عالم پر غالب کر کے چھوڑا۔ ان شاء اللہ آخر میں اللہ تعالیٰ پھر تمام ادیان کو ختم کر کے اسلام اور مسلمانوں کو پورے کرۂ ارض پر غلبہ دے گا۔ لیکن دلائل کے میدان میں یہ بات ہمیشہ کے لیے ہے یعنی یہ دین ہمیشہ کے لیے تمام ادیان پر دلائل کی دنیا میں غالب رہے گا، چاہے اس کا سیاسی غلبہ رہے یا نہ رہے۔

اسلام کے حجت و دلیل کا غلبہ: چند واقعات

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک عیسائی پادری ہندوستان کے کسی علاقے میں عیسائیت کا پرچار کر رہا تھا۔ کہنے لگا: عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) اللہ کا بیٹا ہے۔ ایک زمیندار (ہندوستان میں خان وغیرہ کو زمیندار کہتے ہیں) گزر رہا تھا۔ کہنے لگا: یار! میری شادی کو بارہ سال ہوئے ہیں اور میرے بارہ بیٹے ہیں، اگر زندہ رہا تو اور بھی ہوں گے، تمہارا کیسا خدا ہے کہ اتنے عرصے میں ایک ہی پیدا ہوا۔ یہ سن کر پادری لاجواب ہو گیا، اگرچہ بات بیہودہ تھی لیکن باطل کا منہ بند کرنے کے لیے یہ بھی کافی تھی۔

تو خیر ان کے پاس کوئی دلائل نہیں، ان کے دلائل کو تو عام آدمی بھی توڑ لیتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں چھوٹا بچہ تھا، ہمارے گاؤں میں عیسائی مشنری آتے تھے۔ یہ لوگ دور

File Adress:

دراز علاقوں میں جا کے اپنا کام کرتے ہیں، پہلے کچھ ڈھول تماشے دکھاتے ہیں اور پھر اپنی بات کرتے ہیں۔ میں بھی دوسرے بچوں کے ساتھ ان کے تماشے دیکھنے کے لیے چلا گیا۔ ابھی ہم تماشا دیکھ ہی رہے تھے کہ ہمارے سکول کا چپڑاسی (فقیر حسین کاکا) آ گیا۔ اُن کو دیکھ کر کہنے لگا کہ ارے! یہ لوگ تو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے آئے ہیں، تھوڑی ہی دیر میں اس نے وہ ہنگامہ کھڑا کیا کہ عیسائی مشنریوں کو بھاگنا پڑا۔

تو بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ سیاسی لیڈر جب نعرہ لگاتا ہے، تحریک چلاتا ہے، تو مفاد کی خاطر اور دولت، شہرت، عورت یا دوسرے الفاظ میں حب مال، حب جاہ اور لذات وشہوات کی خاطر سب کچھ کرتا ہے۔ مصائب، تکالیف اور قربانیاں یہ لوگ مزے حاصل کرنے کے لیے برداشت کرتے ہیں۔ نبی بھی دعوت اِلی اللہ کا نعرہ لگاتا ہے، لوگوں کو ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے کی تحریک چلاتا ہے لیکن یہ سب کچھ لوگوں کی دنیا وآخرت کی کامیابی کے لیے کرتا ہے، اپنی لیڈری کی دکان چمکانے کے لیے نہیں کرتا۔ مصائب خود جھیلتا ہے اور فائدہ دوسرے اٹھاتے ہیں۔ یہی فرق ہوتا ہے سیاسی لیڈر اور نبی میں۔

بلا معاوضہ دینی خدمت کی برکات

ہمارے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ دین کے کام پر اجرت لینا جائز نہیں، اس کی بنیاد یہی بات ہے کہ دین کی بات پہنچانے والا اللہ تعالیٰ کے رسول کا نائب ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام دعوت دین پر اجرت نہیں لیا کرتے، اسلامی حکومتوں میں جو لوگ خود کو تعلیم وتعلم، دعوت دین اور اصلاح وارشاد کے کاموں کے لیے وقف کر دیتے تھے تو حکومت ان کی خبر گیری کرتی تھی، ان میں سے بہت سے اللہ والے تو حکومتی ہدایا بھی قبول نہیں کرتے تھے، اور توکل پر ساری زندگی بسر کر دیتے تھے، لیکن جب حکومتوں نے خبر گیری چھوڑ دی تو علمائے کرام نے اس ڈر سے کہ کہیں ایسے سارے لوگوں کے کمائی کے فریضے میں

File Adress:

مصروف ہونے کی وجہ سے دینی کاموں کا حرج نہ ہو یہ فتویٰ دیا کہ اہل علاقہ، عام مخیر حضرات دینی کاموں کو برقرار رکھنے کے لیے علماء کرام کو اذان، نماز اور تعلیم قرآن پر اجرت دیں، تاکہ ان کی معاشی ضرورت پوری ہو، لیکن اہل علم میں سے جن حضرات نے خود کو وقف کیا اور ایک جگہ سب سے بے نیاز ہو کر، اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے بیٹھ گئے تو شروع میں تو مجاہدات سے گزرے لیکن پھر اتنی برکات اور فتوحات ہوئیں کہ ان کی نسلوں نے بھی آسودہ زندگی گزاری۔ کچھ تھوڑا زمانہ مجاہدات کے لیے کمر کسنی ہوتی ہے، اس کے بعد تو ایسی آسودگی آتی ہے کہ دنیا قدموں میں ڈھیر ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مکی زندگی کے تیرہ سال اور مدنی زندگی کے ابتدائی چھ سال فقر و فاقہ میں گزرے، ان مجاہدات کی برکت تھی کہ فتح خیبر کے بعد سے ایک ہزار سال تک پورا عالم اسلام آسودہ زندگی گزارتا رہا۔

سورہ کہف میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ میں جن یتیم بچوں کے خزانہ کو محفوظ کرنے کے لیے دیوار درست کرنے کا تذکرہ آیا ہوا ہے تو تفسیروں میں ہے کہ ان یتیموں کے شجرہ میں سات پشت اوپر کوئی اللہ والا گزرا تھا، یہ اس کی برکات تھیں جس کا مادی فیض سات پشتوں کے بعد بھی جاری تھا۔ میں ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ جو اللہ والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لوگوں کی اصلاح کے واسطے خود کو وقف کر دیتے ہیں اور مجاہدات کرتے ہیں، ان کا روحانی فیض تو قدردانوں ہی کو ملتا ہے لیکن مادی برکات آئندہ سات نسلوں میں چلتی ہیں۔

ہمارے حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ نے جب ہجرت کی، تو مکہ مکرمہ میں ایسے مشقت اور مجاہدے کے حالات ہوئے کہ جان پر بن آئی، ایک بار تین دن تک مسلسل فاقہ ہوا، کہتے ہیں کہ پہلے ارادہ کیا کہ کسی سے قرض لیا جائے، لیکن پھر حجاب ہوا کہ بیت اللہ میں کعبہ کے در پر کسی سے کیسے سوال کروں۔ تین دن کے مسلسل فاقہ کے بعد جو دعا ہوئی اور

File Adress:

جوہوک کی کیفیت دل میں اٹھی، اس کے بعد پھر کبھی فاقہ نہیں آیا، ایسی فتوحات ہوئیں، بلکہ کہا جاتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے سلسلہ کی برکت ہے کہ اس میں کسی پر فاقہ کا مجاہدہ نہیں آتا اور نہ اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ رکھنا پڑتا ہے۔ یہ اس سلسلہ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔

جو اللہ والے دینی کاموں امامت، درس وتدریس وغیرہ کی خدمت بلا معاوضہ انجام دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو خاص مقبولیت عطا فرماتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں میں مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث حضرات نے بیک وقت انہیں مقتدا، پیشوا اور امام مانا۔ اس کا راز یہ تھا کہ آپ نے کبھی دینی کام کا معاوضہ قبول نہیں کیا۔

ایک بار کراچی تشریف لے گئے، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس طلبہ چھٹی لینے کے لیے آئے کہ حضرت لاہوریؒ کی زیارت کرنے اسٹیشن جانا ہے، میں نے اجازت دے دی۔ کچھ دیر بعد اساتذہ بھی آگئے کہ حضرت لاہوریؒ کی زیارت کرنے اسٹیشن جانا ہے، وہ بھی چلے گئے حتی کہ میں مدرسہ میں تنہا رہ گیا، تھوڑی دیر گزری تھی کہ مفتی شفیع صاحبؒ کا ٹیلیفون آگیا کہ ہم گاڑی میں حضرت لاہوریؒ کی زیارت کرنے اسٹیشن جارہے ہیں، اگر آپ چلتے ہوں تو آپ کو بھی ساتھ لے چلیں، میں نے سوچا کہ اکیلے یہاں بیٹھا کیا کروں گا لہٰذا ان کے ساتھ چلا گیا۔ اسٹیشن پر علماء، طلبہ اور عوام کا ایک جم غفیر حضرت کی زیارت کے لیے بے تاب کھڑا تھا، جب حضرت سے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے لوگوں پر کیا تصرف کیا ہے کہ سب آپ کی ملاقات کے لیے امڈتے چلے آرہے ہیں اور پھر مدرسہ میں اساتذہ اور طلبہ کا سارا واقعہ سنادیا۔ تو حضرت لاہوریؒ نے جواب دیا کہ مولانا! یہ کوئی تصرف نہیں، یہ تو بس دینی خدمت پر

File Adress:

معاوضہ نہ لینے کی برکت ہے۔

حضرت بنوریؒ نے جب بنوری ٹاؤن کا مدرسہ بنایا، ہماری حاضری وہاں ہوئی ہے، انتہائی مجاہدہ کے حالات تھے، فرمایا کہ ایک بار اسٹیشن پر گڑ بک رہا تھا، میں خرید لیا کہ طلبہ روٹی کے ساتھ کھالیں گے کیونکہ روٹی کے ساتھ سالن کا تصور ہی نہیں تھا، خشک روٹی کھاتے تھے، کہتے ہیں کہ گڑ کا ٹوکرا اٹھا کر میں آرہا تھا، ٹوکرا سر پر رکھا تھا کہ اس دوران بارش شروع ہوگئی، اور گڑ کا شیرہ بہہ کر سر اور داڑھی پر آ گیا، اس وقت جو رقت طاری ہوئی اور جو دعا ہوئی تو اس کے بعد ساری تنگی اللہ تعالیٰ نے دور کی اور آسانیاں ہی آسانیاں ہوگئیں۔ مدرسہ سے تنخواہ نہیں لیتے تھے، للہ فی اللہ پڑھاتے تھے، ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ سے فرمایا کہ اس سال جو ہدایا کے ذریعے اللہ نے رزق عطا کیا اس سے حج بھی کیا، گھر کا خرچہ بھی چلایا اور چالیس ہزار خیرات بھی کیے، سبحان اللہ، تو بھائی! اللہ تعالیٰ بہت تھوڑا مجاہدہ چاہتے ہیں، اس کے بعد تو ایسی برکات آتی ہیں کہ نسلوں تک چلتی ہیں۔

ہمارے والد صاحبؒ نے ایک طویل عرصہ گاؤں میں بلا معاوضہ امامت کی اور اس کی ایسی برکات ہم نے دیکھیں کہ سبحان اللہ! تو عرض یہ کر رہا تھا کہ انبیاء کرام دینی دعوت پر کچھ قبول نہیں کرتے، اس لیے ان کی دعوتی تحریک جو نتائج دیتی ہیں وہ کسی غیر نبی کی تحریک سے حاصل ہونا ناممکن اور محال ہیں۔ سلاسل تصوف کا معیار بھی یہی ہے کہ یہاں بلا معاوضہ خدمت کی جاتی ہے۔ ہمارے حضرت مولانا اشرفؒ صاحب سلیمانی بڑے اللہ تعالیٰ کے تعلق والے بندے تھے، کوئی اُن کے پاس آجاتا تو اللہ تعالیٰ مسئلہ حل کر دیتا تھا۔ دم وغیرہ کرنا ساری باتیں کرتے تھے اور نفعِ خلق کے لیے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھنا تاکہ اُن کی بیماری دور ہو جائے، ان کا کام بن جائے اور اس پر آدمی کوئی معاوضہ نہ لے رہا ہو تو اس پر اجر و ثواب بھی ہے کیونکہ یہ خدمتِ خلق کا کام ہے۔ شکرانہ لینا بھی جائز ہے مگر پھر ثواب کچھ

File Adress:

بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ جو تصوف کے سلاسل والے ہوں اگر وہ شُکرانہ لے کر دم کریں تو اُن کی نورانیت کم ہوتے ہوتے ختم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے کہ دم اور پیسہ وغیرہ تو ہو جائے گا، موٹر بنگلہ وغیرہ تو ہو جائے گا، مگر روحانیت نہیں رہے گی، تعلق مع اللہ ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کا واقعہ ہے کہ اُن کے گھر پر فاقہ ہوتا تھا، ایک دفعہ جب کہیں سے واپس آئے تو کچھ دن تک فاقہ نہیں ہوا تو اُنھوں نے اپنی گھر والی سے پوچھا کہ کیا بات ہوگئی؟ تو اُس نے جواب دیا کہ جن حضرت صاحب سے ہمارا بیعت کا تعلق ہے، وہ تشریف لائے تھے، آپ دورے پر گئے ہوئے تھے اور ہمارے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر گھروں میں پتہ کرایا اور قرضہ لینے کی کوشش کی مگر کچھ نہیں ملا۔ آخر حضرت صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو ان کو بتایا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے ہم نے کوشش کی لیکن کچھ بھی نہیں ملا۔ اس پر انھوں نے اپنی طرف سے ایک روپیہ دیا اور کہا کہ اس کا آٹا خرید کر لاؤ۔ جب ہم آٹا خرید کر لے آئے تو حضرت صاحب نے ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ دیا اور کہا کہ اس میں سے آٹا نکال کر پکاتے رہیں۔ ہم پکاتے رہے مگر وہ ختم نہیں ہوتا۔ تو شاہ ابوالمعالیؒ نے کہا کہ سبحان اللہ! اتنا مبارک تعویذ حضرت نے دیا ہے وہ تعویذ لا کر دکھاؤ۔ جب گھر والی نے تعویذ لا کر دکھایا، تو کہا کہ یہ تو ہم اپنی دستار میں باندھ کر رکھیں گے، اس کا تبرک ہم کو حاصل ہوا اور اس طرح آٹا ختم اور پھر فاقے شروع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص تعلق والے بندے اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس معمولی کام کے لیے استعمال نہیں کرتے۔

حضرت تھانویؒ کی بیان کردہ مثال ہے کہ آپ کے کوئی ایسے بزرگ ہوں جن سے آپ کا بیعت کا تعلق ہو اور وہ آپ کے گھر آئے ہوں اور آپ ان کو دروازے پر کھڑا کر دیں کہ آج رات ہمارے گھر کا چوکیدارہ کریں گے تو چوکیدارہ تو ہو جائے گا مگر کیا یہ مناسب بات ہوئی۔ شاید مناسب نہ ہوئی کہ اتنا معزز مہمان آیا اور اس سے ایسا کمتر کام لیا۔ ایسے ہی

File Adress:

اللہ والے اللہ کے کلام کو اجر وثواب اور آخرت کی نیت سے پڑھتے ہیں کہ اس کا جو اصل مقصد اجر وثواب ہے وہ ہمیں آخرت میں ہی ملے اور جو بھی خدمت ان کے سپرد ہو وہ اس نیت اور طریقے سے کرتے ہیں کہ اپنے ارادے سے اس پر کوئی معاوضہ متعین کر کے نہیں لیتے، جو مل گیا صبر وشکر کر کے قبول کرتے ہیں، بعض اللہ والے تو ذرا سے شبہ پر بھی قبول نہیں کرتے اور اپنی دینی خدمت کو ہر قسم کے مادی معاوضے اور بدلے سے پاک رکھتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ۔ کو ہی اپنا دستور عمل بنائے رکھتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ ایسی برکتیں عطا فرماتے ہیں کہ ان کی نسلیں اس سے مستفید ہوتی ہیں۔

لیکن یہ باتیں آہستہ آہستہ سمجھ میں آتی ہیں۔ ہمیں چالیس سال لگے ہیں، چالیس سال کا نچوڑ آپ لوگوں کو آدھے گھنٹے میں کیسے دے دوں۔ یہ تو آپ لوگ آئیں جائیں گے تو ان شاءاللہ آہستہ آہستہ یہ بات دل میں اُتر جائے گی۔ اقبال کا ایک شعر ہے:

میرے گلو میں ہے اک نغمۂ جبرائیل آشوب
سنبھال کر اسے رکھا ہے لامکاں کے لیے

File Adress:

جزائے اعمال

File Adress:

عمل کالازمی نتیجہ مکافاتِ عمل ہے، اعمال پر مرتب ہونے والے دنیوی اور اخروی اثرات کا جاندار تذکرہ، عمل صالح کی طاقت وقوت احادیث کی روشنی میں، عمل صالح کا حقیقی بدلہ: عطاء، لقاء اور رضا، دین دار تاجر کا اچھا انجام، اسلامیہ کالج کی مسجد کی تاریخ اور بانی کا تذکرہ خیر، ان جیسے مہم عنوانات پر ایک پر اثر اور اعمال صالحہ پر برانگیختہ کرنے والا وعظ۔

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۔(فصلت:46)

ترجمہ: جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے اور جس نے کی برائی سو وہ بھی اسی پر"۔

یہ ایک آیت میں نے پڑھ لی جس میں فرمایا گیا ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا کہ جس نے کیا نیک عمل، فَلِنَفْسِهٖ تو اس نے کیا اپنے آپ کے لیے، وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا اور جس نے کی برائی وہ اس پر باقی رہ گئی۔

عمل بد را انجام بد

حضرت شیخ سعدیؒ نے گلستان میں ایک کہانی لکھی ہے اور اس کے بعد نتیجے کے طور پر جو بات لکھتے ہیں، اس میں اس آیت کو لکھا ہے۔ کہانی میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم ایک کشتی میں بیٹھے سفر کر رہے تھے اور ہمارے آگے ایک دوسری کشتی سفر کر رہی تھی کہ اس کشتی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا، وہ ڈوبی اور اس میں دو آدمی ڈوبنے لگے، وہ ڈبکیاں کھانے لگے تو ہم نے اپنی کشتی میں کہا کہ اگر اس کشتی میں کوئی ملاح، تیراک ہو اور وہ ان ڈوبنے والے آدمیوں کو بچائے تو اس تیراک کو ایک ایک آدمی کے بدلے پچاس یا غالباً پانچ سو دینار دیں گے۔ اس کشتی میں ایک تیراک تھا، اس نے چھلانگ لگائی اور ایک آدمی کی طرف بڑھا اور اس نے کوشش کی اور ایک کو بچا کر کشتی میں ڈال دیا لیکن اتنی دیر میں دوسرا آدمی ڈوب گیا تو کشتی والے آدمیوں نے کہا کہ بس اس کی قسمت میں ڈوبنا لکھا تھا وہ ڈوب گیا اور یہ جو آدمی

File Adress:

تھا اس کو بچا لیا گیا، اس پر کشتی والے تبصرہ کر رہے تھے تو اس تیراک نے کہا کہ دراصل بات ایسی ہے کہ ان دونوں کو میں پہچانتا تھا جو ڈبکیاں کھا کر ڈوب رہے تھے ان میں سے ایک آدمی وہ تھا کہ میں ایک دفعہ جنگل اور صحرا میں آ رہا تھا اور میں تھک گیا تھا تو اس آدمی نے مجھے اونٹ پر بٹھایا تھا اور تکلیف میں مجھے راحت پہنچائی تھی اور یہ دوسرا آدمی بھی ہمارے محلے کا تھا لیکن اس نے بچپن میں میری پٹائی کی تھی تو اس لیے جس کا احسان تھا میں اس کی طرف بڑھا تا کہ اس کو بچاؤں۔ اس کو بچایا تو دوسرا مر گیا تو اس کہانی کے آخر میں انہوں نے یہ آیت لکھی ہے۔

کسی جگہ سعدیؒ بڑا مزیدار شعر لکھتے ہیں، کسی جگہ آیت لکھتے ہیں اور کسی جگہ حدیث لکھتے ہیں۔ تو پھر انھوں نے کہانی کے آخر میں نتیجے میں لکھا ہے کہ واقعی مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِہٖ ''کہ جس نے نیک عمل کیا اپنے لیے کیا'' کہ اونٹ پر بٹھانے کا ایک نیک عمل ان دو آدمیوں کے درمیان تھا جو عرصہ بیس سال، پچیس یا تیس سال کے بعد اس نے اپنا اثر دکھلا کر اس کو فائدہ دلایا اور پٹائی والا عمل ایک آدمی کے گردن پر تھا، پچیس یا تیس سال یا جتنا عرصہ درمیان میں گزرا، اتنے عرصے بعد اس نے اپنی تاثیر دکھائی اور اس کو نقصان پہنچایا۔

عمل کا عکس زمین پر ملاء اعلیٰ سے پڑتا ہے

زمین پر جو وضع، شکل، صورت اور اعمال اختیار کیے جاتے ہیں اس کا اثر ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کی دنیا میں مرتب ہوتا ہے اور ان کے اثرات کا انعکاس زمین پر مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ناموں کے اثرات بھی شخصیت پر آتے ہیں اور اس کا انعکاس ملاء اعلیٰ سے ہوتا ہے۔ جو نام انبیاء علیہم السلام یا نیک علماء و اولیاء کے ناموں پر ہوتے ہیں ان کے باقاعدہ اثرات مرتب ہوتے ہیں، میں تو نام سے معلوم کر لیتا ہوں کہ ان کا خاندان متقی ہے یا دنیادار۔

File Adress:

میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں تھا کہ شمالی علاقہ جات کا ایک لڑکا آیا، میں نے نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ زرمست خان، یعنی کہ اس کے والدین یہی چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا ہر وقت زر میں مست ہو۔ جن دنوں سیمنٹ کی قلت تھی تو میں سیمنٹ لینے ایک سٹور پر گیا، وہ شخص ایسا تھا جیسے گرم پانی ابل رہا ہو، کسی سے بات کرے تو ایسے سخت انداز میں جیسے گرم پانی ابل رہا ہو۔ اس کا نام معلوم کیا تو حمیم تھا۔ سبحان اللہ! کہ نام کا اثر پوری شخصیت پر آ رہا تھا۔ حمیم کا معنی ہے گرم ابلتا ہوا پانی اور قرآن میں ہے کہ جہنمیوں کو پیپ اور حمیم پینے کے لیے دیا جائے گا۔

تو جس طرح کے حالات و اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے فضائل قرآن میں لکھا ہے کہ بعض تلاوت کرنے والا جب ایسی آیت کی تلاوت کرتا ہے جس میں جھوٹوں پر لعنت ہوتی ہے تو خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس پر بھی لعنت آ جاتی ہے، یا جہاں ظلم کرنے والوں پر لعنت کا تذکرہ ہوتا ہے تو بقدر اپنے ظلم کے وہ خود بھی اس میں آ جاتا ہے اور پوری دنیا میں جو ظالم ہیں ان کے ظلم کے بقدر ان کو بھی حصہ ملتا ہے۔

پہاڑ، لوہا، آگ اور ہوا کی طاقت سے بڑی طاقت

ایک حدیث شریف ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو لرزتی تھی، ڈولتی تھی تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہاڑوں کو ڈالا، پہاڑ زمین کی میخیں ہیں۔ انہوں نے اس کا ڈولنا، لرزنا کپکپانا روکا۔ اس کے بعد انسانوں کی رہائش کے قابل ہو سکی ہے، گویا اس کا لرزنا، کپکپانا یہ پہاڑوں کے ڈالے جانے سے رکا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔

File Adress:

''اور بنایا ہم نے پہاڑوں کو میخیں۔''

پشاور یونیورسٹی کا شاہ ولی اللہ ہاسٹل ہے، اس کا میں وارڈن ہوتا تھا اور وہاں صبح کے وقت ہمارا درس قرآن ہوتا تھا، ایک رات جغرافیہ میں پی ایچ ڈی پروفیسر میرا مہمان تھا، صبح درس میں بیٹھا تو یہ آیت گزری: 'وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔ اور ہم نے بنایا پہاڑوں کو میخیں''۔ تو اس کی میں نے جو تھوڑی سی تشریح کی تو پروفیسر صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس کو پھر کہو، کہ یہ کیا بات کہی گئی ہے قرآن پاک میں؟ تو میں نے کہا کہ قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔ کہ بنایا ہم نے پہاڑوں کو میخیں، تو وہ کہنے لگا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! اور اس آدمی پر ایک کیفیت طاری ہوگئی، اس نے کہا کہ اس میں ہمارے جغرافیہ کا بڑا زبردست اصول بیان ہوا ہوا ہے، ہمارے جغرافیہ میں ایک بات پر بحث ہے کہ زمین کا جو ہر بڑا میدانی ٹکڑا ہوتا ہے، اس کے اردگرد پہاڑ میخوں کی شکل میں لگے ہوتے ہیں اور انھوں نے اس کو اپنی جھولی میں، دامن میں پکڑا ہوا ہوتا ہے۔ یہ پاکستان و ہندوستان کا جو میدان ہے اس کو ہمالیہ، ہندوکش اور قراقرم کے پہاڑی سلسلوں نے اپنے دامن میں پکڑا ہوا ہے اور ان پہاڑوں کی میخیں اگر ہٹ جائیں اور بارشیں ہوں تو یہ ساری مٹی بحر ہند میں ہوگی اور بحرِ ہند کا پانی یہاں سے زور لگا کر میکسیکو کو سمندر بنا دے گا تو واقعی قرآن پاک میں علوم کی بہار ہے لیکن وہ جس کو جتنا فہم ہے، جتنا دیکھتا ہے اتنی باتیں اس پر کھلتی ہیں، خیر وہ بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو میخیں بنایا، تو گویا پہاڑ بڑی قوت والی چیز ہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ پہاڑ سے زیادہ قوت والا لوہا ہے جو کہ پہاڑ میں سوراخ کر دیتا ہے اور پھر لوہے سے زیادہ قوت والی چیز وہ آگ ہے جو کہ لوہے کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے اور آگ سے زیادہ قوت والی چیز پانی ہے جو کہ آگ کو بجھا کر رکھ دیتا ہے اور پانی سے زیادہ قوت والی چیز ہوا ہے جو کہ پانی کو اڑا کر رکھ دیتی ہے۔ مشرقی پاکستان میں ہوا

File Adress:

چلی تو سمندر پر کھڑے جہاز کو اٹھا کر خشکی پر پھینک دیا۔تو اس جہاز کو پھر دوبارہ سمندر میں لانے کی کوئی چیز نہیں تھی، کوئی کرین نہیں تھی جو کہ پھر اس کو سمندر میں واپس لاتی تو اس کو خشکی پر توڑا گیا جس کو آپ لوگ کہتے ہیں کہ dismenta یعنی پرزے پرزے کیا گیا۔ الطاف صاحب سوزوکی وین کے اگلے ٹائر اور پچھلے ٹائر میں ہوا کی کتنی مقدار ہوتی ہے؟ تیس (۳۰) پونڈ ہوتی ہے کہ اس میں لوڈ ڈالتے ہیں، موٹروں والے پچیس، پچیس پونڈ ہے اور ٹرالا کتنا وزن اٹھاتا ہے؟ ساٹھ ٹن وزن۔تو اس وزن کو کتنے پونڈ ہوا اٹھاتی ہے؟ سبحان اللہ! ہوا کی قوت نے اتنا بوجھ اٹھایا ہوا ہے اور پھر تیس یا چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اور ستر یا اسی میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اس کو دوڑا رہی ہے۔سبحان اللہ! جس وقت قومِ عاد پر اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیجنا چاہا تو فرشتے نے کہا کہ یا اللہ تعالیٰ! کیا میں بیل کے نتھنے کے برابر یعنی بیل کی ناک کے ایک سوراخ کے برابر ہوا ان پر چھوڑ دوں تو ان کو اجازت نہیں ملی، پھر اس نے آخر میں کہا کہ یا اللہ! میں سوئی کے ناکے کے برابر ان پر ہوا چھوڑ دوں تو اس کو اجازت ہوئی کہ ہاں اتنی ہوا چھوڑ دے۔

"وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ لا حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى لا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ.(الحآقة:6)

ترجمہ:اور عاد جو تھے،سو وہ ایک تیز وتند ہوا سے ہلاک کیے گیے،جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا،تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔"(بیان القرآن)

اور ان پر جو چھوڑی تیز ہوا سات راتیں اور آٹھ دن اور وہ ساٹھ ہاتھ کے قد والے لوگ کہ ساٹھ ہاتھ نوے فٹ بنتے ہیں اور نوے فٹ والے آدمی کا پندرہ فٹ قدم ہوتا ہے

File Adress:

اور پینتالیس (۴۵) میل فی گھنٹہ اس کی عام رفتار ہوتی ہے اور اگر دوڑے تو دوسو میل فی گھنٹہ اس کی رفتار ہوتی ہے اور ہوا ان کو اٹھاتی تھی، پٹخ کر مارتی تھی زمین پر، اس طرح کہ جیسے کھجور کے تنے ہوں، یہ حشر ان کا کیا گیا، یہ عاد وثمود کے واقعات تو گزرے ہوئے ہیں، میں جس بستی کا رہنے والا ہوں، وہ شاہراہ ریشم پر ڈاڈر سینیٹوریم سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس ڈاڈر پر ایک عذاب آیا، اس کے پاس ایک بستی تھی جس پر پہاڑ سے پانی کا ایک ایسا ریلا چلا کہ بڑے بڑے پتھروں کو لڑھکایا، لڑھکتے ہوئے پتھر آئے، پکی دیواروں کو گرایا اور لنٹر (پکی چھت) زمین بوس ہوئے اور کافی عرصہ کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ پانی آیا کہاں سے۔ لوگ کہتے ہیں کہ پانی زمین سے ابلا ہے، میں یہاں پوچھتا رہا، پرانے سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ تم نے یہ بددعا سنی ہے کہ "خدا ے دے دریا ندے د آسمان نہ شڑلے او غرزوہ" (اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر آسمان سے شڑک نازل فرمائے،) تو انھوں نے کہا کہ یہ آسمانی شڑک تھا، کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ بادل آیا ہوا ہے اور اس نے پانچ ہزار کیوسک پانی اٹھایا ہوا ہے اور من جانب اللہ اس کو حکم ہوتا ہے کہ اس پانی کو پانچ گھنٹے میں تم نے ایک ایک قطرہ کر کے گرانا ہے تا کہ زمین کی سیرابی ہو، شادابی ہو، دریا بہہ جائیں اور چشمے کو پانی پہنچ جائے اور علاقے کو نقصان نہ ہو اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ بجلی چمکتی ہے اور وہ سارا پانی بیک وقت گرتا ہے اس کو "شڑک" کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ وہ سارا پانی بادل نے پہاڑ پر گرایا ہے اس کا دریا بنا ہے اور اس نے بڑے پتھروں کو لڑھکایا ہے اور لنٹر کی دیواروں کو مارا ہے اور چھتوں کو زمین بوس کیا ہے اور یہ وہ بستی تھی کہ جس میں مسجد نہیں تھی اور مسجد بنانے کے لیے لوگ آتے بھی تھے تو وہ لوگ ان کے ساتھ تعاون نہیں کرتے تھے بلکہ میں نے سنا ہے کہ کسی دوسرے علاقے کا آدمی پیسے لے کر آیا ہے کہ ہم یہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں تو وہ وہاں گم ہوا اور پھر ملا ہی نہیں اور اس بستی میں فقط ایک تبلیغی ساتھی رہتا تھا،

File Adress:

اس کا کچا مکان تھا اور جس وقت رات کے دو بجے جب یہ سارا ہنگامہ کھڑا ہوا ہے تو یہ بابا جی جاگ رہا تھا اور نماز پڑھ رہا تھا اور جب باہر نکلا تو اس نے پانی کا ریلا دیکھا اور کہا کہ باقی تو سارے پکے مکان ہیں، ایک میرا کچا مکان ہے، باقی تو بچ گئے اور میں تو گیا ہی گیا۔ اب تو نہ بھاگ سکتے ہیں نہ اٹھ سکتے ہیں تو یہ آدمی کہتا ہے کہ اس ریلے نے پتھروں کو لڑھکایا اور باقی مکانوں کو گرایا اور ایک درخت کو گرایا، وہ درخت اس شخص کے مکان کے پاس بالکل عمودی گرا اور پیچھے بڑے بڑے پتھر لڑھک کر آئے اور اس کے ساتھ لگے تو اتنی دیر میں وہ دیوار بنی۔ عاد و ثمود تو اُس وقت تھے، یہ اِس وقت کا عذاب اس دور کا ایک گناہ گار آدمی آپ کو سنا رہا ہے، عاد و ثمود کی باتیں یہ نہیں ہیں کہ

"These are legends , they will never be repeated."

یہ ہمارے سی ایس پی آفیسرز ہوتے ہیں ناں، یہ کہتے ہیں کہ:

"Oh, leave it yar , these are legends never repeated." کہ یہ تو کہانیاں ہیں جو کبھی دہرائی نہیں جاتیں جو کبھی نہیں دہرائی جائیں گی، بات یاد رکھیں" , "These are not legends

never repeated کی بات نہیں ہے، ever repeated کی بات ہے کہ یہ تو تیرے میرے سامنے دہرائی جائیں گی اور دہرائی گئیں اور ہم نے ان کو دیکھا۔

تو بات ہوا کی طاقت کی کر رہے تھے، حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ زمین کو سکون ہوا ڈولنا بند ہوا پہاڑوں کی وجہ سے، پھر پہاڑ سے زیادہ قوت لوہے کی، پھر لوہے سے زیادہ آگ کی قوت، آگ سے زیادہ پانی کی قوت اور پانی کی قوت سے زیادہ ہوا کی قوت، کہ ہوا سے بھی زیادہ قوت والا مؤمن کا عمل ہے کہ جب یہ دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اس طریقہ سے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے۔ یہ ان سارے مظاہر قدرت سے زیادہ قوت والا عمل ہے۔

File Adress:

وہ ہوا پر بھاری ہے، پانی پر بھاری، لوہے پر بھاری ہے اور پہاڑ پر بھاری ہے۔ اتنی اس کی قوت ہے، اتنی اس کی تاثیر ہے۔

عمل کے نتائج اخروی

عمل کی اصلی قوت اور اصلی تاثیر تو آخرت میں ظاہر ہوگی بصورت جنت، بصورت عطائے جنت، بصورت لقائے ربّی اور بصورت رضائے ربّی۔ تین نعمتیں ہیں، ہمارے مولانا صاحبؒ اس کو عطاء، لقاء، رضا کی شکل میں فرماتے تھے۔ سبحان اللہ! 'مکتوباتِ صدی' دنیائے تصوف کی کتنی معرکۃ الآرا کتاب ہے، تو اس نے عطاء اور لقاء کو تو لکھا ہوا ہے لیکن اس ترتیب سے عطاء، لقاء، رضا نہیں لکھا ہوا، ہمارے حضرتؒ کی ایسی شان تھی، اتنی ان کی گہری نظر تھی۔ عمل کا اصلی نتیجہ تو عطاء، لقاء، رضا کی شکل میں آخرت میں ہے۔ عطاء تو جنت کی قسما قسم کے نعمتوں کا حاصل ہونا ہے، ایسی نعمتیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی دل پر ان کا خیال گزرا ہے۔ اور لقاء جنت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت و ملاقات ہے جو جنت کی نعمتوں میں سے سب سے لذیذ نعمت ہے، جس کے سامنے جنت کی ساری نعمتوں کا مزہ ہیچ ہوگا اور جنت کا اس سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ کا اہل جنت سے دائمی رضامندی کا اعلان ہوگا۔

اعمال کے دنیوی اثرات

قرآن پاک نے اعمال کے جو نتائج اور فوائد بیان کیے ہیں، قرآن پاک میں غالباً دو آیتیں ایسی ہیں کہ ان میں دنیا کے معاوضے کا تذکرہ ہوا ہے، ورنہ عمومی طور پر اعمال کے بدلے آخرت کی نعمتوں کا ہی تذکرہ ہے، پہلی آیت میں دنیوی معاوضہ:

" فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ قف اِنَّه كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ

File Adress:

السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا وَّ يُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِيۡنَ وَ يَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ وَّ يَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا ۔(نوح:12,11,10)

ترجمہ:''اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمھارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمھارے لیے باغ لگا دے گا اور تمھارے لیے نہریں بہا دے گا۔''(بیان القرآن)

کی صورت میں بیان ہوا ہے کہ اعمال کے بدلے میں بارشیں برسیں گی اور مال و اولاد میں برکت کا ظہور ہوگا۔ یہ آیت دنیا کے معاوضے کو بیان کر رہی ہیں۔ ورنہ قرآن اور احادیث کے ذخیرے میں عموماً اعمال کے بدلے کا تذکرہ اگر آیا ہے تو آخرت کے حوالے سے آیا ہے کہ وہاں کی نعمتوں، وہاں کے عالی شان مکانات، وہاں کی سواریاں، وہاں کی مجالس، وہاں کے باغات، وہاں کی نہریں، وہاں کی موسیقی اور وہاں کی عورتیں اور ان کا حسن و جمال اور کھانے پینے ان چیزوں کا بیان ہوا ہوا ہے۔ اول تو اعمال کے نتائج وہاں مرتب ہو رہے ہیں، لیکن ضمنی طور پر اللہ تعالیٰ نے اعمال کے دنیاوی اثرات بھی بیان فرمائے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔(یونس:62)

''خبردار! بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں۔''

اس آیت میں عمل کا جو دنیاوی معاوضہ بیان ہوا ہے وہ مادی نہیں ہے، معنوی اور روحانی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص انعام ہوتا ہے کہ ان کو کسی قسم کا غم اور خوف نہیں ہوتا۔ خوف مستقبل میں پیش آنے والے حالات پر ہوتا ہے اور غم ماضی پر۔ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ پر ایسا مضبوط توکل حاصل ہوتا ہے کہ وہ کبھی مستقبل کے حوالے سے پریشان ہوتے ہی نہیں۔ طبعی خوف ہو تو ہو لیکن عقلی خوف بالکل نہیں ہوتا۔ جب حجاج بن

File Adress:

یوسف نے حضرت سعید بن جبیرؒ کو شہید کیا،تو ان کا خون بہت زیادہ بہا، اس نے شاہی طبیب سے اس کی وجہ پوچھی ،تو انہوں نے وجہ یہ بتائی کہ بوقت شہادت ان کے دل میں ذرا برابر آپ کا خوف نہیں تھا، اس لیے ان کا خون خشک نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اللہ والوں کو گزری ہوئی کسی مصیبت پر غم ہوتا ہے، وہ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے آ کر کہا کہ وہ جہاز ڈوب گیا ہے جس میں آپ کا سامان آ رہا تھا، شیخ نے کہا کہ الحمدللہ۔ پھر کسی نے آ کر اطلاع دی کہ پہلی خبر غلط تھی ، جہاز سلامت ہے تو آپ نے پھر الحمدللہ فرمایا۔ مریدین نے پوچھا کہ حضرت غم کی اطلاع پر بھی الحمدللہ کہا اور خوشی کی اطلاع پر بھی ،اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا: دونوں بار الحمدللہ اپنے قلب کی حالت پر کہا، جب جہاز ڈوبنے کی اطلاع ملی تو میں قلب پر غور کیا الحمدللہ اس میں کوئی غم کی کیفیت نہیں تھی کہ اللہ ہی کا دیا ہوا مال تھا انہوں نے واپس لے لیا۔ اور جب جہاز کی سلامتی کی اطلاع ملی تو مال بچ جانے کی کوئی خوشی قلب میں محسوس نہیں کی۔ اس قلب کی حالت تبدیل نہ ہونے پر الحمدللہ کہا ہے۔ تو اللہ والوں کو اعمال کے بدلے ایک انعام یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے دنیاوی رنج اور غم اٹھا دیتے ہیں، یہ ایک روحانی نعمت ہے۔

اس انعام کو قرآن مجید میں ایک دوسرے عنوان سے بھی بیان کیا گیا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً (النحل:97)

ترجمہ:۔ جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے۔ (بیان القرآن)

مردوں اور عورتوں میں سے جس نے بھی نیک عمل کیا اور وہ ایمان والا بھی ہوا تو ہم ضرور بالضرور اس کو حیاتِ طیبہ دیں گے۔ اس میں حیات طیبہ کا تذکرہ آیا ہوا ہے، یہ برزخ

File Adress:

اور دنیا کی زندگی کا تذکرہ ہے کہ اعمال کے اثرات ونتائج کے طور پر اس کو حیات طیبہ دیں گے، حیات طیبہ کی تفسیر جو دوسری آیات نے کی ہے کہ ایسے لوگوں کو کوئی غم اور خوف نہیں ہوگا جیسا کہ اس کا تذکرہ ہو گیا ہے کہ:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (یونس:62)

''خبردار! بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں۔''

ساری ترقیات، ساری کوششیں اور سارے مادی وسائل کے نتیجے میں آدمی یہ دو چیزیں چاہتا ہے کہ غم اور خوف سے نجات ملے، بڑی جائداد، بڑا کاروبار، بڑی ملازمت، بڑی افسری، صدارت، وزارت اور یہ ساری چیزیں جتنی بھی ہیں، بڑے بڑے لوگوں سے پوچھو تو غم اور خوف سے نجات پانے کے لیے ہی حاصل کی جاتی ہیں۔ آپ پوچھیں کہ آپ سیاست میں کیوں جھک مارتے ہیں، اتنی تکالیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ کیا کریں، ہمارے کاروبار وغیرہ اتنے پھیلے ہوئے سلسلے ہیں کہ جب تک وزارت ہمارے پاس نہ ہو تو ان کی حفاظت نہیں ہو سکتی کہ ان کو بچانے کے لیے، ان کو سنبھالنے کے لیے ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں، سیاست کے ذریعے حفاظت اور پروٹیکشن لیتے ہیں۔ تو سارے وسائل کو انسان جمع کر کے کہتا ہے کہ اس کے غموں کا علاج ہو اور اس پر خوف نہ ہو اور یہ معنوی نعمت ہے جس کے بارے میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو خاص دوست ہوتے ہیں ان پر نہ غم ہوتا ہے اور نہ خوف، یہ ان کو بغیر کسی دنیاوی لالچ اور تگ ودو کے بطور انعام ملتی ہے۔ ایسی زندگی اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے، ایسی زندگی ان کو ملتی ہے کہ اس میں غم اور خوف سے ان کو نجات ہوتی ہے۔

اصل راحت ہے نہ کہ اسباب راحت

اگر کسی کے پاس بڑا بنگلہ ہے لیکن خوف ہے تو کیا فائدہ ہوا؟ بڑا عہدہ ہے لیکن غم

File Adress:

ہے تو کیا فائدہ ہوا؟ ایوب میڈیکل کالج کے شعبہ سائیکاٹری (امراض نفسیات و ذہنی) کا جو سربراہ ہے، یہ ہمارا شاگرد ہے۔ اس نے مجھے ایک کہانی سنائی کہ میں کلینک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ماڈرن عورت علاج کے سلسلے میں آ گئی، بیٹھتے ہی اس نے سگریٹ سلگایا اور کش لگانا شروع کر دیا۔ چونکہ علاج کے غرض سے آئی تھی تو ڈاکٹر تشخیص کے لیے احوال معلوم کرتا ہے، history لیتا ہے، ڈاکٹر نے احوال پوچھنے شروع کیے، اس سے کہا: بی بی! آپ سگریٹ نہ پیئیں، تو وہ عورت بہت غصہ ہوئی، اس نے انگریزی میں باتیں کرنا شروع کر دیں اور کہا:

Every body is saying that stop smoking,stop smoking,but no body has asked me that why I am smoking ?

ہر کوئی کہتا ہے کہ سگریٹ پینا بند کر دو، لیکن کوئی نہیں پوچھتا ہے کہ میں کیوں سگریٹ پیتی ہوں؟ تو میں نے پوچھا کہ بتائیں آپ کیوں سگریٹ پیتی ہیں؟ وہ جس آدمی کی بیوی تھی اس کا کلینک کے سامنے پورا ایک محل نما گھر تھا۔ کسی علاقے کا نواب تھا اور یہ کیمرج یونیورسٹی سے پڑھی ہوئی عورت تھی۔ وہ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اس عورت نے اس طرح کہا کہ:

I have been living for the last thirty years in this jail

کہ میں اس جیل میں گذشتہ تیس سالوں سے رہ رہی ہوں۔ اس نواب کی بیوی، اس نواب کا محل اور سارے وسائل و اسباب، سب راحتوں و خوشیوں کے سامان اور اس میں رہنے والی عورت اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ میں تیس سالوں سے اس جیل میں رہ رہی ہوں، گویا اندر زندگی جو اس کی ہے وہ جیل ہے، دکھ ہے، غم ہے، اندوہ ہے۔ تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ اعمال کا آخری نتیجہ تو آخرت میں ہونا ہے لیکن ضمنی طور پر اس کا اثر، پرتو اور

File Adress:

عکس دنیا کی اس زندگی پر آتا ہے اور دنیا کی زندگی کے بارے میں کہا ہوا ہے کہ حیات طیبہ دیں گے، اگر مالدار ہوں گے تو خوش ہوں گے، اگر غریب ہوں گے تو خوش ہوں گے، صدر و وزیر ہوں گے تو اطمینان میں ہوں گے اور اگر فقیر ہوں گے تو اطمینان میں ہوں گے، یہ اطمینان، راحت و عافیت، غم سے نجات اور دکھ و پریشانی سے نجات ضرور تمہیں دیں گے۔

میں کسی انگریز دانش ور کی کتاب پڑھ رہا تھا، اس میں عجیب بات لکھی ہوئی تھی کہ ایک آدمی جنگل آیا ہوا تھا کہ لکڑیاں کاٹ کر گھٹڑ بنائے اور اس کو لے جا کر ہفتہ دو ہفتے کے لیے جلانے کا بندوبست ہو جائے، انگریزوں نے اسلحہ کے زور سے اس علاقے پر قبضہ کیا ہوا تھا اور جو غریب غرباء رہ گئے تھے وہ اس طرح محنت مزدوری کر کے وقت گزار رہے تھے انگریز اب وہاں کام کرنا چاہتے تھے کہ وہاں کی لکڑی کاٹ کر حاصل کریں اور اس کو بیچیں، تو ایک انگریز سرمایہ دار وہاں گیا، یہ آدمی لکڑیاں کاٹ کر پتھر پر لیٹا ہوا تھا، اس نے اس سے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ لیٹا ہوا آرام کر رہا ہوں کہ گھر سے آیا ہوں کچھ لکڑیاں کاٹنے اور پھر ان کو گھر لے جاؤں گا۔ اس انگریز نے کہا کہ تم تو بڑے ناسمجھ آدمی ہو، آؤ میرے ساتھ عمارتی لکڑی (timber) کے کاروبار میں کام کرو۔ اس شخص نے کہا کہ پھر کیا ہو جائے گا؟ انگریز نے جواب دیا کہ ہم درختوں کو گرائیں گے، اس کی لکڑیاں بنائیں گے اور یہ کریں گے اور وہ کریں گے اور پھر فروخت کر کے پیسے آئیں گے اور پھر یہ اور وہ ہوگا اور یوں ساری باتیں بیان کر لیں۔ تو دیہاتی آدمی نے کہا کہ پھر کیا ہوگا؟ تو انگریز نے کہا کہ پھر ساری سہولیتیں مل جائیں گی۔ دیہاتی بولا، پھر کیا ہوگا؟ تو انگریز نے کہا کہ پھر ہم آرام کریں گے، تو دیہاتی نے جواب دیا کہ What am I doing now ? کہ اب میں کیا کر رہا ہوں؟ آرام ہی تو کر رہا ہوں، مزے ہی میں تو ہوں، لطف ہی اٹھا رہا ہوں، جبکہ تو اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد، اتنی لکڑیاں گھسیٹنے کے بعد مجھ سے آرام کروانا

File Adress:

چاہتا ہے۔ وہ تو میں اب بھی کر رہا ہوں۔

دوسرا قصہ اس نے بڑا عجیب لکھا ہوا ہے کہ ایک انگریز سرمایہ دار سمندر کے کنارے گیا، اس نے دیکھا کہ مچھیرا آیا ہوا ہے اور اس نے کنڈی ڈالی ہوئی ہے اور مچھلیاں پکڑ رہا ہے اس نے کہا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ مچھیرے نے کہا کہ میں آیا ہوں، گھر کے سالن کے لیے گھنٹہ آدھ گھنٹہ یہاں کنڈی ڈالتا ہوں تا کہ مچھلیاں پکڑ کر تھوڑی سی لے جاؤں اور رات کو پکائیں گے۔ اس شخص نے مچھیرے سے کہا کہ تو بڑا ناسمجھ ہے۔ مچھیرے نے کہا کہ میں کیا کروں؟ اس شخص نے کہا کہ میرے ساتھ کام کرو، میرا مچھلیاں پکڑنے کا ایک ٹرالر ہے، ٹرالر میں مچھلیاں پکڑنے، کاٹنے اور deep freeze کرنے کا بندوبست ہوتا ہے، اس طرح بڑے پیمانے پر مچھلیاں فروخت کریں گے۔ مچھیرے نے پوچھا: پھر کیا ہوگا؟ اس نے کہا کہ ان ساری باتوں کے بعد پھر تم

That then off and on you will be coming to sea

sake of game.

کہ دل کو خوش کرنے کے لیے تم کبھی کبھار آؤ گے سمندر کی طرف اور مچھلیاں پکڑو گے۔ تو مچھیرے نے جواب میں کہا کہ What I am doing now? کہ اب میں کیا کر رہا ہوں؟ تھوڑی دیر کے لیے آیا ہوں، سیر سپاٹا کیا اور تھوڑی سی مچھلیاں پکڑ کر لے جاتا ہوں، وہ کام اب بھی کر رہا ہوں کہ جس کو تو اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد مجھ سے کروا رہا ہے۔

دنیا کا حصول دین کی نیت سے عبادت ہے

یاد رکھیں! میں اس واقعات زندگی میں تعطل پیدا کرنے کے لیے نہیں سنا رہا ہوں کہ آپ معطل ہو جائیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں، مسلمان کی یہ شان نہیں ہے یہ تو انگریزوں کا ناپختہ فلسفہ، ایک کچا اور بودا مضمون تھا جو کہ میں نے آپ کو سنا دیا۔ حضرت

File Adress:

عبداللہ بن زبیرؓ جب کھیت میں ہوتے تھے، زمیندار تھے، ایک ہزار غلام تھے۔ سندھ میں میں نے سفر کیا ہے، سندھ کے ایک وڈیرے کی تیس میل زمین ہے، جریب و کنال نہیں، تیس میل کہ جس میں پانچ ریلوے سٹیشن آتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ایک ہزار غلام کھیتوں میں کام کرنے والے، اتنے کارکن تو اس وڈیرے کے نہیں ہوں گے، اگر ایک غلام کی قیمت مثال کے طور پر دس ہزار درہم لگاؤ تو دس ہزار درہم کے ڈھائی ہزار تولے چاندی بن گئی اور اگر چاندی سو روپے فی تولہ ہو تو ایک غلام کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے بنتے ہیں تو ایک ہزار غلاموں کی ملکیت کا اندازہ لگائیں جو کہ صرف کھیتوں میں کام کرتے تھے۔ دوپہر تک کھیتوں میں کام کرتے تھے تو دیکھنے والا آدمی یوں سمجھتا تھا کہ گویا یہ شخص اتنا پکا دنیادار ہے کہ دین کے ساتھ، آخرت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ لیکن جب آدھا دن کام کا مکمل ہو جاتا تھا اور دین کے شعبے پر واپس آ جاتے تھے تو پھر دیکھنے والے آدمی سمجھتے تھے کہ اس آدمی کو دنیا کی کچھ سمجھ ہی نہیں، کچھ ہوش ہی نہیں، اس کا دنیا کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔

مؤمن محنت کرتا ہے، مجاہدہ کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، اس کی اپنی اپنی نیت ہے، آپ پیسہ کمانے میں جہاد کی نیت کر سکتے ہیں۔ ہم اگر ایسا بیان کریں تو یہ جہادی تنظیمیں ہمارا مذاق اڑایا کرتی ہیں۔ میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کا علم ابھی ناپختہ ہے، ہم بھی کوئی پختہ نہیں ہیں، مجھے اس بات کا کوئی دعویٰ نہیں ہے، لیکن مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں نے ایسے لوگوں کے ساتھ وقت گزارا ہے جو کہ بہت پختہ تھے اور علم کے پہاڑ تھے، جس بات کو میں کہہ رہا ہوں یہ پاکستان و ہندوستان کی مایہ ناز شخصیت حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کی بات ہے، آپ جہاد کی نیت کر سکتے ہیں اپنے کاروبار میں، کمائی میں، کہ ہمارا جو پیسہ آئے گا یہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے دین کی فروغ کے لیے جہاں جہاں جہاد ہو رہا

File Adress:

ہے اور جہاں جہاں دین کے پھیلاؤ کی کوششیں ہوں گی وہاں تک پہنچائیں گے تو آپ کی جہاد کی نیت ہوگئی۔ اس کے بعد صدقہ وخیرات کا عمل ہے، اس کی آپ نے نیت کی تو صدقہ و خیرات کی نیت آپ کی ہوگئی۔

اچھا میں ایک سوال کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ کس پیسے کا ثواب ہے؟ کون سا وہ خرچہ ہے کہ جس کا سب سے زیادہ ثواب ہے؟ کسی کے دل میں خیال آئے گا کہ دارالعلوم کو چندہ دیا جائے، کسی کے دل میں خیال آئے گا کہ جہاد میں چندہ دینے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، حالانکہ سب سے زیادہ ثواب اپنے بال بچوں کے ضروری نان نفقہ کا ہے، تعیش کا نہیں، صرف ضرورت وسہولت کا۔ زندگی کے تین درجے ہیں: ضرورت، سہولت اور تعیش۔ ضرورت ضرر سے ہے اس کو نہ پورا کرنے سے آدمی کو ضرر ہوتا ہے، آدمی کو تکلیف ہوتی ہے، آدمی کو نقصان ہوتا ہے۔ اور سہولت یہ ہے کہ آدمی کی ضرورت آسانی سے پوری ہو گئی، تکلیف نہیں ہو رہی۔ اور تعیش یہ ہے کہ ایسی چیز میں آدمی پڑ گیا کہ جس کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے اور خواہ مخواہ وسائل ضائع کر رہا ہے تو آپ ضرورت وسہولت کے لیے اپنے بال بچوں کو جو نفقہ دیتے ہیں سب سے زیادہ ثواب، اخراجات میں سے اس کا ہے۔

احیاء العلوم میں حضرت عمر فاروقؓ کا قول لکھا ہوا ہے کہ جس وقت میں گھر والوں کے لیے سودا وغیرہ خریدنے بازار میں گیا ہوا ہوتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت اس وقت آئے کیونکہ اتنے فضیلت والے عمل میں موت بہت اچھی حالت کی موت ہے، کبھی آپ نے نیت کی اس نیکی کو حاصل کرنے کی، جب سودا لینے جا رہے ہو جس کا اتنا اجر و ثواب ہے، الطاف صاحب آپ نے کبھی کی ہے (تو جواب میں الطاف صاحب نے کہا کہ جب سے آپ کا بیان اس بارے میں سنا ہے تب سے کی ہے، جس پر حضرت صاحب نے فرمایا: الحمدللہ) الطاف صاحب کہتے ہیں کہ جب سے احیاء العلوم میں اس کے بارے میں

File Adress:

پڑھا ہے تو اس کے بعد جب سودا لانے کے لیے جاتا ہوں تو اس کی میں نیت کرتا ہوں کہ یہ وہ اجر وثواب والا عمل میں کر رہا ہوں کہ اس پر اتنا اجر وثواب ملنا ہے جس کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ نے یہ فرمایا تھا۔

تو عرض یہ ہے کہ ہمارے ہاں تعطل نہیں ہے، یہ انگریزوں کا فلسفہ ہے جو ناقص ہے اور ناپختہ ہے۔ خواہ وہ روسو ہے یا والٹیئر یا فرائیڈ وغیرہ ہے، سب کے فلسفے ناپختہ اور اپنی اپنی جگہ پر بودھے ہیں، اگر ان پر تھوڑا سا دانشورانہ اعتراض کیا جائے تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا، بفضلہٖ تعالیٰ وہ فلسفہ جس نے چودہ سو سال سے باطل کو شکست دی ہے اور دے رہا ہے اور جس کا جواب کوئی نہیں لا سکا وہ قرآن ہے۔ خیر عرض یہ ہے کہ حیات طیبہ اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں دیتا ہے اعمال کے نتائج میں۔

عمل ایک عظیم سرمایہ

اس لیے میرے بھائی یہ جو ساری بحث اور سارے دلچسپی کے مضامین میں نے آپ کے لیے بیان کیے ہیں اس سے ایک بات میں بیان کرنا چاہتا ہوں، اپنے آپ کو بھی سنانے کے لیے، آپ سے بھی عرض کرنے کے لیے، وہ یہ ہے کہ سب سے اہم چیز اس دنیا میں انسان کا عمل ہے لہٰذا اس بات کی نیت کریں کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے میرا عمل ضائع نہ ہو، میرا عمل خراب نہ ہو، گاڑی ٹوٹ گئی تو جڑ جائے گی، دوسری مل جائے گی، مکان گر گیا دوسرا مل جائے گا، نوکری چلی گئی تو پھر بندوبست ہو جائے گا، قسمت کی روزی مل کر رہے گی اگر ساری فصل پر ژالہ باری ہو گئی، کچھ بھی نہ رہا تو پھر بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی لیکن عمل ضائع ہو گیا تو پھر اس کا کوئی مداوا، اس کا پھر کوئی علاج نہیں ہو سکتا، لہٰذا زندگی گزارنے کے لیے یہ نیت کرنی ہوتی ہے کہ ہم تو یہاں پر اللہ کے احکامات کو پورا کرنے کے لیے، حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے طریقوں کو پورا کرنے کے لیے اور اعمال صالحہ کو حاصل کرنے کے

File Adress:

لیے اس زندگی کو گزاریں گے اور یہ وہ بنیاد ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ آپ کی دنیا کو بھی بنائے گا اور آخرت بھی سنورے گی۔

دنیا کے حصول میں تصحیح نیت

اس کے ساتھ دنیا میں بقدرِ ضرورت لگیں گے۔ اب دنیا میں بھی لگنے کی نیتیں ہیں کہ ایک آدمی صبح جاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کل کے کاروبار میں یہ یہ جھوٹ مجھ سے نہیں ہوسکا تھا اور یہ یہ دھوکہ میں نے نہیں کیا اور ساری رات اس بات پر سوچتا ہے کہ آج میں وہاں جا کر یہ یہ ترتیبیں اختیار کروں گا اور ایسے ایسے طریقے سے لوگوں کو پھانسوں گا، ایسے ایسے گھیروں گا۔ یہ بات میں آپ کو صاف کہہ دوں کہ پیسے کما کر اس پر حج پر جانا یہ آسان ہے لیکن پیسے کمانے میں سچ بولنا یہ مشکل ہے، جو کاروباری لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر میری بات کو سنیں اور آج جو کر کے آئے ہو اور اس ہفتہ میں کر کے آئے ہو اور کل کرنے کی نیت رکھے ہوئے ہو اس پر ذرا نگاہ ڈالو تو ہر ایک آدمی اپنے آپ کو معلوم کرلے گا اور دوسرا آدمی جاتا ہے کہ روزی کمانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ

کسب الحلال فریضة بعد الفریضة ۔(مشکوٰۃ)

اپنے لیے حلال روزی کمانا یہ فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔

حدیث نبوی میں بیان ہوا ہوا ہے۔

شریعت میں تو بہت رحم ہے کہ ایک آدمی کے بال بچے بھوکے ہیں تو اس کو فرض نماز پڑھ کر فوراً نوافل کو چھوڑ کر باقی سب چیزوں کو چھوڑ کر ان کی روزی کمانے کے پیچھے جانا چاہیے اور اگر اس کو ایسی مجبوری کے حالات آگئے کہ جب روزی کمانے کے لیے جاتا ہے تو اس کو جماعت نصیب نہیں ہوتی ہے تو اگر یہ وہاں پر بھی وضو کرے اور اذان دے، چاہے کھیت میں گیا ہو اور نماز وہاں اکیلے پڑھی تو اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا جبکہ

File Adress:

جماعت کے ساتھ پچیس سے ستائیس تک کا ثواب آیا ہوا ہے اور لکڑیاں کاٹنے کے لیے جنگل کو گیا ہے جہاں کوئی نہیں، تو اس نے اذان دی اور اکیلے نماز پڑھی تو اس کو پچاس نماروں کا ثواب ملے گا۔ شریعت تو رحمت ہی رحمت ہے، سبحان اللہ! کہ اچھی نیت کے ساتھ آدمی دنیا کو دین بنا دیتا ہے اور نیت خراب کرنے سے اور محض نیت کے بدلنے سے آدمی نے دین کو دنیا بنایا ہوا ہوتا ہے اور اپنے دین کو ضائع کر لیتا ہے اور اپنی آخرت کو تباہ کیا ہوا ہوتا ہے۔ ایک شخص کام پر جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرتا ہے، خدمت خلق کی نیت سے جاتا ہے، وہاں سچ بولنے کے لیے جاتا ہے، انسانوں کو سکھ پہنچانے کے لیے جاتا ہے، تو اس کی ساری محنت و کوشش دین ہے۔ اس لیے حدیث مبارک میں کہا گیا ہے کہ بروز قیامت سچا تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

سیٹھی کریم بخش: ایک دین دار تاجر کا واقعہ

ایک دفعہ میری مولانا بجلی گھر صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان کے پاس کافی ساری معلومات تھیں، انھوں نے کئی باتیں مجھے سنائیں، اس میں انھوں نے ایک یہ بات سنائی کہ یہاں ایک سیٹھی کریم بخش صاحب تھے، یہ وہ آدمی ہیں کہ اسلامیہ کالج کی خوبصورت مسجد تو آپ دیکھتے ہیں یہ انھوں نے بنائی ہے، ایک کتاب جس کا نام مہر منیر ہے، پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی سوانح عمری ہے جو کہ ان کے کسی مرید نے لکھی ہے، اس میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے کہ انگریزوں نے پشاور کے سارے تاجروں و سرمایہ داروں کو کہا کہ چندہ لاؤ کہ ہم یہاں کالج بنانا چاہتے ہیں تو کریم بخش سیٹھی صاحبؒ نے پیر صاحب کو خط لکھا کہ حضرت! انگریز یہاں چندہ مانگ رہا ہے اور اگر چندہ نہیں دیتا ہوں تو یہاں پشاور کا بڑا کاروباری ہوں، یہاں وقت کیسے گزاروں گا اور اگر چندہ دیتا ہوں تو انگریز انگریزی تعلیم کا ادارہ بنانا چاہتا ہے جس سے وہ گمراہی پھیلائے گا اور اپنے ایجنٹ تیار کرے گا، تو میں کیا کروں؟ پیر

File Adress:

صاحب نے جواب میں لکھا کہ میں دعا کرتا ہوں اور آپ سوچتے رہیے، اللہ تعالیٰ کوئی بہتری کی صورت نکالے گا۔ اب خط آیا تو انھوں نے غور کیا، یہاں تک کہ دل میں بات آ گئی، تو انھوں نے کہا کہ کالج آپ بنا دیں، مسجد آپ کے لیے میں بنا دیتا ہوں، تو یہ مسجد انھوں نے بنائی ہے۔

تو خیر میں آپ کو التاجر الصدوق یعنی سچا تاجر کیسا ہوتا ہے، اس کا قصہ سنا رہا تھا تو مولانا بجلی گھر صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! ''قصه در ته کوم، چه دا سیٹھی کریم بخش د مرګ نه اتلس کاله پس قبر اسپڑلے شوؤ، صحیح سالم پروت وؤ او دغسل او به ور باندے وے۔' کہ اس کی وفات کے اٹھارہ سال بعد قبر کھولی گئی تھی، بالکل صحیح سالم پڑا ہوا تھا اور ان کے غسل کا پانی بھی اس پر پڑا ہوا تھا۔

اسلامیہ کالج کی مسجد: سنگ بنیاد کا واقعہ

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اس مسجد کا جب سنگِ بنیاد رکھا جا رہا تھا تو انگریزوں کے مشورہ میں یہ طے ہوا کہ اس کے سنگِ بنیاد کے لیے حاجی فضل واحد ترنگزئی صاحبؒ کو بلایا جائے تا کہ وہ یہ دیکھیں کہ انگریز مسجدیں بنا رہا ہے، دارالعلوم بنا رہا ہے، اسلامیہ کالج جا کر دیکھیں ابھی بھی فوارے کے سامنے لکھا ہوا ہے دارالعلوم اسلامیہ، اسلامیہ کالج پشاور نہیں لکھا ہوا، تو انھوں نے کہا: جب یہ دیکھے گا کہ انگریز مسجدیں بنا رہا ہے اور دارالعلوم بنا رہا ہے تو متاثر ہوگا ۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد حاجی فضل واحد صاحبؒ نے رکھا ہے، تو بات جو میں آپ کو بیان کر رہا ہوں یہ میں نے آج سے کوئی تیس سال پہلے (1970ء) ایک اسی سالہ بوڑھے سے سنی ہے اور وہ غریب آباد کا رہنے والا تھا، اس بوڑھے نے کہا کہ سنگ بنیاد کے واقعے میں موجود تھا، کہتے ہیں کہ حاجی صاحبؒ اپنے گھوڑوں پر آئے اور سنگ بنیاد رکھنے کے لیے اترے تو انگریز گورنر آیا۔ حاجی صاحبؒ نے کہا کہ ''داشین ستر گے ٹوک دے'' کہ یہ سبز

File Adress:

آنکھوں والا کون ہے؟ تو کسی نے کہا کہ ''دا انگریز گورنر دے'' کہ یہ انگریز گورنر ہے، تو حاجی صاحبؒ نے کہا کہ ''زہ ددے شکل کتل نہ غواڑم'' کہ میں اس کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا، تو اس کی طرف پیٹھ کی اور سنگ بنیاد رکھا اور روانہ ہوگئے۔ جب یونیورسٹی ٹاؤن چوک کے قریب ہوئے تو انھوں نے کہا کہ 'سمہ ملا! نور شیخان روستو پرے دہ اوتہ ماسرہ رازہ' کہ سمہ علاقے کے مولوی صاحب! آپ میرے ساتھ آیئے اور باقیوں کو پیچھے چھوڑ دیجئے۔ وہ جانباز لوگ تھے، اس نے گھوڑا دوڑایا، تو یہ دو گھوڑے آگے ہوگئے اور پیچھے جو تیس یا چالیس مجاہدین تھے وہ اسی طرح اپنا گروپ بنا کے چل رہے تھے، جب تہکال پایان تک پہنچے تو انگریزوں نے گرفتاری کے لیے گھیرا ڈال دیا۔ دیکھا تو حاجی صاحبؒ ساتھ نہیں تھے۔ اللہ کی شان کہ حاجی صاحبؒ کو کشف ہوگیا اور وہ پہلے سے نکل گئے اور باقی مجاہدین کی گرفتاری کا کوئی فائدہ نہیں تھا اور حاجی صاحبؒ ان کی ہاتھوں سے نکل گئے۔ تہکال پایان میں سنڈا کے ملاّ صاحب نے اسلامیہ کالج کے مقابلہ میں دارالعلوم اور مسجد بنائی جو کہ اب بھی ہے کہ اگر انگریز اپنا مرکز بنا رہا ہے تو اس کے مقابلے میں ہم بھی اپنا مرکز بنائیں گے۔

نظام اصلاح میں جڑنے کی ضرورت

یہ باتیں بڑا مزہ دیتی ہیں اور بندہ کہتا ہے کہ حاصل ہو جائیں، لیکن حاصل کیسے ہوں؟ ابھی ایک آدمی اٹھ رہا تھا، دل میں کہہ رہا تھا کہ news خبروں کا وقت گزر رہا ہے اور یہ لگا ہوا ہے اور اس کا بیان ابھی ختم نہیں ہوا۔ تیسرا کہتا ہے کہ ان پڑھ لگا ہوا ہے اس کو کیا پتہ کہ ڈرامہ کیا ہوتا ہے؟ اس کا کتنا مزہ ہوتا ہے کہ اس ان پڑھ کو کیا پتہ کہ ڈرامے کا theme یعنی مرکزی خیال کیا ہوتا ہے؟ ڈرامے کا plot کیا ہوتا ہے؟ اس کا نظریہ کیا ہوتا ہے؟ اِس کو اس مزے کا کیا پتہ ہے؟ اور میں نے جا کر وہ دیکھنا ہے، سبحان اللہ! اس کے حصول کے لیے آدمی کو داخلہ لینا ہوتا ہے، ڈاکٹر اس وقت بنتا ہے جب میڈیکل کالج میں

File Adress:

داخلہ لیتا ہے اور پانچ سال کی انتھک محنت کرتا ہے اور جھٹکے لگتے ہیں، اس کے بعد بنتا ہے، اس ماحول میں رہتا ہے، ان لوگوں کی مانتا ہے۔ اس دن مجھے پرنسپل صاحب نے بلایا کہ آپ نے طلبہ کی کم حاضری کی shortage کی لسٹ بھیجی ہے تو ان لوگوں کو امتحان میں نہیں چھوڑ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں چھوڑ رہا ہوں، اس سے میں نے کہا کہ پچاس فیصد سے جس کی حاضری کم ہوتی ہے وہ کبھی بھی پاس نہیں ہوا کرتا، الا ماشاء اللہ شاذ و نادر rarely کوئی ہو جائے، بطور استاد میرا یہ تجربہ ہے اور جس کی چالیس فیصد سے کم ہوتی ہیں وہ اس سال پاس نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ دوسرے سال پاس ہوا کرتا ہے۔ مان کر چلنا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لیے نظام بنایا ہے، اصلاح کے نظام میں آنا ہوتا ہے اور ساتھی ڈھونڈنے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ چلنا ہوتا ہے۔ جب چڑیوں کے بچوں کی پرورش مکمل ہوتی ہے اور چڑیا جب دیکھ لیتی ہے کہ ان کے پر مکمل ہو گئے اور گھونسلے میں بیٹھا ہوا ہے تو چونچ سے دھکیل کر اس کو نیچے گرا دیتی ہے جب بچہ گرتا ہے تو خود بخود اس کے پر کھلتے ہیں، تو چڑیا پہلے آ کر کندھوں سے اس کو سہارا دیتی ہے، پر ہلا ہلا کر اس کو سکھاتی ہے کہ اس کو ایسے ایسے کرنا ہے، تو پھر وہ بچہ پر ہلاتا ہے اور اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ جب میں پر ہلاتا ہوں تو میں گر نہیں رہا ہوتا بلکہ اوپر کی طرف پرواز کر رہا ہوتا ہوں، اوپر چڑھ رہا ہوتا ہوں پھر جب وہ زیادہ دیر تک نہیں اڑ سکتا، تو چڑیا آہستہ آہستہ سے آ کر ایک شاخ پر بیٹھ جاتی ہے وہ بچہ بھی آہستہ سے آ کر ایک شاخ پر بیٹھ جاتا ہے پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر پروں کو پھڑ پھڑاتی ہے اور اڑ جاتی ہے اور ایسے کرتے کرتے اس بچے کو اڑنا سکھا دیتی ہے اور پھر جب اس کو اڑنا، اپنے لیے کیڑا خوراک کے لیے ڈھونڈنا اور اس کو چونچ میں پکڑنا آ جاتا ہے تو پھر یہ مطمئن ہو جاتی ہے، تو ایسے ہی سیکھنا ہوتا ہے۔ بیعت کے سلاسل میں تربیت کرنے والے مشائخ ساری تکالیف مریدوں کے ساتھ سہتے ہیں، کسی فقیر کے معدے میں خون نکلا تو

File Adress:

ساتھیوں سے کہا کہ فلاں آدمی جو سامنے بیٹھا ہوا تھا اور تیس سال سے سلسلے میں تھا مگر شکل انگریز کی لے کر بیٹھا ہوا تھا، آج اس پر میں نے توجہ کی تو اس سے میری اپنی رگ اندر پھوٹ گئی، اس پر جب زور لگایا تو اس سے خون نکلا ہے۔ یہ رحمت وشفقت کی چیزیں ہوتی ہیں جسے دینے والا عطا کرتا ہے اور دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کو تقسیم کرنے پر لگایا ہے، کوشش کرنے کے لیے حکم دیا، کوشش کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں اور سیکھنے والا آگے بڑھتا ہے اور وہ بھی محنت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ وہ دولت عطا فرماتا ہے جس دولت کا جواب نہیں۔

عمل صالح کا حقیقی بدلہ

سبحان اللہ! زمین وآسمان، جنت اور جنت کی نعمتیں یہ ساری نماز اور تیرے عمل کا بدلہ نہیں ہیں یہ تو اس پر انعام ہیں اس کا بدلہ تو خود ذاتِ ذوالجلال ہے کہ جس وقت اپنا دیدار کروانے کے بعد آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ اب میں تم سے راضی ہو گیا تو یہ وہ خوشی ہوگی کہ ساری جنت کی نعمتیں اور حور وقصور کا حسن و جمال اور ساری کی ساری چیزیں اس کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اس سے اتنی خوشی ہوگی اور اس کا آدمی کو اتنا لطف آئے گا کہ اس کا اندازہ نہیں، تو اس کی نیت کریں اور اس کی طرف آئیں، بڑھیں اور اس کو حاصل کریں، ایک دو دن میں بات حاصل نہیں ہوا کرتی۔ ہم سکول میں نویں یا دسویں میں پڑھتے تھے، ہمارے ڈرل ماسٹر صاحب جو فوج کے ریٹائرڈ حوالدار تھے، انہیں جمناسٹک کی ٹریننگ کے لیے لے گئے، ماسٹر صاحب کوئی ڈیڑھ مہینہ ٹریننگ کے بعد واپس آئے تو اپنے ساتھ گدیلے اور پتہ نہیں کیا کیا چیزیں لے کر آئے اور لڑکوں کو چھلانگیں لگانا اور قلابازیاں کھانا سکھانا شروع کیا، لڑکوں کو بڑا مزہ آیا۔ اس ڈرل ماسٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اتنا عرصہ کیوں لگایا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ چالیس دن تو ہمیں دوڑاتے رہے کہ

File Adress:

چالیس دن دوڑنے کے بعد آپ کے پٹھے اور جوڑ جمناسٹک کے لیے فٹ ہوں گے، ورنہ اس کے بغیر ہڈیوں کے ٹوٹنے کا، جوڑوں کے خراب ہونے اور پٹھوں کے بے جگہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ہم کو دوڑاتے رہے، اس سے پٹھے نرم ہوئے بدن درست ہوا، اس کے بعد انھوں نے ہمیں جمناسٹک کرائی تو یہ ایک قلابازی لگانے کا فن ہے جس کے لیے اتنا وقت اور اتنی محنت درکار ہوئی اور جو چیز روح میں داخل کرائی جاتی ہے، اندر تک اس میں جب اللہ تعالیٰ کا تعلق داخل کیا جاتا ہے تو اس کے لیے بھی کوشش ہے۔ تو اس کو حاصل کرنے کی نیت کریں اور دنیا کی مختصر زندگی ہے اس کو ضائع ہونے سے بچائیں، برف کی ڈلی ہے پگھل جائے گی، موت سے پہلے پہلے کچھ حاصل ہو جائے، کچھ حاصل کر لیں اور جس دنیا کو ہم اور آپ پیارا سمجھتے ہیں وہ بھی بنتی ہے اور بہت بنتی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ باقیوں سے زیادہ اچھا رکھتا ہے۔

اصلاحِ نفس جو کہ ہمارا کتابچہ ہے، اس کو پڑھیں کہ آخرت کے لحاظ سے اور دنیا کے لحاظ سے زندگی کو کیسے کامیاب بنانا چاہیے اور ہماری ہفتہ وار مجالس جو کہ مختلف دنوں کو ہوتی ہیں، ان میں آدمی شرکت کرے، پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ بندہ کچھ اپنے جان پر بھی، اپنے بدن پر بھی ترس کھائے، گاڑی جب دو ہزار کلومیٹر چلتی ہے اور آپ کو کندھے پر اٹھا کر پھراتی رہتی ہے تو وہ اس کے بعد کہتی ہے کہ اب مجھے لے جاؤ اور میرا تیل بدلو اور کچھ میری صفائی کراؤ اور میری سارے پرزے ذرا صاف کرو تو پھر دو ہزار میل تک میں آپ کی خدمت کرتی رہوں گی لیکن اگر دو ہزار میل کے بعد آپ نے مجھے آدھا دن بھی نہ دیا تو اگلے دو ہزار میل کے لیے میں آپ کے قابل نہیں ہوں، تو ایسے یہ بدن جس نے آخرت میں جانا ہے اس پر بھی کچھ ترس کھانا چاہیے اور اس کی صفائی کے لیے کچھ وقت نکالنا چاہیے تاکہ دنیا و آخرت میں یہ آپ کو کامیابی کے ساتھ چلا سکے، اس کے لیے ہمت کریں۔

File Adress:

دنیا کی آزمائش اور اصلاح نفس

File Adress:

انسان کو ابتداء جنت میں رکھنے اور پھر زمین پر اتارنے کی حکمت، دنیا کے آزمائش کی حقیقت، اصلاح نفس بنیادی مقصد، جذبات شہوانیہ کاملین پر بھی طاری ہوتے ہیں، اس ضمن میں بعض اللہ والوں کے واقعات، مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادیؒ کا تذکرہ، اللہ والوں کے اعزازات، دینی کام کرنے کے تین طریقے، اللہ والوں کی صحبت اور مشابہت اختیار کرنے کا حسی فائدہ۔ان جیسے کئی عنوانات پر سیر حاصل گفتگو

File Adress:

خطبہ ماثورہ!

فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکھف:۱۰۱)

ترجمہ: سو جو شخص اپنے ربّ سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ابتداءً جنت میں رکھنے کی حکمت

محترم بھائیو اور دوستو! اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر جنت میں رکھا اور ان سے فرمایا کہ جنت کی نعمتوں کو خوب کھاؤ اور پیئو اور کوئی عبادت اور حکم مقرر نہیں ہے مگر صرف ایک ہی حکم مقرر ہے کہ

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (البقرۃ:۳۵)

ترجمہ: اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

اور جنت کا نظارہ بغیر کوشش کے اور بغیر محنت کے دکھا دیا گیا، وہاں کی نعمتیں دکھا دی گئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت سے زمین پر اتار کر مشقت اور تکلیف کی زندگی دی، جہاں ضرورت پوری کرنے کے لیے محنت و مشقت ہے، جدوجہد ہے، شیطان اور نفس کا مقابلہ ہے، برائی و بھلائی میں اختیار کی آزمائش ہے، اس کی حکمت یہ تھی کہ انسان کو جنت

File Adress:

کی رعنائیاں دکھا کر زمین پر اتارا جائے اور بتایا جائے کہ تمہیں واپس یہ جنتی زندگی ، یہ آسائش وآرام تب مل سکتا ہے، جب تم اس آزمائش اور تکلیف کی زندگی میں کامیاب و کامران ہوکر ہمارے پاس واپس لوٹو۔

مسئلہ عصمت انبیاء

اللہ تبارک وتعالیٰ کی منشاء یہ تھی کہ انسان زمین پر وقت گزاریں تو زمین پر اتارنے کا سبب یہ بنایا گیا کہ جس درخت سے روکا گیا تھا اس درخت کا پھل کھالیا۔ان آیات کی ذیل میں مختلف قسم کی بحثیں معارف القرآن میں لکھی ہوئی تھیں کہ انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ صغیرہ گناہ ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے ہیں؟ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے کہ کبیرہ گناہ نہیں ہوتے اور صغیرہ گناہ بھی نہیں ہوتے ۔ایک بات ہوتی ہے اس کو زِلّت کہتے ہیں یعنی ایسی لغزش کہ خلاف اولیٰ بات ہوجائے ،ایک نیکی فرض ہے، ایک واجب ہے، ایک سنت مؤکدہ ہے، مستحب ہے اور ایک درجہ نیکی کا ہے کہ کسی بات کو ایسے بہترین طریقے سے کرنا جس کو کہتے ہیں :فعل اولیٰ، زلّت فعل اولیٰ کے خلاف بات کو کہتے ہے، جب یہ مقربین سے صادر ہو خصوصاً انبیاء سے،تو گو کہ یہ گناہ یا معصیت نہیں لیکن ایسے مقربین سے صادر ہونے کی وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضگی اور سرزنش ہوتی ہے۔

ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ اس آیت کی تفسیر فرمارہے تھے تو تو انھوں نے فرمایا کہ گناہ دو وجوہ سے آدمی کرتا ہے۔ایک حکم سے بغاوت کر کے حکم توڑنے کے لیے کہ حکم تو ایسا ہے،لیکن میں ایسا نہیں کروں گا جیسا کہ شیطان نے کہا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کروں گا۔

"أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ"(البقرۃ:34)

ترجمہ:اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہوگیا کافروں میں سے۔

File Adress:

شیطان نے سجدہ سے انکار کیا اور اپنی بڑائی کا اس نے اظہار کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں سے۔یعنی حکم کوتوڑنے کی نیت کرکے کام کرنا یہ کبر کے نتیجے میں ہوتا ہے۔اس لیے گناہوں کی اس ترتیب کو کہتے ہیں کہ یہ عقلی اورشیطانی گناہ ہیں جنہیں انسان پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ان کے نتائج اور عواقب کو جانتے ہوئے کرتا ہے اور دوسری قسم گناہوں کی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے لکھی ہے: نفسانی گناہ۔حضرت آدم علیہ السلام کا یہ گندم کا دانہ کھانا نہ توحکم کوتوڑنے کے لیے ہوا، نہ نفس کے مزے کے لیے ہوا، بلکہ شیطان نے کہا کہ ہم تمہیں "شَجَرَةِ الْخُلْدِ "یعنی ایسا درخت دکھاتے ہیں کہ جس کی وجہ سے تم ہمیشہ جنت میں رہا کروگے، اللہ تعالیٰ کا قرب، اللہ تعالیٰ کی معیت اور اللہ تعالیٰ کا ساتھ اور نزدیکی نصیب ہوگی، حضرت آدم علیہ السلام پر عشق الٰہی کی ایسی وارفتگی ہوئی کہ اس شوق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہدایت کا ذہول (بھولنا) ہوگیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیطان نے اپنے اس مدعا پر اللہ کے نام کی قسم بھی کھائی، تاکہ حضرت آدم علیہ السلام کو یقین ہو:

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ۔(الاعراف:21)

اور اُن دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانیے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

اس نے قسم اٹھائی اور کہا کہ دیکھو! میں تمہارا بڑا خیر خواہ ہوں اور میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں اس میں تمہارا فائدہ ہے، تو گویا نفس کے مزے کے جذبے سے نہ ہوا، حضرت مولانا صاحبؒ فرماتے تھے کہ شیطان بڑا استاد تھا، دکھتی رگ جانتا تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک رہنا چاہتے ہیں اور ہمیشہ یہاں رہنا چاہتے ہیں، لہٰذا اس نے اس جذبے کو ابھارا۔کہتے ہیں کہ شیطان کے ظلمانی حجاب دس ہزار ہیں اور نورانی حجاب ستّر ہزار ہیں کہ جس وقت شیطان مقابلے کے لیے آتا ہے تو پہلے آدمی کو جھوٹ، فریب، دغا، ظلم و

File Adress:

ستم، بدکاری ان میں مبتلا کیے رکھتا ہے اور جب آدمی کی تربیت و اصلاح ہو جائے اور ان باتوں کو آدمی چھوڑ دے تو پھر شیطان کو اندازہ ہوتا ہے کہ اس جگہ پر میں جتنی کوشش کر رہا ہوں وہ کامیاب نہیں ہو رہی ہے، لہٰذا وہ اس میدان کو چھوڑ دیتا ہے، اب اس کو نورانی حجاب میں پھنساتا ہے، اس کے آگے نیکی کے جذبے کو آگے کر کے کام کراتا ہے اور رمضان کے مہینے میں یہ واضح محسوس ہوتا ہے کہ سرکش شیاطین قید ہو گئے۔ میں ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ سارا سال میڈکل کالج کے ماحول میں رہتے ہوئے یہاں پر جو بے پردگی ہے بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں کوئی ایسا خواب پورا سال نہیں آتا کہ جس سے غسل کی حاجت ہو جائے اور یہاں جب اعتکاف میں بیٹھتے ہیں، آپس میں قریب ہوتے ہیں تو قلوب کا حال ایک دوسرے پر آتا ہے، اکثر نوجوان ہوتے ہیں اور گردوپیش کے جذباتِ شہوانیہ چھائے ہوئے ہوتے ہیں تو آپس میں باہمی اختلاط ہونے سے اثر آتا ہے، جس کا مجھ پر بھی اثر ہوتا ہے، جب میں صبح اٹھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یہ جو نئے شیطان ڈیوٹی پر آئے ہوئے ہیں، ان کا تجربہ تو نہیں ہے کہ کس آدمی کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا ہے اور کس آدمی کو کس طریقے سے مارنا ہے لہٰذا وہ ایسے طریقے سے کوشش کرتے ہیں جو طریقہ وہ عام طور پر نوجوانوں پر آزماتے ہیں اور ان پر جذبات شہوانیہ طاری کرتے رہتے ہیں۔

جذبات شہوانیہ طاری ہونا کمال کے منافی نہیں

نوجوانوں کو اس کا بڑا غم ہوتا ہے کہ شہوانی جذبات کیوں آتے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب! ہمیں بیعت ہونے کا کیا فائدہ ہوا؟ کہ ہم یہاں آتے ہیں اور ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہو رہا ہے، شہوانی جذبات آتے ہیں، بس یہ نہیں آنے چاہئیں۔ ایک برخوردار بیمار پڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے تھے، میں اس کو دیکھنے کے لیے گیا، وہ سخت Tension اور اضطراب میں مبتلا تھا، Depression کو اضمحلال اور Tension کو اضطراب کہتے ہیں، اردو

File Adress:

عربی میں میڈیکل کی ساری Terminology کوتبدیل کیا جاسکتا ہے لیکن یہ انگریز کی سازش کے تحت نہیں ہورہا ہے کہ یہ لوگ اصل چیز کو سیکھ لیں گے اور ہم سے آگے نکل جائیں گے، ان کا کافی سارا زور انگریزی زبان کے سیکھنے پر ختم کرادیا جائے اور ہماری غلامی کا اثر بھی ان پر باقی رہ جائے گا۔ خیر! میں نے اس لڑکے سے پوچھا کہ آپ کو کس بات سے اتنی تکلیف ہورہی ہے؟ تو اس لڑکے نے کہا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں کافر ہوگیا ہوں کیونکہ مجھے اکثر غسل کی حاجت ہوتی ہے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! ہم حج میں تھے اور یہ ۱۹۷۵ء کا واقعہ ہے، ہمارے ساتھ ایک کامل بزرگ تھے، ایسی کامل شخصیت تھے کہ سخت جذباتِ شہوانیہ والا آدمی چند دن ان کی مجالس میں بیٹھتا تھا تو باطن میں سکون ہوجاتا تھا، ایک ان کے مرید جن کو ذکر اذکار کا کافی فائدہ ہوا تھا، چالیس دن کے لیے باہر چلے گئے، واپسی پر انھوں نے کہا کہ مجھے باطن میں جو سکون، نظروں کی حفاظت کی توفیق اور ذکر سے جو وابستگی تھی وہ واضح طور پر کم ہوگئی ہے، اور روحانیت کا نقصان ہوگیا ہے، تو حضرت صاحبؒ نے پانچ دن انھیں بٹھایا، اس شخص نے بتایا کہ پہلے دن میرے بدن میں جو پھیلا ہوا زہر تھا وہ سر سے نیچے آتے آتے ناف تک آگیا، دوسرے دن پاؤں سے چل کر اوپر گھٹنوں تک آگیا، تیسرے دن ناف اور گھٹنوں کے درمیان اگلے حصے سے زائل ہوا، چوتھے دن ناف اور گھٹنوں کے درمیان پچھلے حصے سے زائل ہوا اور پانچویں دن اس کے مکمل اثرات زائل ہوگئے، اس نے اس کو خود محسوس کیا۔ آدمی جب کاملین کے ساتھ بیٹھتا ہے تو اس کے بدن کی ظلمت دور ہوتی ہے، باطن سے اندھیرا چھٹتا ہے اور نورانیت آتی ہے، تو ۱۹۷۵ء میں ہم حج پر تھے، منیٰ میں صبح سویرے حضرت صاحبؒ کو غسل کی حاجت ہوگئی، اللہ والے بے تکلف ہوتے ہیں، ایسے نہیں ہوتے کہ مرید بداعتقاد ہوجائیں گے اور کیا کہیں گے کہ کیوں غسل کی حاجت ہوگئی؟ انھوں نے فرمایا کہ بھئی! مجھے غسل کی حاجت ہوگئی ہے، کوئی چھوٹا

File Adress:

شطونگڑا ڈیوٹی پر تھا، سمجھ رہا تھا اگر اس آدمی کو غسل فرض کرادیا تو سارا حج ان کا خراب ہوجائے گا، منیٰ میں اس زمانے میں پانی کون لائے، پانی کی بڑی تکلیف ہوتی تھی، ہمیں ایک بالٹی پانی کا مل جاتا تھا کیونکہ حضرت مولانا صاحبؒ کے ایک مرید انجنیئر مہربان صاحب نہر زبیدہ پر جاکر وہاں سے پانی بھر کر لاتے تھے، ہمیں وضو ایک بوتل پانی سے کرنا پڑتا تھا، خیر! ساتھیوں نے کہا: صبح سویرے دیکھیں کیا ہوتا ہے، اللہ والوں کے کاموں کے لیے کوئی غیب سے رستہ بن جاتا ہے اور وہ کام ہوجاتا ہے۔ وہاں پر ایک ساتھی آگے گیا تو ایک عمارت تھی جو کوئی خاص سرکاری لوگوں کے لیے تھی، ہم نے اس آدمی سے کہا کہ ہمارے ایک ساتھی کو غسل کرنا ہے تو اس نے فوراً کہا: لے آئیں یہ غسل خانہ ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادیؒ کے چند واقعات

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ میں کانپور میں مدرس تھا، اس کے قریب مرادآباد ایک جگہ ہے، وہاں ایک بزرگ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادیؒ ہوا کرتے تھے، ایک سو بیس سال ان کی عمر ہوئی ہے اور سو سال انھوں نے درس دیا ہے، بہت ہی مستجاب الدعوات بزرگ تھے، ہوشیار لوگوں نے معلوم کیا ہوا تھا کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ ان کے پاس جاکر ان کے دروازے پر پڑ جانا، ماریں، گالیاں دیں، بے عزت کریں، نکالیں، بس نکلنا نہیں، یہاں تک کہ دعا قبول نہ کرالو۔ کہتے ہیں کہ کوئی بڑے رئیس نواب ملنے کو آئے، حضرتؒ نے پوچھا کس لیے آئے ہو؟ نواب صاحب نے کہا کہ فلاں کام نہیں ہوتا اس کی دعا کروانے آیا ہوں، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میں کوئی خدا ہوں جو دعائیں قبول کروانے آیا ہے، میں تمہاری دعائیں قبول کراتا ہوں، خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔ نواب صاحب جاکر بیٹھ گئے حضرتؒ ڈنڈا لے کر اس کو مارنے اور بھگانے کے لیے دوڑے تو نواب صاحب اس جگہ سے دوڑ کر باہر جاکر کھڑے ہوگئے، وہاں ڈھونڈا تو کھڑا ہوا نظر آیا،

File Adress:

کہا: یہاں کیا کرتے ہو، ڈنڈا اٹھایا تو وہ وہاں سے بھاگ کر دوسری جگہ کھڑا ہو گیا، آخر اس شخص نے ان کو اتنا دوڑایا کہ آپ تھک گئے کیونکہ بوڑھے آدمی تھے، جب بہت تھک گئے تو انھوں نے غصے سے کہا کہ کس لیے آئے ہو؟ کیا مانگنے آئے ہو؟ تو نواب صاحب نے جواب میں کہا کہ فلاں کام کے لیے دعا کروانے آیا ہوں تو آپ نے کہا کہ دفع ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا کام کر دے، اتنا تھکا دیا اور اتنا پریشان کر دیا۔

ایک دفعہ ایک آدمی آیا کہ حضرتؒ انگریز کی حکومت کا خاتمہ کراؤ کہ اتنے بڑے بزرگ آپ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انگریز کی حکومت کا خاتمہ نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا کہ میں کیا کروں جو تائید غیبی ہے وہ اس کے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت دی ہوئی ہے کیونکہ: السلطان فی الارض ظل اللہ (حکومت تو زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے۔)

کہ یہ سایہ رحمت کا ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی زحمت کا ہوتا ہے کہ جب اعمال خراب ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے حاکموں کو لاتا ہے جو ظالم، جابر، فاسق و فاجر ہوتے ہیں اور اعمال لوگوں کے ٹھیک ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا ہے جو رحمت ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ یو۔ پی کے انگریز گورنر نے کہا کہ میں زیارت کے لیے حاضر ہوں گا، اس کا خیال تھا کہ ہماری تائید کرنے والے مولوی صاحب ہیں، ہم بھی کوئی شکرانہ دے دیں، شائد ہماری حکومت کے لیے مفید ہو، حضرتؒ کو اطلاع دی گئی کہ انگریز گورنر آپ سے ملنے کے لیے آئے گا تو انھوں نے کہ اچھا یہ تو اولوالامر ہے اور من جانب اللہ حاکم مقرر ہوا ہے، اس کے لیے آرام والی کرسی لاؤ گے اور اس کا بڑا احترام کرنا ہوگا، جس دن اس نے آنا تھا تو حضرت صاحبؒ بھول گئے، اطلاع آئی کہ وہ آیا ہوا ہے حضرتؒ کا کچا مکان، جھونپڑا سا تھا، اور بیٹھنے کے لیے اس میں چارپائی اور ایک سرکنڈے کا بنا ہوا مونڈھا ہوتا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ گورنر کو اس پر بٹھاؤ، تو پیچھے سے ایک عورت نے سلام کیا، بتایا گیا کہ گورنر کی بیگم بھی

File Adress:

آئی ہے، فرمایا کہ مٹکا الٹا کر کے اس پر بٹھاؤ، تھوڑی دیر بیٹھے رہے اور باتیں سنیں، پھر انگریز نے کہا کہ ہمیں نصیحت کریں، تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھو! حکومت کفر سے باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم سے باقی نہیں رہ سکتی۔ پھر اس نے کہا کہ ہمیں کوئی تبرک عطا فرمائیں اس دن اتفاقاً کوئی چیز ہی نہیں آئی ہوئی تھی، تو حضرتؒ نے اپنے طاق سے مٹی کا کوزہ منگایا اس کو الٹا کیا اور تھوڑے تھوڑے بتاشے ان کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور دعا کرا کے چلے گئے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میرا دل ہوا کہ میں بھی ان کی زیارت کرلوں، پھر پتہ نہیں ادھر آنا ہو یا نہ ہو، یہ اصول ہے کہ کہیں جانا ہو تو آدمی کوشش کرے کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ جائے تاکہ میزبان کو اس کے کھانے اور ساری چیزوں کا بندوبست کرنا آسان ہو جائے اور جو آدمی مغرب کے بعد پہنچ رہا ہو تو اس کو کھانا کھا کر جانا چاہئے تاکہ میزبان کو تکلیف نہ ہو، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کرایے کا ٹٹو لیا، کوشش تھی کہ وقت پر پہنچیں گے لیکن راستہ غلط ہو کر اتنے بھٹکے کہ عشاء کے بعد پہنچے، اطلاع ہوئی کہ آپ سے ملنے کوئی آدمی آئے ہیں، آپ تشریف لے آئے اور کہا کہ یہ وقت آنے کا ہوتا ہے، سمجھ تو کچھ ہے نہیں، ہر وقت جا پھرتے ہیں، کچھ سوچ فکر ہی نہیں ہے، اس وقت میں تمہارے لیے کھانا کہاں سے لاؤں گا؟ ہماری خوب ڈانٹ ڈپٹ کی، ہم بڑے خوش ہوئے کہ اللہ والوں کے ہاتھوں ہماری ڈانٹ ڈپٹ ہو رہی ہے اور ہمارا فائدہ ہو رہا ہے، ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بعد فرمایا کہ ان کے لیے میری بیٹی کے گھر سے کھانا لاؤ اور ان کو میرے ساتھ تخت پر بٹھاؤ، وہ آدمی کھانا ایک پیالہ میں لے آیا اور اس کے اوپر روٹیاں رکھی ہوئی ہیں تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اس طرح کھانا لایا کرتے ہیں یعنی بدتمیزی سے کھانا لائے ہو، خیر! کہتے ہیں کہ اس کے بعد بڑے اشعار سنائے، ایک سو بیس سال کی عمر، جب شعر پڑھتے تھے تو ایک زوردار نعرہ مار کر تڑپتے تھے، بعض اللہ والوں کا جوشِ محبت ایسا ہوتا ہے کہ وہ قابو نہیں ہوتا اور وہ نعرے

File Adress:

مارتے ہیں، کہتے ہیں کہ رات میں وہاں پر رہا،لوگ ان کے لیے کوئی نہ کوئی چیز لے کر جاتے تھے، کوئی گڑ، کوئی تمباکو، کیونکہ وہ حُقّہ پیتے تھے۔حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ کیا چیزیں لے کر جاتی ہیں؟ مٹھائی کے پیڑے بنتے تھے میں وہ لے کر گیا،حضرتؒ بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ ان پیڑوں کو رکھو،ان سے شربت بنا کر میں خود پیا کروں گا، ہم بڑے خوش ہوئے کہ ہمارے ہدیے کی قدر کی۔اب ان کی عمر شائد ایک سو سترہ یا ایک سو اٹھارہ سال تھی،صبح ہوئی تو انھوں نے اپنے خادم کو کہا کہ فلانے ، پانی لاؤ میرے لیے، مجھے غسل کی حاجت ہوگئی ہے۔تو گویا اس عمر میں بھی جذبات رہتے ہیں۔

میں ۱۹۷۳ء میں ایک بزرگ سے ملا ہوں،اس وقت ان کی عمر ۱۴۱ سال تھی اور ان کا بیٹا بیس سال کی عمر کا تھا، گویا وہ بیٹا ان کو اللہ تعالیٰ نے ۱۲۰ سال کی عمر میں دیا تھا اور ۱۶۱ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے، بچے شرارتیں وغیرہ کرتے ہیں تو اس نے بھی کوئی شرارت کی ہوئی تھی تو ۱۴ سال کی عمر میں اس کی پٹائی کی،تو میں عرض کر رہا تھا کہ اس عمر میں بھی تقاضۂ نفسانی تھا، تقاضے کا ہونا کوئی بری بات نہیں مگر اس کا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف استعمال ہونا یہ برائی کی بات ہے۔

ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب کو نماز میں بھی دوسری شادی کرنے کے خیال آتے ہیں کہ دوسری شادی کب کرینگے؟ میں اس سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کی نماز پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا،کوئی فکر نہ کریں جو کوئی دھیان آیا تو نماز میں جس سبق کو پڑھ رہا ہے اس کی طرف دھیان لگائیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں؟ اُس دھیان کو اِس دھیان سے ٹالیں، سو بار ایسا کریں تو آپ کو سو بار خشوع اور دھیان جمانے کا ثواب ہوگا۔

جب رمضان کا مہینہ گزرا اور میں گھر پر گیا تو جو حالات شیطان نے پیدا کئے ہوئے تھے تو واضح طور پر پتہ چل رہا تھا کہ بڑے شیطان ڈیوٹی پر آ گئے ہیں اور اب ان کی

File Adress:

منصوبہ بندی بالکل صحیح اور کامیاب جارہی ہے، چھوٹے شطونگڑے اب نہیں ہیں اور بڑے شیطان ان سے کہتے ہیں کہ تم کیا بیوقوف ہو، کوئی منصوبہ تمہارا درست نہیں تھا تو میں عرض کر رہا تھا کہ نورانی حجاب ستّر ہزار ہیں اور ظلمانی اندھیرے والے دس ہزار ہیں تو خیر! حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا اور فرمایا کہ

قَالَ اهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ۔ (الاعراف:24)

ترجمہ: تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک معیادِ معین تک۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرۃ:38)

ترجمہ: ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب، پھر اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ھدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اُس پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔

انہیں جب زمین پر اتارا گیا اور پھر کہا گیا کہ وہ چیزیں جو آرام اور راحت سے دی گئی تھی، اب مشقت کا دور شروع ہوگیا، اس میں تم وافر مقدار میں کھاؤ، پیئو، جہاں سے کھاؤ اور جو کھاؤ اور جو مفت کا کھانا پینا تھا اس سے فارغ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو باقی جانوروں کی طرح انسان کو دن رات عبادت میں لگا کر اس کی روزی کا بندوبست بغیر اسباب کے فرماتا، لیکن اس کی آزمائش اس میں تھی کہ اس کو روزی کا محتاج بنایا جائے اور روزی خود حاصل کرے، ورنہ اللہ تبارک وتعالی نے بنی اسرائیل کو چالیس سال تک اپنی طرف سے من و سلویٰ کھلایا تو وہ سارے انسانوں کو کھلا سکتا تھا، اب بھی عبادت والوں کا اور صوفیاء کا ایک

File Adress:

گروہ جو ہر چیز سے مکمل فارغ ہو کر دن رات عبادت میں لگ جاتے ہیں، انہیں ایسے اللہ پالتا ہے اور ایسا اللہ تعالیٰ غیب سے روزی کا بندوبست فرماتا ہے کہ روزی کمانے والے اور اپنے آپ کو تھکانے والے حیران رہ جاتے ہیں۔

اہل اللہ کے اعزازات

میں ابھی خورشید صاحب کو کسی کا واقعہ سنا رہا تھا کہ وہ کہتے ہیں: میرا ایک دوست آیا اور اس نے کہا کہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ، ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔ کہتے ہیں: میں کھانا کھانے کے لیے گیا تو اس نے کہا کہ تو نے تو ساری زندگی وقف کر لی ہے، مگر کھاتا کہاں سے ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ آج شام کا کھانا تو اللہ تعالیٰ آپ کے ہاں سے کھلا رہا ہے اور کل کا پھر دیکھیں گے۔ میں کوئٹہ گیا، وہاں مستونگ ایک جگہ ہے، ایک آدمی نے کہا کہ فلاں بزرگ آ رہے تھے، ہمارا خیال ہوا کہ ہم گاڑی لے کر جائیں اور ریل سے اترنے کے بعد لے کر آئیں تاکہ ان کو تکلیف نہ ہو، جب ہم وہاں پہنچ گئے تو چالیس گاڑیاں پہلے ہی پہنچی ہوئیں تھیں ہمارا اکتالیسواں نمبر تھا۔

ہندوستان کے مولانا عبیداللہ صاحبؒ ہوتے تھے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے خاص مرید، شاگرد اور خاص تربیت یافتہ تھے، ان کی جنوبی ہند میں حیدرآباد دکن کی طرف تشکیل تھی۔ اتنے پیسے تھے کہ ٹکٹ لیا اور گاڑی میں بیٹھ گئے، کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ فرماتے تھے: بہت بھوک لگی، پاس والے آدمی نے ڈائننگ کار کا کھانا منگوایا کھانے کے بعد بچا ہوا کھانا سیٹ کے نیچے چھوڑ دیا اور لیٹ گیا، مجھے نفس نے کہا کہ اب وہ تو اس کھانے سے دست بردار ہو گیا ہے اور فالتو ہو گیا ہے، اس کو اٹھا کر کھا لو، پھر دل میں آیا کہ یہ علم اور علماء کے وقار کے خلاف ہے جس شکل وصورت اور حلیہ میں ہوں اس کو میں نہیں کر سکتا۔ سارا سفر بھوکا طے کیا جونہی اسٹیشن پر اترے، سبحان اللہ! اتنے لوگ استقبال

File Adress:

کے لیے آئے ہوئے ہیں اور ایسا اعزاز ہو رہا ہے کہ سبحان اللہ۔

دنیا والوں کو پریشان ہونا پڑتا ہے، جھک مارنا پڑتا ہے، جھوٹ بولنا پڑتا ہے فریب ودھوکہ بازی کرنی پڑتی ہے اور اللہ والوں کی منتیں کرتے ہیں خوشامد کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت احمد علی لاہوریؒ کے ایک بیٹے مولانا حبیب اللہ صاحب مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان کو روحانی لحاظ سے بہت نوازا تھا اور خاص کر ان میں حلال اور حرام کھانے کی تمیز میں بڑا ادراک ہوتا تھا، حبیب اللہ صاحب کسی کا کھانا قبول نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا جو دال ساگ وغیرہ ہوتا اس پر گزارہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک تاجر نے کہا کہ حضرت کبھی ہم ذلیلوں کی بھی کوئی چیز قبول فرمالیں، اس نے ایسے عاجزانہ طریقے سے کہا تو مولانا صاحب نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ کے غضب میں آجاؤں، انہوں نے اس کا کھانا کھالیا۔ فرمایا کہ سات دن تک اس کھانے نے باطن کی روشنی کو خراب کیا اور اس کا اثر باقی رہا۔ اگر تو نفس کے تقاضوں، نفس کی چاہتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑتا ہے اگر تو اس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر کمر باندھ کر کھڑا ہو جائے اور کہے کہ اس کے لیے فاقے، بھوک و پیاس برداشت کروں گا اور اس کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہوں گا تو اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو تیرے لیے مسخر کرے گا، دنیا تیری قدموں میں آئے گی، منت کرے گی اور ذلت اختیار کرے گی۔

ملتان کا قباچہ بادشاہ بڑا ظلم کر رہا تھا تو علماء نے سلطان شمس الدین التمش کو خط لکھا کہ آپ لشکر کشی کر کے اس کو اقتدار سے معزول کریں کہ اس نے ظلم کی انتہا کر دی، خط پر باقی علماء کے علاوہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے دستخط بھی تھے، خط پکڑا گیا، اس نے ایک ایک کر کے بلایا، پوچھ گچھ کی اور ان کو شہید کر دیا۔ جب حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کی باری آئی تو انھوں نے فرمایا کہ بادشاہ اپنی جگہ ہوشیار رہو، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہو اور

File Adress:

بادشاہ پر لرزہ طاری ہوگیا اور کہا کہ ان کو چھوڑ دو، جانے دو۔ حلال کی ایسی برکت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق کا ایسا زور ہوتا ہے کہ اس کے سامنے یہ حکومتیں، لشکر اور فوجیں لرزہ براندام ہوتی ہیں اور اللہ والوں کا یہ کچھ نہیں بگاڑ پاتیں۔

اس دن میں ڈیرہ اسماعیل خان گیا، وہاں ایک بزرگ ہیں کوئی ۱۰۲ یا ۱۰۴ سال ان کی عمر ہے، انھوں نے کوئی سات مہینے پہلے پیغام دیا تھا کہ مجھ سے ملنے کے لیے آؤ، میں نے عرض کیا کہ پیغام ملا تھا لیکن میرا آپریشن ہوا تھا، اب اللہ نے توفیق دی تو حاضر ہوگیا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ بڑا احسان کیا کہ آپ آئے، میں بوڑھا ہوگیا ہوں توجہ نہیں کرسکتا، (توجہ ہمارے تصوف کا ایک طریقہ ہوتا ہے، بڑھاپے میں قویٰ کمزور ہوجائیں تو پھر آدمی توجہ نہیں کرسکتا) انھوں نے کسی بادشاہ کا نام بتایا کہ یہ بہت گڑبڑ کرتا ہے توجہ کرو کہ یہ اندر سے ذرا ہلے، اس کو تنبہ ہوجائے اور پھر گڑبڑ نہ کرے۔ پھر دوسرے حالات سنانے لگے کہ ختم نبوت کی تحریک میں علماء اور مشائخ کو گرفتار کیا اور ان کو جیلوں میں ڈالا گیا دوسرے دن جیلر آیا اور کہا کہ فلاں کون ہیں ان کو نکالو اور باہر کرو۔ باقی علماء نے کہا کہ آپ باہر کیسے چلے گئے تو انھوں نے کہا کہ ہاتھ میں ڈنڈا ہو تو کتا کیسے آدمی کو تنگ کرے۔ ہم نے رات کو جو توجہ کی تو ایک دفعہ اس کو اٹھایا چھت کی طرف اور پھر دھڑام سے اس کو زمین پر گرایا، پھر دوسری اور تیسری بار، جیلر نے کہا کہ یہ ساری اُس کی گڑبڑ ہے، صبح اس نے مجھے باہر نکالا، میں نے کہا کہ اب حضرت صاحب کو کیا پتہ ہے کہ ہم کیا توجہ کریں؟ قنوتِ نازلہ ہر روز وتروں میں پڑھتا ہوں اور خاص کر ان فرمانرواؤں پر پڑھتا ہوں جو آج کل امتِ مسلمہ کی بیخ کنی پر کمربستہ ہیں، یہ ہمارے ذمے ہے، باقی اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

دریائے سندھ کے پاس ایک جگہ ہے جس کو نیلاب کہتے ہیں، یہاں پر جلال الدین خوارزم شاہ اور چنگیز خان کا آخری مقابلہ ہوا تھا، یہاں ایک جگہ ایسی ہے، جہاں

File Adress:

سردیوں میں پانی بہت سکڑ جاتا ہے، یہاں پر کوئی صاحب آئے تو ان کو کہا کہ آپ آگے نہیں جاسکتے، یہ تو اٹک ہے، اردو میں اٹک کا مطلب ہے کسی چیز یا کام کا روک دینا اور یہ دریائے اٹک ہے کہ آدمی کو روک دیتا ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ ''اس کے لیے اٹک جس کے دل میں اٹک'' اور گھوڑے سمیت ماری چھلانگ اور پار چلے گئے، اس مقام کو ''گھوڑا ترپ'' کہتے ہیں، ترپ پنجابی میں چھلانگ لگانے کو کہتے ہیں، تو یہ ساری کی ساری اٹک ہماری آپ کی اٹک ہے، ہمارے اور آپ کے باطن کی اٹک ہے جو کاموں کو روکتی ہے جس سے باتیں بگڑتی ہیں، حالات خراب رہتے ہیں، اگر یہ اٹک دور ہوجائے تو ساری چیزیں تیری تابعدار ہوجائیں۔

دینی کام کے تین طریقے

دنیا میں انسان کو بطور آزمائش کے بھیجا گیا، روزی کمانا اس کے ذمے لگائی، اس کی سب سے بڑی مجبوری جو اللہ کی صفتِ ربّ ہے، وہی انسان کی سب سے بڑی مجبوری ہے اور اسی میں آزمائش ہے کہ یہ اپنی ضروریات کیسے پوری کرتا ہے؟ ہمارے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے بستی نظام الدین دہلی میں حضرت مولانا یوسفؒ کے پاس زندگی وقف کی، انھوں نے فرمایا: برخوردار! چلنے کے تین طریقے ہیں: وہ میں آپ کو بتاتا ہوں، اس میں سے تمہاری مرضی جو اختیار کرتے ہو، ایک یہ کہ اللہ کے دین کے کام کو بطور پیشہ اختیار کرلو یعنی اپنی ساری استعدادوں اور صلاحیتوں کو، دن رات، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، اسی پر لگا دو کہ اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کا بول بالا ہو، انسانوں میں اصلاح و تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا تعلق پیدا ہو اور اس کے لیے آپ کی ساری فکر لگ جائے۔ ایسے اللہ والے بھی ہیں کہ اتنی کوششیں ہم اور آپ اپنی دکانوں، کاروبار اور پڑھائی کے لیے بھی نہیں کرتے، جتنی یہ اللہ والے اللہ کے دین کے لیے کر رہے ہوتے ہیں۔ حضرت جیؒ نے فرمایا

File Adress:

کہ جو آدمی دین کا کام اس ترتیب پر کرے کہ اس کے لیے جان تک لڑا رہا ہے کہ جس طرح صحابہ کرامؓ نے جان دے کر قتال کیا اور بدر وحنین کے معرکے گرم ہوئے، تو جو آدمی دین کا کام اس حد تک کر رہا ہو، اس کی روزی کا اللہ تعالیٰ مالِ غنیمت سے بندوبست کرواتے ہے، اس کو روزی مال غنیمت سے ملتی ہے اور اس کا معاوضہ ایک دکان، سو یا پانچ سو جریب، مربع اور دو مربعے زمین نہیں ہوتے ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ ایک شعر پڑھا کرتے تھے کہ

حیف کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنتِ روم وشام

مملکتوں کے دروازے ان کے سامنے کھولے جاتے ہیں، اس کا معاوضہ گورنریاں ہوتی ہیں، تاج وتخت ہوتا ہے ایسے تو مولانا ظفر علی خان نے نہیں کہا ہے کہ

دنیا میں ٹھکانے دو ہی تو ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تخت جگہ آزادی یا تختہ مقام آزادی کا

اللہ تبارک تعالیٰ ان کو تختوں پر بٹھاتا ہے اور جس کو خاص نوازنا چاہے تو وہ تختہ ہوتا ہے جس پر جان دے کر، اپنا خون گرا کر سرخرو ہو جایا کرتا ہے اور یہ اعزاز ہر کسی کو نہیں دیا جاتا، وہ اردو والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم پھٹیچر قسم کے لوگوں میں شامل ہیں، تھوڑی سی کسی نے حرکت کی، تھوڑا سا کسی نے کام کیا تو بہت کچھ اللہ نواز دیتا ہے، کوئی تکلیف ہی نہیں آتی، ہم اور آپ ان لوگوں میں نہیں جن سے اس سطح کی قربانیوں کا تقاضا ہو فکر نہ کرو۔

صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ سے بے دست و پا کر کے نکالے گئے اور مدینہ منورہ میں پیٹوں پر پتھر باندھ کر فاقے کاٹے، پیوندوں پر پیوند لگا کر کپڑے پہنے، اتنی مشقتوں کے حالات انہوں نے گزارے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کا سارا کمایا ہوا مال ان کے قدموں میں ڈالا، کفار کے ممالک کے دروازے کھولے، گورنریاں خالی پڑی ہوتیں تھیں، آدمی اس کے

File Adress:

لیے ملتے نہیں تھے، یا یہ فقراء اس کے لیے جاتے نہیں تھے کہ ایک گورنر اپنا سال پورا کر کے اپنی آڈٹ رپورٹ کے لیے آئے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس، تو انھوں نے ان سے کہا کہ ماشاء اللہ آپ نے اچھا کام کیا، ہم آپ کو دوبارہ بھیجنا چاہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! میں پھر آپ کی گورنری کے لیے نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی گورنری میں میری زبان کا عمل خراب ہوا کہ ایک دن میں نے ایک آدمی کو بُرا بھلا کہہ دیا تو اس لیے تیری گورنری نے میری زبان کا عمل خراب کیا۔

حضرت جیؒ نے فرمایا کہ دوسرا درجہ کام کا یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کے تقاضوں کو مٹا کر دن رات اپنی استعدادوں کو استعمال کر کے دین کا کام کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو روزی ہدیہ سے دے گا، لوگ منتیں کر کر کے آپ کو دیں گے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ کوئی کام کرو، اس میں سچ بولو، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اس میں پورا کرو، کمائی اور زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرو۔

انہوں نے کہا کہ پہلا درجہ قتال والا تو تھا نہیں، لہٰذا دوسرے درجہ کی میں نے نیت کر لی، ان کی زندگی میں نے دیکھی، ایک دفعہ یہاں آئے تو انھوں نے کہا کہ میں باہر ملک جماعت میں جانا چاہتا ہوں، دل کا مریض ہوں، مشورہ والوں نے کہا کہ آپ کو نہیں بھیجتے، آپ کے پاس آیا ہوں کہ میرے کچھ ٹسٹ (معائنے) کروالے اور رپورٹ تیار کروادیں کہ میں فٹ ہوں، میں ان کو لے کر ہسپتال گیا تو پتہ چلا کہ آج تو ہڑتال ہے کوئی کام نہیں کرتا اور اگر کوئی کرے تو ڈاکٹر آ کر بُرا بھلا کہتے ہیں کہ ہماری ہڑتال خراب کرتا ہے، اب ان کے تین ٹسٹ ای سی جی، ای ٹی ٹی اور ایکو وغیرہ کروانے ہیں، دل کی بجلی معلوم کرنا، ورزش کر کے دل کا حال معلوم کرنا اور دل کی دیواروں کو مشین سے دیکھنا، میں نے کہا کہ اللہ کا بندہ آیا بھی ایسے دن کہ ہڑتال ہے۔ خیر! میں ایک جگہ گیا، وہاں ڈاکٹر صاحبان بیٹھے تھے انھوں نے کہا: آیئے ڈاکٹر صاحب کس طرح آنا ہوا؟ میں نے کہا کہ اس طرح یہ حاجی

File Adress:

صاحب آیا ہوا ہے، انھوں نے کہا کہ اس آدمی کا کام کرو کہ ڈاکٹر صاحب آیا ہوا ہے، تقریباً دن کے ایک بجے سارے ٹسٹ مکمل ہوکر کام ختم ہوا، وہ بڑے خوش ہوئے، میں نے کہا کہ باقی لوگوں کے ساتھ آتا ہوں تو یہ کام تین دنوں میں ہوا کرتا ہے، اب آپ کے ساتھ برکت ہے کہ ہڑتال والے دن آپ کا کام ہوگیا کیونکہ وہ دوسری ترتیب والا آدمی تھا، ان کے سارے کاموں نے غیب سے ہونا تھا، انھوں نے خود بتایا کہ میں باہر ملک جماعت میں گیا وہاں سے حج پر آیا، میرے سارے پیسے ختم ہوگئے، سارے بزرگ ٹکٹ لے کر واپس آگئے اور مجھے کسی نے پوچھا ہی نہیں کہ تو بھی جائے گا یا نہیں، اکیلے رہ گیا، شدید بھوک ہے آبِ زم زم پیتا ہوں، نوافل پڑھ کر جتنی دین کی بات کسی کو کہنا ہو کہہ دیتا ہوں اور پھر آبِ زم زم پیتا ہوں کہ آبِ زم زم کے بارے میں یہ ہے کہ آپ جس نیت سے اس کو پئیں وہی حاصل ہوگی، نہ کھانے کا بندوبست نہ اور کوئی بندوبست، تین دن گزر گئے۔

اصلاح نفس: بنیادی مقصد

نفس کے چکر میں پھنسنے کے بڑے خطرات ہوتے ہیں، آدمی دنیا کی چیزوں کو حاصل کرنے کی نیت سے آتا ہے، ان کی ہی فکر میں پڑ جاتا ہے جس سے آدمی کے لڑھک جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑ کر وسائل دنیا کو لے رہا ہے تو یہ اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ میرا پالنے والا **نعوذ باللہ** اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ دنیا کی یہ چیزیں ہیں اور یہی کفر عملی ہے اگرچہ کفرِ اعتقادی نہ ہو یعنی اعتقاداً تو یہ کافر نہیں ہے لیکن کام کافروں جیسے کر رہا ہے۔ کفرِ اعتقادی یہ ہے کہ آدمی اعلان کر دے کہ میں کافر ہوں۔ عملی طور پر ہمارا یہ حال ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقابلے میں دنیا اور دنیا کی چیزوں کو اپنا پالن ہار (پالنے والا) سمجھتے ہیں اور اپنے مسائل کو حل کرنے والا سمجھتے ہیں۔ جتنی عاجزی ایک بھکاری جگہ جگہ جا کر سارا دن کرتا ہے اگر اس کی جگہ صرف ایک گھنٹہ بھی اللہ

File Adress:

تعالیٰ کے حضور رونا دھونا ہو تو سارے مسائل غیب سے حل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈال کر دنیا میں اتارا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (الملک۔۲)

جس نے بنایا مرنا اور جینا تا کہ تم کو جانچے کون تم میں سے کرتا ہے اچھا کام۔

اور حکم کیا ہے:

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ○ (الکھف۔۱۱۰)

ترجمہ: سو پھر جس کو امید ہو ملنے کی اپنے رب سے، سو وہ کرے کچھ نیک کام اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو۔

تو ایک دل کو درست کرنا ہے اور ایک اپنے عمل کو درست کرنا ہے یعنی قلب اور قالب دونوں کی اصلاح کرنی ہے۔ قلب یقین کا محل ہے اور قالب (جسم) اعمال کا محل ہے۔ قلب کو شرک سے پاک کرنا ہے اور قالب کو اعمال سے مزیّن کرنا ہے۔ تو جس کو اس بات کی امید ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ملنا ہے تو وہ ان دو باتوں کو لے کر آئے،

فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ○

ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کے دو اشعار ہمیں سنایا کرتے تھے ایک تو جب شاہ صاحبؒ تہجد میں اٹھتے تھے تو پہلے کچھ دیر اشعار پڑھتے تھے، ان میں ایک شعر یہ پڑھتے تھے:

شب تاریک راہ باریک منزل دور من تنہا
دستم گیر یا اللہ ، دستم گیر یااللہ

File Adress:

لا الہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

کہ رات تاریک ہے، راستہ بڑا باریک ہے، منزل دور ہے اور ہم اکیلے ہیں، اے اللہ! ہمارے ہاتھ کو پکڑ یو، اے اللہ! ہمارے ہاتھ کو پکڑ یو اور پھر سلسلہ چشتیہ کا ضربوں والا ذکر شروع فرماتے اور دوسرا شعر مولانا صاحب یہ سناتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکون خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں امیدیں، کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

کہ جس (دنیا اور اس کی چیزیں) کو چھوڑ کر جا رہے ہیں ان کو چھوڑ کر جانے کا غم ہی نہیں ہے اور جن سے ملنے کے لیے جا رہے ہیں ان سے ملنے کی بڑی آرزوئیں اور امیدیں ہیں۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کی چاہت ہو اس نے تیاری بھی کرنی ہے اور یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے، ہم بھی بات کرتے ہیں، کچھ ہمارا بھی جذبہ بن جاتا ہے پھر کسی کا جذبہ چوبیس گھنٹے باقی رہتا ہے، کسی کا ہفتہ بھر اور کسی کا ایک مہینے تک باقی رہتا ہے پھر لڑھک جاتے ہیں۔ جیسے گاڑی خراب ہو گئی ہو، اسے چڑھائی پر چڑھاتے ہیں اور جب چھوڑتے ہیں تو پھر لڑھک کر نیچے آجاتی ہے اور اگر ٹائر کے نیچے پتھر رکھ دیں تو پھر نہیں لڑھکتی۔ تو ایک دو دن کی بات نہیں اس پر وقت لگتا ہے۔ قلب کو قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ یہ ادلتا بدلتا رہتا ہے کسی بات پر آتا ہے پھر ہٹتا ہے، یہاں تک کہ کرتے کرتے بالآخر جم جاتا ہے اور جب جم جاتا ہے تو اس کے بعد جدا ہی حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی کے لیے مسلسل جدوجہد اور کوشش ہے۔ ہمارا محاذ نہ تو دنیاداروں کے خلاف ہے اور نہ ہی حکومتوں کے خلاف ہے، ہمارا محاذ تو نفس اور شیطان کے خلاف ہے۔ ساری خرابی ہی اس ظالم نفس میں ہے جس نے سارے حالات کو خراب کیا ہوا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے فرمایا کہ

File Adress:

لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں، ظالم نفس نیں مرداھو
باج فقیراں کسی نیں ماریا اے ظالم چورا ندر داھو

(ہم نے ہزاروں لاکھوں کتابیں پڑھ ڈالیں لیکن نفس کی اصلاح نہ ہوئی، سوائے فقراء کے کسی نے اندر کے اس ظالم چور کو نہ مارا۔)

تصوف کی بنیاد: اپنی ذات پر تنقید

ایک بڑے بزرگ سے بوعلی سینا کی ملاقات ہوئی تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ بو علی سینا کو کیسا پایا؟ تو انھوں نے کہا کہ ''اخلاق نمی دارد'' یعنی اس میں اخلاق نہیں ہے۔ بوعلی سینا کو اس بات کا جب پتہ چلا تو اس نے دو جلدوں میں ''علم الاخلاق'' پر ایک کتاب لکھی اور ان بزرگ کو بھیج دی، انھوں نے جب کتاب کو دیکھا تو کہا کہ ''من چرا می گویم کہ اخلاق نمی داند، من می گویم کہ اخلاق نمی دارد'' کہ میں نے کب کہا ہے کہ اخلاق جانتا نہیں ہے، میں نے تو یہ کہا ہے کہ اخلاق رکھتا نہیں ہے۔ یعنی جانتا تو ہے مگر اس کو حاصل نہیں ہوئے ہیں کہ جس بات کو جانتا ہے اس کو برت رہا ہو، اس کے مطابق چل رہا ہو، یہ بات اس میں نہیں ہے۔ سچ بات ہے اکثر اوقات خرابی تو انسان کے اپنے نفس میں ہوتی ہے اور وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ خرابی کہیں اور لوگوں میں ہے اور میں جو پریشان ہو رہا ہوں تو اس وجہ سے ہو رہا ہوں حالانکہ خرابی اس کے اپنے نفس میں ہے اُس سے یہ پریشان ہو رہا ہے۔ یہ تو بہت آسان ہے کہ میں کھڑا ہو کر کہہ دوں کہ ساری خرابی معاشرے میں ہے، ساری خرابی سیاسیوں میں اور حکومتوں میں ہے، فلاں میں ہے فلاں میں ہے۔ جبکہ میں تو باشرع آدمی ہوں، پاک اور صاف ستھرا ہوں۔ دوسروں کے عیوب جب بیان کئے جا رہے ہوں تو آدمی کو بڑا مزہ آتا ہے کیونکہ اس سے اس بات کا اعلان ہو رہا ہوتا ہے کہ ہم تو پاک وصاف اور مقدس شخصیات ہیں۔ عموماً دین کا کام کرنے والے لوگوں نے گروہ بنائے ہوئے ہوتے ہیں، اب ایک

File Adress:

آدمی بیان کرے تو اس کے حواری یہ کہتے ہیں کہ ''نن خو شیخ صاحب بیان او کڑو کنہ، دا رذیلان اے پہ ستر گو ستر گو کے اووال'' آج شیخ صاحب نے بیان کیا اوران رذیلوں (مخالفین) کو آنکھوں آنکھوں میں مارا''، ''اوڈیر خوند اوکڑو تقریر'' بہت مزہ آیا تقریر میں'' کیونکہ برائیاں تو دوسروں کی بیان ہورہی تھیں اور مزہ ہمیں آرہا ہے۔جبکہ تصوف کی تو بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ برائیاں بیان ہوں گی تو تیری اور میری کہ تیرے اندر کیا خرابی ہے؟ اور میرے اندر کیا خرابی ہے؟ اس کا مزہ نہ تجھے آئے گا اور نہ مجھے آئے گا بلکہ تکلیف ہوگی۔

ہمارے اعتکاف میں ایک حاجی صاحب آئے ہوئے تھے، میں نے پوچھا کہ حاجی صاحب کیا تاثرات ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ''اول درے روزو کے خو خہ تنگ شوے وؤ'' کہ پہلے تین دن خوب تنگ ہوئے تھے، پھر درمیانے تین دن میں ہم برداشت کرتے رہے اور ''آخری روزو کہ ڈیر خوند وؤ'' کہ آخری دنوں میں بڑا مزہ آرہا تھا۔ میں نے کہا کہ پہلے تین دنوں میں تو ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعے سارا آپریشن اور جراحی اپنا اور آپ کا ہورہا تھا، اس میں سوئی چبھ رہی تھی، چاقو لگ رہے تھے، تکلیف تو ہوتی ہے جب آدمی کے عیب بیان ہورہے ہوں لیکن اس کو اگر فہم ہوجائے کہ یہی میرے عیب میرا راستہ مار رہے ہیں، ان کا دور کرنا ضروری ہے تو پھر یہاں سے فائدہ شروع ہوجاتا ہے اور رحمت کا دروازہ کھلتا ہے اور جب عیوب دور ہوجائیں تو بس مسائل درست ہوجاتے ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا سعید خان صاحبؒ تبلیغ کے سلسلے میں جماعت کے ساتھ ملک شام گئے ہوئے تھے، وہاں مسجد میں گئے، لوگوں کو جمع کرنا تھا اور بیان کرنا تھا، حکومت والے آئے انھوں نے سب کو باہر نکال دیا، اس پر مقامی عرب آئے، انھوں نے حکومت والوں سے بات چیت کی اور انھیں اندر لے گئے، حکومت والے پھر اندر آئے، پھر کہا کہ ان

File Adress:

کو باہر نکالو، پھر باہر نکال دیا، مقامی بااثر ساتھیوں کی بات چیت کے بعد جماعت والے پھر اندر آ گئے، اس کے بعد حکومت والوں نے پھر باہر نکال دیا، اب مقامی ساتھی بھڑ کے ہوئے ہیں اور ساتھ میں جماعت والے ساتھی بھی بھڑ کے ہوئے ہیں کہ ہم انسان نہیں ہیں کہ ہماری اتنی بے عزتی کر رہے ہیں، ہمیں اتنا ستا رہے ہیں؟ کبھی کہتے ہیں باہر جاؤ کبھی کہتے ہیں اندر جاؤ۔ ہماری تو ناک ہی کاٹ دی، اب تیسی بار اندر جانے کے لیے تیار نہیں ہو رہے تھے تو مولانا سعید خان صاحبؒ نے سامان اٹھایا اور کہا کہ میری تو ناک ہی نہیں ہے اور مسجد میں چلے گئے۔ اس قدر عاجزی اور تواضع اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مولانا سعید خان صاحبؒ کو نصیب فرمائی ہوئی تھی۔

اخلاص والے ہدایت کے چراغ ہیں، ان کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ بڑے بڑے فتنوں کو دور فرما دیتا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا تذکرہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ سڑک پر جا رہے تھے اور اسی سڑک پر دو نوجوان بھی جا رہے تھے، ایک نوجوان نے ستار اٹھایا ہوا ہے اور بڑے سُر میں اچھلتے کودتے، کبھی ٹیڑھے ہو کر اور کبھی سیدھے ہو کر بجا رہا ہے۔ حضرت بایزیدؒ نے دیکھ کر لاحول ولاقوۃ پڑھی، تو نوجوان نے غصہ میں آ کر ستار آپ کے سر پر مار دی اور آپؒ کو زخمی کر دیا، مگر آپؒ کچھ نہیں بولے بلکہ خاموشی سے گھر واپس تشریف لے آئے اور اپنے خاص مرید کو دو روپے دے کر بھیجا کہ فلاں نوجوان کو کہو کہ رات کو جس بوڑھے کے تم نے ستار مار دیا تھا، انھوں نے دو روپے بھیجے ہیں کہ آپ کی طبیعت برہم ہوئی اس کی درستگی کے لیے ایک روپے کا حلوہ لے کر کھالیں اور اگر کوئی چیز ٹوٹ گئی ہو تو ایک روپیہ میں اس کو درست کروالیں، اس نوجوان نے پوچھا کہ وہ بوڑھا آدمی کون تھا؟ جواب ملا کہ وہ بایزید بسطامیؒ تھے۔ اس نے کہا: یا اللہ! یہ وہ تھے، بہت ندامت ہوئی، توبہ تائب ہوا اور ساری زندگی بدل گئی۔ اللہ والے آنکھ کے ایک اشارے میں

File Adress:

فیوض وبرکات کے دریا لٹادیتے ہیں،تقریر کرنے والی بات نہیں ہوتی،تقریر کی ضرورت مجھے اورآپ کو پیش آتی ہے، کیونکہ ہمارے پاس عمل نہیں اور باطن میں قوت نہیں ہے۔سید سلیمان ندویؒ کا شعر ہے:

پلا دے ساغر سرشار مجھ کو وہ ساقی
خزاں کو ایک اشارے میں جو بہار کرے
وہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں میرے نالوں کو
وہ طرزِ نالہ ہو جو ان کو بے قرار کرے

کہ تیری میری خزاں ایک اشارے میں بہار ہوسکتی ہے،وہ شخص حضرت بایزید بسطامیؒ کی ایک نظر سے بدل گیا؛''خزاں کو ایک اشارے میں جو بہار کرے'' کہ دوروپے بھیج کر اس کی زندگی بدل ڈالی،کوئی تقریر نہیں کی۔ایسے وقت میں اپنے نفس کو دیکھا کر جب ایسا حال تیرے ساتھ ہوتو اس وقت تیرا نفس کیا کہتا ہے،اگر اس وقت نفس بھڑکتا ہے تو سمجھ لے کہ اصلاح نہیں ہوئی،تعلق مع اللہ حاصل نہیں ہوا،ابھی تو نفس کا ہی بندہ ہے۔ زازانؒ ایک بہت بڑے عالم ہیں،تابعی ہیں اور بہت بڑے فقیہ ہیں،کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گزر رہے تھے،لوگ جمع تھے اور ایک آدمی سارنگی بجارہا تھا،گارہا تھا اور خوب مست تھا،سارا مجمع جھوم رہا تھا اور لطف اٹھارہا تھا۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پاس سے گزرتے ہوئے کپڑے سے سر اور چہرہ چھپالیا اور فرمایا کہ''کیا ہی سریلی آواز ہے اگر قرآن پڑھنے کے لیے ہوتی''۔زازانؒ نے پوچھا کہ کون تھا اور کیا کہہ رہا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور یہ بات فرما گئے،بس اس نے سارنگی کو وہیں توڑا اور ان کے پیچھے ہو گیا ، ان کا شاگرد ہوا،علم سیکھا اور وقت کا بہت بڑا عالم ہوا۔بھائی ایسے ہی صحابہ کے بارے میں نہیں فرمایا گیا کہ''میرے صحابہ ستاروں کی طرح

File Adress:

ہیں کہ جس کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے'' کہ ایمان کی حالت میں صحابی کا اتباع کرنے ولا تابعی بن جاتا ہے اور جس کے بارے میں حدیث میں کہا گیا ہے:

"خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم" (بخاری)

''بہترین امت میرے زمانہ میں ہے، پھر اس کے بعد اور پھر اس کے بعد''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا زمانہ، یہ سارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے جو کہ ۱۱۶ھ پر جا کر ختم ہوا ہے، حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں ۱۱۶ھ میں ان کی وفات ہوئی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لمبی عمر اور اولاد زیادہ ہونے کی دعا فرمائی تھی، کہتے ہیں کہ ایک سو بیس اولادوں کو تو اپنی زندگی میں دفن کیا ہے اور باقی جو زندہ تھے ان کا تو حساب ہی نہیں ہے، یہ تو ہم لوگ کہتے ہیں کہ آبادی زیادہ ہوگئی تو کیا کریں گے **نعوذباللہ من ذالک**

پھر اس کے بعد کا زمانہ تابعین کا ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابی ہے اور جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کا اتباع کیا وہ تابعی ہے اور پھر'' ثم الذین یلونھم''، یعنی اس کے بعد کا دور، تبع تابعین، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ تابعین ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ تبع تابعین ہیں، اس لیے کہتے ہیں کہ شریعت کی تدوین کا دور تبع تابعین پر آ کر مکمل ہوگیا، اس کے بعد کے ادوار کو قرنِ خیر نہیں کہا گیا۔ اس کے بعد پورا دور خیر والا نہیں البتہ اشخاص خیر والے ہیں، کچھ جماعتیں، کچھ لوگ خیر و برکت والے ہیں مگر پورا دور نہیں۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اجتہاد مطلق کا دروازہ بند ہے، اجتہاد مطلق ان چار اماموں کی تعلیمات کی شکل میں مکمل ہوگیا ہے۔ آج کل کے نئے مسائل کو ان ہی کے اصولوں کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ اجتہاد مطلق براہ راست قرآن وحدیث

File Adress:

سے اصولوں کے استنباط کو کہتے ہیں۔ قرآن کی وہ تشریح جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہوئی ہے اور حدیث کی شکل میں ہمارے پاس ہے اور حدیث کی جو تشریح صحابہ کرامؓ نے فرمائی ہے وہ ہے تعاملِ صحابہ، کہ صحابہ کے عمل کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، قرآن کی آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور تعاملِ صحابہؓ کو لے کر اماموں نے جو اس پر غور کیا تو اس سے فقہ مرتب ہوا اور یہ شریعت کا حرفِ آخر ہے، اس پر بات مکمل ہوگئی ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (النحل۔ ۴۴)

ترجمہ: اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ فکر کیا کریں۔

کہ تم پر یہ نصیحت اور کلام نازل کیا گیا ہے تاکہ اس کو تو بیان کرے لوگوں کے لیے، ''تو گویا قرآنِ پاک کی تشریح اور بیان کا حق قرآنِ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے، چودھویں صدی کے کسی آدمی کو نہیں دیا۔ مسٹر پرویز نے دعویٰ کر لیا کہ چودھویں صدی کے لیے جدید تشریح ہونی چاہئے نعوذ باللہ اور تشریح جو میں نے (پرویز نے) لغت بنائی ہے اس کی روشنی میں ہوگی، نہیں اس کا حق قرآن نے فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ''تاکہ تو بیان کرے اس چیز کو جو کہ لوگوں کے لیے نازل ہوئی ہے''، آپ ﷺ کا یہ بیان کرنا حدیث ہے۔ لَعَلَّكُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ، تاکہ اس کی روشنی میں یہ بھی فکر کریں'' تو اس میں ائمہ مجتہدین کی فکر کی گنجائش رکھی گئی۔

دوخستہ حال اللہ والے

عرض یہ کر رہا تھا کہ خود کو بنانے کی محنت کرنی ہے، آگے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت ہے، وہ قبول کر لے تو بیڑا پار ہے، یہ قبولیت وہبی ہے لیکن اس مقام تک رسائی کی

File Adress:

محنت اختیاری ہے، اللہ تعالی کی ذات بڑی قدردان ہے، جومحنت ومجاہدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کوشش رائیگاں جانے نہیں دیتے۔پچھلے ماہ رسالہ ''غزالی'' میں حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک رات کو بارگاہِ خداوندی میں التجا کی کہ اے اللہ! مجھے یہ بتادے کہ بہشت میں میرا یار ومصاحب کون ہوگا ؟ آواز آئی فلاں چرواہا۔ حضرت جنید بغدادیؒ اس چرواہے سے جا کر ملے اور کئی دن اس کا حال دیکھنے کے بعد پوچھا تم پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو،اس کے سوا کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اس قدر قبولیت کا باعث ہو،شاید یہ اعلیٰ مرتبہ جو تمہیں ملا ہے وہ تمہارے کسی باطنی معاملہ کے سبب سے ہے۔ چرواہے نے جواب دیا کہ اے خواجہ جنید! میں ایک جاہل آدمی ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ معاملہ کس کو کہتے ہیں اور باطن کیا ہوتا ہے؟ البتہ مجھ میں دو خصلتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سب پہاڑوں کو سونے کا کر دے اور میرے قبضۂ تصرف میں ہوں اور وہ سب میرے پاس سے جاتے رہیں تو مجھ کو ان کے چلے جانے کا کوئی رنج وغم نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجھ پر جفا کرے یا مجھ سے احسان ووفا کرے تو میں وہ جفاووفا اس کی طرف سے نہیں جانتا بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں۔حقیقت یہ ہے کہ یہی تو باطن کی وہ دوصفات وکمالات ہیں جو اس کو حاصل ہیں اور جن پر غیب سے اتنی بڑی بشارت مل رہی ہے کہ جنید بغدادیؒ کے ہم نشین ہیں۔

ہمارے ایک نیم مجذوب بزرگ ہیں، وہ بڑی عجیب وغریب باتیں کیا کرتے ہیں، ایک دن آئے، مجھے اور عالمگیر صاحب کو پکڑا اور گاڑی میں بٹھا کر پشاور شہر سے نکل کر کافی دور بیابانوں میں ایک اینٹوں کے بھٹہ پر لے گئے، وہاں ایک جھونپڑا نما گھر اور مسجد تھے، وہاں بیٹھ کر انھوں نے کہا کہ فلاں کو لے کر آؤ، جب ان کو بلا کر لے آئے تو ان سے پوچھا کہ آپ کی گائے نے بچہ دیا ہے کہ نہیں، آپ کی مرغیاں ٹھیک ہیں کہ نہیں، پھر پوچھا کہ

File Adress:

حال آسودہ ہے کہ نہیں۔ یہ مجذوب بڑے دعا والے اور فکر والے بزرگ تھے کہ ہر کسی کے لیے آکر دعا کرتے۔ بھٹہ والے شخص نے کہا کہ آپ کھانا کھائیں گے، تو ان مجذوب بزرگ نے کہا کہ ہاں کھائیں گے، وہ شخص دو خشک روٹیاں لے کر آیا۔ مجذوب صاحب نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم سب کو تقسیم کیں، پھر اس آدمی سے باتیں کروائیں۔ اینٹیں بنانے والا مزدور، اس نے جو اپنی سادہ دیہاتی زبان میں معرفت کی باتیں کیں تو اس دن اندازہ ہوا کہ اللہ کی معرفت جو ہے وہ صرف ونحو اور منطق پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ تو چیز ہی کچھ اور ہے۔ صرف، منطق اور معانی پڑھنا نعوذ باللہ بیکار نہیں ہے، اس کا پورا اجر وثواب ہے۔ لیکن تعلق مع اللہ کی دولت نہ ان پر موقوف ہے نہ ہی ان کو لازم ہے۔

اللہ والوں کی نری مشابہت بھی فائدہ دیتی ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی بے نیاز ہے، وہ اپنے بندوں کے ساتھ اتنی محنت فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ان کی غیر سنجیدگی میں کیا گیا نیک عمل بھی قبول کر لیتے ہیں اور ان کی نجات ہو جاتی ہے اور پھر جو اللہ والوں کے عمل کو لے گا ان کی تعلیمات کو برتے گا تو اس کا کیا حال ہوگا۔ دو واقعات یاد آ گئے، ایک واقعہ اورنگزیب عالمگیرؒ کا ہے کہ آپ کے دربار میں ایک بہروپیا آیا، اس نے دربار میں مختلف روپ بدل بدل کر کرتب دکھائے، پھر بادشاہ سے انعام چاہا۔ اورنگزیب عالمگیرؒ نے انکار فرما دیا کہ شریعت میں معاوضہ یا تو کسی ذہنی و جسمانی محنت کا دیا جاتا ہے یا پھر تجارت کے طور پر کسی شے کے بدلے میں دیا جاتا ہے، لہٰذا شرعاً اسلامی خزانہ سے آپ کو کچھ نہیں دیا جا سکتا۔ بہروپئے نے کہا کہ اگر میں نے بھی آپ سے معاوضہ وصول نہ کیا تو میں بہروپیا نہ ہوا اور چلا گیا۔

حضرت اورنگزیب عالمگیرؒ ایسے متقی اور نیک بادشاہ تھے کہ خزانہ سے اپنے لیے بھی کچھ نہیں لیتے تھے اور ٹوپیاں سی کر اور قرآن شریف کی کتابت کر کے گزارہ کرتے تھے اور

File Adress:

ان کو بازار کسی ایسے آدمی کے ہاتھ بھیجتے تھے کہ کوئی پہچان نہ سکے کہ بادشاہ کا آدمی ہے۔ عربوں کے ایک بڑے عالم شیخ طنطاویؒ نے اپنی ایک کتاب (نحن الان فی الھند) میں لکھا ہے کہ حضرت اورنگزیب عالمگیرؒ چھٹے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ جس علاقے میں جاتے تو وہاں کے بزرگ اور تعلق مع اللہ والے حضرات کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کو ہدایا دیتے۔

ایک دفعہ کسی علاقے میں گئے تو معلوم کیا کہ یہاں کوئی اللہ والے نیک بزرگ رہتے ہوں تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ کسی نے بتایا کہ وہاں پہاڑ پر ایک بزرگ ہیں جو ہر وقت ذکر وفکر اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ بادشاہ ان کے پاس گئے اور ہدیہ پیش کیا لیکن انھوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ آپؒ واپس ہوئے تو سامنے سے ایک شخص آیا اور کہا کہ لا میرا ہدیہ! آپؒ نے پوچھا کہ کون سا ہدیہ؟ اس نے کہا کہ وہی جو اوپر لائے تھے۔ اورنگزیبؒ نے پوچھا کہ تو وہی بہروپیا تو نہیں؟ اس نے کہا کہ وہی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ وہاں ہدیہ کیوں نہیں لیا، اس نے کہا کہ جس طریقے کا روپ دھارا ہوا تھا اس کی لاج رکھنے کے لیے۔ سبحان اللہ !صرف روپ دھارنے سے باطن پر ایسے اثرات آئے کہ دل نے گوارا ہی نہ کیا کہ استغنا اور توکل چھوڑ کر ہدیہ قبول کیا جائے۔ دوسرا واقعہ فرعون کے مسخرے کا ہے، جو فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہروپ بنالیتا تھا۔ چغا پہن لیتا، ہاتھ میں عصا لیتا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح باتیں کرتا اور سارے درباری مذاق اڑاتے۔ جب فرعون غرق ہوا تو یہ مسخرہ ڈوبنے سے بچ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ سب سے زیادہ یہ مسخرہ میرا مذاق اڑاتا تھا اور وہی عذاب سے بچ گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس کو اس وجہ سے بچایا کہ یہ تیرا روپ دھارتا تھا اور میری رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ جس نے تیرا حلیہ اختیار کیا ہو اس کو عذاب دوں۔

ان واقعات کا یہ مقصد نہیں کہ انسان صرف مشابہت پر قناعت کر کے بیٹھ جائے،

File Adress:

بلکہ مقصد اللہ تعالیٰ کی قدر دان ذات کی قدر دانی بتانی ہے، جب اللہ کے ہاں اتنے کی بھی قدر دانی کی جاتی ہے تو میں اور آپ جب پوری محنت کریں گے اور دین کی مکمل تعلیمات کو اپنائیں گے اور اپنے باطن میں ان کی حقیقت جمائیں گے تو پھر اللہ کا معاملہ کیسا رحمت اور شفقت والا ہوگا۔ بس بھائی وقت تھوڑا ہے منزل بڑی قریب ہے زندگی پر فوری نظر ثانی کی ضرورت ہے اور اپنے آپ کو آخرت کے سفر کے لیے تیار کرنا ہے۔ اس پر غور فرمائیں۔

File Adress:

File Adress:

File Adress:

شریعت رحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان میں جذبات کیوں رکھے ہیں؟ ان کی پیدائش کی حکمت اور ان کے علاج کی تفصیل۔ شریعت آسان دانشوری ہے جس میں سراسر حفاظت ہے، جس پر آنکھیں بند کر کے عمل کیا جا سکتا ہے۔ باطنی تربیت کے لیے شریعت کا مہیا کردہ نظام تربیت، اصلاح حاصل کرنے کا طریقہ اور مجاہدہ کی اہمیت۔ ان جیسے کئی عنوانات پر تفصیلی گفتگو

File Adress:

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم!

باطنی جذبات اوران کے مقاصد

انسان کے اندر ایک ادارہ عقل ہے، ایک ادارہ اس کے بشری تقاضوں کے تحت جذبات ہیں، عقل اور جذبہ میں کیا فرق ہے؟ عقل وہ چیز ہے جو انسان کے بشری تقاضوں سے اوپر ہوکر کسی بات کے بارے میں اُس کا اچھا بُرا معلوم کرتی ہے، اپنی رائے اور مشورہ دیتی ہے۔ یہ ترتیب عقل اور سوچ کا دائرہ عمل ہے اور انسان کے بدن کے کسی تقاضے کے اطمینان کے لیے جو ہیجان پیدا ہوتا ہے وہ جذبہ ہے۔ غصہ جذبہ ہے، حرص جذبہ ہے اور جنسی خواہش جذبہ ہے۔ جذباتی ہیجان جب پیدا ہوتا ہے تو سوچ کو تیز کر دیتا ہے یا سوچ کو مغلوب کر دیتا ہے یا سوچ کے فیصلوں کو بدل دیتا ہے۔ جذبہ عارضی ہوتا ہے۔ انسان کے دائمی اور حقیقی فائدے کے مطابق نہیں ہوتا ہے، لہٰذا عقل مغلوب ہوکر جذبے کے تحت فیصلہ کر لے تو آدمی کو بعد میں پچھتانا پڑتا ہے۔

ہمارے پٹھانوں کے اندر جو ذرا ذرا سی بات پر قتل کرنے کا رواج ہے غصہ کے جذبہ کے تحت ہی تو ہے۔ چند روز پہلے قصبہ بڈھ بیر کی ایک مسجد میں رمضان کی مٹھائی کی تقسیم پر چار قتل ہوگئے، جذبۂ غضب اور غصہ کو مطمئن کرنے کے لیے۔ اس سے چار خاندانوں کی آنے والی بیس پچیس سال کی زندگی آگ میں چلی گئی۔ ایک دفعہ بنوں میں تبلیغ

File Adress:

والوں کا اجتماع ہورہا تھا، وہاں سے آگے میر علی ہے۔میر علی کے انجنیئر حاجی عبدالقدوس صاحب نے حضرت مولانا صاحبؒ کی دعوت کی ۔وہاں پر ہم گئے تو ان کے باقی ملازم بھی تھے،ایک نوکر کا برا حال تھا، ماتھے اور چہرے پر پریشانی، بُرے حال میں ۔میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ مفرور ہے،قتل کر کے مفرور ہوا ہے،ان لوگوں کو جیسے بھی رکھیں ان کی مجبوری ہے رہنے کی،سر چھپانے کی جگہ ملی ہوئی ہے،کھانا ملتا ہے،کپڑا ملتا ہے اب ایک منٹ جذبے کے تحت استعمال ہوگیا،سوچ کو چھوڑ کر، یہ اس کا نتیجہ ہے۔جذبے کو اللہ نے انسان کے اندر رکھا،اس کے اپنے کام ہیں،مقاصد ہیں،وہ اس میں استعمال ہو تو انسان کیلئے مفید ہے۔آگ کتنی خطرناک چیز ہے،بجلی کتنی خطرناک چیز ہے،لیکن دونوں کو گھر کے اندر رکھا جاتا ہے۔چارسدہ کے دوآبہ کے علاقے میں بجلی آئی تو بڑے بوڑھوں کو پتہ چلا کہ اس سے آدمی مرتا ہے تو اُنہوں نے کہا کہ بس اتنی بجلی ہمارے لیے چھوڑو گے کہ جس سے آدمی نہ مرتا ہو۔شروع میں اتنی بجلی تھی کہ سوواٹ کے بلب سے چراغ جتنی روشنی نکلتی تھی۔پھر بعد میں فریج وغیرہ جو لگے تو لوگوں نے کہا کہ ہماری بجلی کمزور ہے تو بجلی والوں نے کہا کہ اس سے زیادہ بجلی تو آدمی کو پکڑ لیتی ہے تو اُنہوں نے کہا کہ کچھ بھی ہو زیادہ بجلی دے دیں۔کتنی خطرناک چیز ہے بجلی،کتنی خطرناک چیز ہے آگ،لیکن گھر میں ہم رکھتے ہیں کیونکہ ان کے ساتھ انسان کے بہت اہم مفادات لگے ہوئے ہیں ۔یہ اہم مفادات اس آگ سے،اس بجلی سے حاصل کرنے کے لیے کچھ ہدایات ہیں، کچھ احتیاطیں ہیں۔ان ہدایات کو ان احتیاطوں کو لے کر اس کو گھر کے اندر رکھنا ہے،جلانا ہے اس سے کام لینے ہیں، فوائد لینے ہیں اور نقصانات سے بچنے کے طریقے ہیں تو ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر غضب،شہوت اور حرص کا جذبہ رکھا جن کے تحت انسان کام کرتا ہے اور یہ کام کرنے کی اس کے اندر (Force) طاقت ہے۔

File Adress:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن است

کہ از اُو حمام تقویٰ روشن است

دنیا کی شہوت کی مثال انگیٹھی کی سی ہے جس سے تقویٰ کا حمام گرم ہوتا ہے۔ آگ جلتی ہے، تب حمام گرم ہوتا ہے، پانی گرم ہوتا ہے، آپ اس کو استعمال کر کے اس کی سہولت کو لیتے ہیں، اگر آگ نہ جلے، نہ پانی گرم ہو نہ سہولت ملے۔ کوئی کہے کہ آگ تو جلاتی ہے لہٰذا ہم اپنے گھر میں آگ نہیں چھوڑیں گے تو زندگی ہی ناممکن ہو جائے گی۔ ڈاکٹر خورشید صاحب نے بڑا اچھا لطیفہ سنایا تھا، وہ آگ کے بارے میں تھا۔ کوئی آدمی تبلیغی جماعت کے ساتھ چار ماہ لگا کے آیا، جہنم کی آگ کے خوف کے تصور سے اس پر اثر ہو گیا، تو اُس نے کہا کہ گھر میں آگ نہیں چھوڑیں گے، بیچارہ مینٹل ہو گیا، کسی کو آگ جلانے نہیں دیتا تھا۔ تو سمجھدار، ہوشیار لوگوں سے، ڈاکٹروں سے، سائیکاٹری والوں سے، نفسیات والوں سے، اس کا علاج پوچھا۔ کسی سمجھدار آدمی نے کہا کہ ایک وقت دو وقت اس کو کھانا نہ دو، پوچھے گا کہ کھانا کیوں نہیں پکا ہے تو کہیں کہ کھانا تو آگ سے پکتا ہے۔ پھر اس کو سمجھ آ جائے گی، یہ اس کا علاج ہے۔

جذبات کے تحت استعمال ہونے کا نقصان

عام طور پر انسان جذبات کے تحت استعمال ہوتے ہیں، حاجی ہے، آفسر ہے، پروفیسر ہے، پی ایچ ڈی ہے، کچھ بھی ہے بجائے عقل کے جذبے کے تحت استعمال ہو رہا ہے۔ ہمارے واقفوں میں سے ایک آدمی نے اپنے اکلوتے بیٹے کو انجینئرنگ پڑھنے کے لیے امریکہ بھیجا تاکہ یہاں کی برادری سے دور ہو، محفوظ رہے، انجینئرنگ پڑھ کر وہ آیا۔ اس کی کسی اپنی چچازاد سے منگنی ہوئی تھی، اس نے آ کر شادی سے انکار کر دیا۔ کیونکہ باہر کی

File Adress:

تہذیب کا جدا حال ہوتا ہے، ابھی برطانیہ میں میں اکیس دن گزار کے آیا تو مجھے یہ تجربہ ہوا کہ ان کے اندر کوئی نباہ کا تصور ہی نہیں ہے۔ تہذیب ہی جدا ہے۔ وہ لڑکا یہاں آیا اس نے انکار کر دیا تو اس کے چچازادوں میں سے ایک فوج میں میجر اور ایک CSS آفسر، ان دونوں نے مل کر حیات آباد کے پاس اس کو قتل کر دیا، سوچنے کے بات ہے وہ قتل کر کے مفرور ہو گئے۔ اب بتایئے اس فوجی افسر کی شخصیت اور CSS افسر کی شخصیت کہ اتنی اعلیٰ تربیت سے گزرنے کے باوجود ان کی جاہلانہ غیرت جسے خود پشتو کے محاورہ میں پشتو نیم کفر کے طور پر یاد کیا جاتا ہے کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔

ایک دفعہ ہمارے واقفوں میں پشاور بورڈ کے کنٹرولر ایگزامینیشن اسلم صاحب کا بھائی قتل ہو گیا۔ ڈاکٹر سیار صاحب تیسرے دن وہاں فاتحہ کے لئے گیا، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اب تو قتل ہو گیا ہے، قانونی دعویٰ آپ نے کیا ہوا ہے، قانونی چارہ جوئی ہو رہی ہے، وہ کیس چلتا رہے اور باقی جو آپ کی ذمہ داریاں ہیں اس کے بال بچوں کو سنبھالنا، کیس کی پیروی کرنا وہ آپ کرتے رہیں۔ اسلم صاحب نے کہا کہ (یا ڈاکٹر صاحبہ تاخو زَما کَپرَئی یخہ کڑہ) تم نے تو میری کھوپڑی کو ٹھنڈا کیا، اتنے دنوں سے جو میرے پاس آ رہے ہیں وہ تو مجھے ایسا گرم کر رہے ہیں کہ (بدل دمے ولے نہ دمے اخستے) تو نے بدلہ کیوں نہیں لیا۔ اس نے کہا کہ آپ نے تو میری کھوپڑی ٹھنڈی کر دی، مجھے تو تین دنوں سے آ کر لوگ یہ سبق پڑھا رہے ہیں، یہ سبق سنا رہے ہیں۔ اب جذبات کو چاروں طرف سے بھڑکایا جا رہا ہو اور انہیں بھڑکنے کا ماحول مہیا ہو جائے تو وہ بھڑکتے ہیں، عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور انسان ایک منٹ کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے عوض سالوں کی مصیبت مول لے لیتا ہے اور ان جذبات کی درست تربیت ہو تو انسان کو ان پریشانیوں سے نجات ملے۔

اب ان پریشانیوں سے نجات کے لیے تو ہر دانشور اپنا فلسفہ پیش کرتا رہتا ہے، کہ

File Adress:

ایسا کرلوتو یہ ہوجائے گا، ویسا کرلوتو وہ ہوجائے گا۔

آسان دانشوری

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک آسان دانشوری دی ہوئی ہے، نہ اس کے بارے میں کوئی کلاس لینے کی ضرورت ہے، نہ جج ہونے کی ضرورت ہے اور نہ فلسفہ، نفسیات پڑھنے کی ضرورت ہے، کیا چیز ہے آسان سے آسان دانشوری؟ وہ شریعت ہے۔ سب سے آسان دانشوری شریعت ہے، آنکھیں بند کر کے شریعت کے احکام کے پیچھے چلتے جاؤ۔ آپ محفوظ ہیں، مسئلے آپ کے سارے حل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا انعام کیا ہے انسانیت پر، کہ اس کے سارے مسائل کا حل پیش کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً ط (المائدۃ:۳)

ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمھارے لئے دین تمھارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمھارے واسطے اسلام کو دین۔

آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا، نعمت دے دی، سبحان اللہ! ایک ایک بات پر شریعت نے بحث کی ہوئی ہے۔

شریعت رحمت ہے: چند مظاہر

ہمارے حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ حضرت مولانا صاحبؒ کے شیخ تھے، وہ فرماتے تھے کہ پیسے لو تو گن کر لو اور دو تو گن کر دو، گن کر دو تو اس نیت سے کہ کہیں کم نہ دے دو اور جب گن کر لو تو اس نیت سے کہ زیادہ نہ لے لو، تو دونوں کا اتنی بڑی خیر کا ثواب ہوا، ہم تو گن کر دیتے ہیں کہ کہیں زیادہ نہ دے دیں اور لینے والا گنتا ہے کہ کہیں کم نہ لے لیں، دونوں

File Adress:

بدگمانی کی ترتیب کو لے کر چل رہے ہیں، دونوں کی یہ نیت ہو کہ گن کر دے کہیں میں کم نہ دے دوں کہ میرے مسلمان بھائی کو نقصان نہ ہو جائے اور وہ گن کر لے کہ میرے مسلمان بھائی کو نقصان نہ ہو جائے، اتنی معمولی جزئیات تک جس شریعت نے تبصرے کیے ہوئے ہوں، زندگی کی ایک ایک چیز پر تبصرہ کیا ہوا ہو، اس شریعت کے کیا کہنے۔

طلاق ہی کو لیجئے۔ طلاق غصے کے اظہار کا ذریعہ نہیں، شریعت نے طلاق تو ازدواجی زندگی کو منقطع کرنے کے لئے ایک سہولت دی ہے۔ عورت حالتِ حیض میں ہو، اس کو طلاق نہیں دے سکتے کیونکہ اس وقت تو آپ اس سے نفع لینے کی حالت میں ہی نہیں، اس کی قدر ہی آپ کے دل میں نہیں، وہ پاک ہو گئی، اس سے ملے نہیں پھر بھی طلاق نہیں دے سکتے کیونکہ ابھی تو اس کے فوائد کا آپ کو احساس ہی نہیں، حالت طہر میں بعد ملنے کے اب آپ سوچیں کہ آیا اس کے اور آپ کے درمیان تعلقات اس حد تک خراب ہیں کہ بالکل نہیں نبھ سکتے، تو اب بے شک آپ اس کو ایک طلاق دے دیں، ایک طلاق دینے کے بعد شریعت نے آپ کو تقریباً ساٹھ دن اور زیادہ سے زیادہ اسی دن سوچنے کے لیے دیئے ہوئے ہیں۔ عدت کی مدت تین حیض ہے۔ اگر پندرہ دن کے بعد عورت کا حیض آ رہا ہو تو تین حیض اس کے ساٹھ دن میں پورے ہوئے، اگر اکیس دن کے بعد آتا ہے تو وہ اسی دن میں پورے ہوں گے، تو آپ کے پاس اسی دن سوچنے کے باقی ہیں، اس میں آپ سوچیں گے، برادری والے سوچیں گے، ہر ایک آدمی سوچے گا، یہاں تک کہ آپ کسی ایسے عملی نتیجے پر پہنچ جائیں گے جسے آپ اپنے مستقبل کے لیے اختیار کریں گے۔ ایک طلاق کے بعد کم از کم دو مہینوں تک اس رشتے کو رجوع کر کے بغیر دوبارہ نکاح کئے ہوئے بحال کرنے کی گنجائش ہے۔ تو کتنی بڑی نعمت و رحمت ہے۔

File Adress:

دیت اور عاقلہ کا تصور: ایک رحمت

آپ کو یاد ہوگا جس وقت ضیاء الحق کے زمانے میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ بڑھا، تو یار لوگوں نے شریعت کو سبوتاژ کرنے کے لئے، ڈرائیور سے اگر آدمی مارا جائے تو اُس کے ذمہ دیت ہے اس قانون کا ہَوّا اچھوڑا اور سارے پاکستان کے ڈرائیوروں سے اِس قانون کے خلاف ہڑتال کرادی، حالانکہ جو اسلامی قانون پر تنقید کرے اُس کا ایمان ختم ہوجاتا ہے، بیوی طلاق ہوجاتی ہے، حج کیا تھا باطل ہوجاتا ہے۔ کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہوگا، دوبارہ نکاح کرے گا، دوبارہ حج کرے گا، پچھلا حج چلا گیا، ختم ہوگیا، جتنی نمازیں پڑھیں تھیں، روزے رکھے تھے، ختم ہوگئے، باطل ہوگئے اور حج چونکہ پھر بھی آدمی پر فرض ہوجاتا ہے اگر مالدار ہے تو پھر کرنا پڑتا ہے، اور چونکہ اس کا پہلا عمل باطل ہوگیا تو نماز روزے کی دُہرائی نہیں ہے کیونکہ وہاں سے تو بات کٹ گئی، حج بھی اس لیے کرتے ہیں کہ دوبارہ فرض ہوگیا، اب دوبارہ مالدار نہیں ہے تو اس پر فرض نہیں ہے۔ اب ان یاروں کو ان مشکلات کا پتہ نہیں تھا۔ ان دنوں ہمارے ذہن میں بھی یہ آیا کہ یا اللہ! اتنا بڑا مسئلہ کھڑا ہوگیا۔ میں یہ سوچتا تھا کہ یا اللہ! یہ ایک ڈرائیور ہے، غریب آدمی ہے۔ اس سے قتل ہوگیا ہے، کم از کم دیت سو (۱۰۰) اونٹ ہیں۔ سو اُونٹ یہ کہاں سے دے گا، میرا خیال تھا کہ کسی ماہر عالم سے پوچھا جائے، مفتی غلام الرحمن صاحب سے میں نے پوچھا، اُنہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! شریعت تو ناقابل عمل چیز نہیں ہے، لوگ اس کو سمجھے نہیں ہیں۔ قانون میں دیت آدمی کے عاقلہ پر آتی ہے، انھوں نے فقہ کا لفظ استعمال کیا ''عاقلہ'' میں نے کہا: عاقلہ کسے کہتے ہے؟ اُنھوں نے کہا: عاقلہ کہتے ہیں کہ اس کے سارے خاندان کو۔ اگر وہ نہیں دے سکتا تو اس کا باپ، بھائی، بہنیں، ماموں، چچا، خالہ، پھوپھی، جتنا خاندان ہے وہ سب مل کر دیں اور اگر ایسے بھی نہیں ہوسکتا تو عاقلہ کا ایک دوسرا تصور بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ

File Adress:

سارے سکولوں کے ٹیچرز ایک عاقلہ ہے، سارے کالجوں کے لیکچررز ایک عاقلہ ہے، سارے ڈاکٹر ایک عاقلہ ہے، سارے چپڑاسی ایک عاقلہ ہے۔ بلکہ ٹرک ڈرائیوروں کا، بس ڈرائیوروں کا، ٹیکسی ڈرائیوروں کا ایک الگ الگ عاقلہ بنایا جا سکتا ہے۔اب جب عاقلہ پر وہ دیت آئے گی تو سارے مل کر اس ڈرائیور کو لعن طعن کریں گے، نصیحت کریں گے اور آئندہ محتاط رہنے کی تلقین کریں گے۔ مثلاً کسی سکول ٹیچر کی گاڑی سے آدمی مارا گیا، اُس مہینے پورے صوبے کے پچیس ہزار اساتذہ کی تنخواہ سے دس دس روپے کاٹے گئے تو سب پوچھیں گے کہ یہ کیوں کاٹے گئے تو اُنہیں بتایا جائے گا کہ تمہاری عاقلہ کے فلاں ممبر کی کارستانی کی وجہ سے۔اب یہ سارا عاقلہ پورے ایک مہینے تک اس منچلے کو احتیاط کا درس دیتا رہے گا۔اب بتایئے یہ ترتیب کتنی زیادہ عملی اور کتنی زیادہ اصلاحی ہے۔شریعت تو رحمت ہے وہ اس کے ذریعے سے سارے معاشرے کی تربیت کرنا چاہتی ہے کہ سارے معاشرے میں اس بات کا چرچا ہو کہ یہ شرعی جرم ہے اور اس کی یہ سزا ہوتی ہے، اس پر یہ پکڑ ہوتی ہے۔

سعودی عرب میں سعودی آدمی بھیک نہیں مانگتا، سعودی آدمی کھڑا ہوگا، بھیک مانگنے کے لیے تو کہے گا کہ اے لوگو! میری ٹیکسی کا حادثہ ہوگیا تھا، مجھ سے آدمی مارا گیا تھا اور میرے پاس پیسے نہیں ہیں، میں اس کے لیے چندہ جمع کر رہا ہوں، میرا لائسنس بند ہے، میں ڈرائیونگ نہیں کرسکتا۔لوگ اُس کو پیسے دیتے ہیں، پھر یہ جا کر پیسے ادا کرتا ہے اور اس کا لائسنس آزاد ہو جاتا ہے، کتنی بڑی تربیت ہے۔کتنی بڑی رحمت ہوئی شریعت۔تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ سب سے آسان دانشوری جس میں کسی فلسفے منطق کی اور نفسیات کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ شریعت ہے، آنکھیں بند کر کے عمل کیے جاؤ، ہر جگہ محفوظ ہو، ہر مسئلہ حل ہے، ہر چیز آسان ہے۔

File Adress:

چارسدے کا ایک انجینئر صاحب سلسلہ میں کچھ عرصہ آیا گیا، ایک دن میں نے اُس سے پوچھا، ''ٹہ دمے زدہ کڑہ'' آخر مجھے بھی بتاؤ کہ کیا سیکھا؟ تو اُس نے کہا کہ ہم تو چارسدے کے لوگ ہیں، ہمارا تو پہلے یہ حال تھا کہ آدمی دوسرے سے کہتا کہ ''غُل مہ خورہ ھغہ بہ وئیل غُل بہ خوری ستاپلار'' گوں (ٹٹی) مت کھاؤ وہ جواب میں کہتا کہ گوں کھاتا ہوگا تمہارا باپ۔ ''او دریگہ ستا او بس ڈز ڈز'' تمہاری ایسی تیسی، بندوق کے بولٹ کھینچے، لبلبی دبائی اور آدمی قتل۔ کہا کہ میرا دل بیدار ہوا، اب کچھ سوچنے لگ گیا ہوں۔ میں نے کہا: ہاں! واقعی آپ نے بہت کچھ سیکھا۔

تو عرض یہ کرنی تھی کہ عام طور پر ہم سارے کے سارے اپنے گھروں میں، محکموں میں، برادری میں سب جگہوں پر جذبات کے تحت استعمال ہوتے ہیں، عقل کے تحت استعمال نہیں ہوتے اور تربیت کہتے ہی اس کو ہے کہ ہمارے جذبات قابو میں آجائیں۔ ہمارے حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجُو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جوش ہوش کے تابع ہو اور ہوش شریعت کے تابع ہو، یہ ہے کامیاب زندگی کا نسخہ۔ ہم کو جوش کہہ رہا ہے کہ یہ کرو، لیکن ہوش سے ذرا کام لو، سوچو کہ اس کے کرنے میں کیا فائدہ ہے کیا نقصان ہے؟ ہوش سے شریعت کی روشنی میں فائدہ نقصان پوچھو، شریعت کی روشنی میں فائدہ نقصان کیا ہے، اس پر آدمی فیصلہ کرے۔

رذائل کا علاج: جذبات کی اصلاح

تصوف میں تربیت ہی تین جذبوں کی ہے: جذبۂ غضب، جذبۂ حرص اور جذبۂ شہوت۔ یہ تین بنیادی جذبے ہیں، ان جذبوں سے انسان کے اندر رذائل پیدا ہوتے ہیں، کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا، یہ سارے کے سارے رذائل جذبے سے وجود میں آتے ہیں تو لہٰذا اُن تین جذبوں کو درست کرکے ان سارے رذائل کو صاف کیا جاتا ہے اور جب

File Adress:

رذائل صاف ہوتے ہیں تو پھر فضائل آتے ہیں۔ جب کبر ٹوٹتا ہے تب تواضع آتی ہے، کئی مسائل ہم نے کبر کی وجہ سے کھڑے کیے ہوئے ہوتے ہیں، اَنا کا مسئلہ، اخباروں میں دیکھتے ہیں نا، فلاں نے فلاں بات کو اَنا کا مسئلہ بنا دیا۔ ایک سیاسی لیڈر کو دوسرے نے پکڑا اور اس کی ایک مونچھ کاٹ کے چھوڑ دیا کہ جاؤ، وہ گیا اپنے آدمی لیے اور اُس کو قتل کر دیا، اب کچھ قبروں میں ہیں، کچھ ملک بدر پھر رہے ہیں، مونچھ اونچی کرنے کی بات تھی، ایک غلط سوچ ہے، ایک غلط جذبے کے تحت آئی ہوئی ہے۔ اس جذبے نے سوچ کو مغلوب کیا، اس کے پیچھے چل رہا ہے، اس کے آگے ہتھیار ڈالے ہوئے ہے، اس پر عمل کر رہا ہے، عمل کئے جا رہا ہے، کیے جا رہا ہے، قرآن پاک کی آیت کہہ رہی ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ۔ (جاثیۃ:23)

ترجمہ: کیا تو نے اُس آدمی کا حال بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا الٰہ (معبود) بنا دیا۔

انسان جب خواہش نفس کے تابع ہو کر کام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑتا ہے تو اس نے الوہیت کا مقام خواہش نفس کو دے دیا، اس نے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو گرا دیا اور خواہش کو الٰہ بنا دیا۔ یہ خیال اور جذبہ ہی تو ہے، اس کے آگے تُو ہتھیار ڈال دیتا ہے، آخر پوچھ تو سہی کہ اس کے جذبے کو تُو کیسے پچھاڑے گا؟ اس کا تو ایک خاص اور عملی طریقہ ہے لیکن سب سے پہلے تو نفس اس بات سے ڈرتا ہے کہ میرا حال کسی پر ظاہر نہ ہو، بند کمرے میں مرد عورت بیٹھ جائیں اور چھوٹی سی درز سے چھوٹا بچہ دیکھ رہا ہو کہ کیا کرتے ہیں تو کچھ کر سکتے ہیں؟ نہیں۔ یہ کس وجہ سے؟ دراصل نفس بدنامی کے عار کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہو رہا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ جب آدمی اپنے عیوب کی اصلاح چاہے تو کسی کے ساتھ اصلاحی تعلق بیعت کا قائم کر کے پھر اپنے نفس کے عیوب بتائے۔ گناہ کر کے ہر کسی

File Adress:

سے گناہ کا تذکرہ کرنا کہ میں نے یہ گناہ کیے یہ دُہرا گناہ ہے۔ کسی آدمی سے گناہ ہوجائے اس کا اب لوگوں کے سامنے چرچا نہ کرے۔ آدمی اصلاح کے لیے اپنے شیخ (جس سے بیعت کا تعلق ہو) سے مشورہ کرتا ہے، اپنے عیب اس کو بتاتا ہے، یہ بتانا برائے اصلاح ہے اور سب سے پہلے جب نفس کو پتہ چلے گا کہ میری بات کا اب کسی کو پتہ چلے گا تو اُسی وقت ہتھیار ڈال دیتا ہے، شکست کھا جاتا ہے اور پھر عیب کو دور کرنے کا طریقہ ہے، ایک آدمی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت! بیوی اتنا تنگ کرتی ہے، ایسی بولتی ہے کہ میں اس سے تنگ آ گیا ہوں، میں کیا کروں؟ جذبہ ہوتا ہے کہ اس کی ہڈیاں توڑ دوں، اس کو گھر سے نکال دوں، اس کو طلاق دے دوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو لکھا کہ اس وقت شیطان اُس سے بلوا رہا ہوتا ہے اور گھر کو اجاڑنے کی ترتیب کروا رہا ہوتا ہے تاکہ تمہارے گھر کو اجاڑ دے، تمہارے حالات کو خراب کر دے، تھوڑی دیر یہ سوچ لیا کرو کہ یہ شیطان اُس سے کرا رہا ہے، اگر میں بھی اس کے مقابلے میں آجاؤں تو دونوں شیطان کے طریقے پر ہو گئے، انھوں نے کچھ دنوں کے بعد لکھا۔ حضرت اس وقت میں نے سوچنا شروع کیا کہ میں شیطان کا آلہ کار کیوں بنوں، تو اُس نے تھوڑی دیر شور مچایا، آگے اس کو میری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا، بس بات ختم ہوگئی اور مسئلہ حل ہو گیا۔

ایک آدمی جب برا بھلا کہتا ہے تو چاہتا ہے کہ دوسرا مجھ سے ٹکرائے تاکہ مزہ آئے، اس طرح دونوں کے نفسوں کا جذبۂ غضب لطف اٹھا رہا ہوتا ہے۔ جب ایک طرف سے صبر کا مظاہرہ ہوجائے تو بات ہی ختم ہوجاتی ہے۔ دوسرا ٹکراتا ہے تو اس کو مزہ آتا ہے بس اس سے بات آگے بڑھتی ہے۔

ایک جگہ ایک پیر صاحب آ گئے۔ ایک لڑکی جس کا بڑا مسئلہ تھا، ساس سے بڑی سخت لڑائی ہوتی تھی، وہ دم کرانے کے لئے گئی، اُنہوں نے اس کو تین کنکر دَم کر کے دیئے،

File Adress:

کہ جس وقت لڑائی شروع ہو اور ساس گالیاں دے، بُرا بھلا کہے، باتیں سنائے، تم یہ کنکر دانتوں کے نیچے رکھ لینا، جتنا وہ گالیوں پر زور دے اُتنا تم کنکریوں پر زور دینا، بس لڑائی ختم ہو جائے گی۔ وہ کنکر لے کر آئی جوں لڑائی شروع ہوئی، اُس نے کنکر دانتوں میں دبائے اور دباتے دباتے لڑائی ختم ہوگئی، سبحان اللہ! کیا پیر صاحب کے دم کا کمال تھا۔ وہ کنکر جو دبا رہی تھی تو دراصل بول نہیں سکتی تھی، اس کو چپ رہنا پڑا۔ جب چپ رہنا پڑا تو مسئلہ حل ہو گیا۔ ہر ایک آدمی کا جذبہ ہوتا ہے کہ جب میں آگے نکلوں تو دوسرا آدمی مقابلے کے لیے کھڑا ہو، مزہ آئے، جب میں سناؤں تو وہ بھی سنائے، جب میں سو سناؤں وہ ایک سو دس سنائے، تو پھر میں ایک سو بیس سناؤں تو مزہ تو تب آتا ہے، جب وہ آگے سے بول ہی نہ رہا ہو تو رہا کیا؟

اللہ کا احسان ہے، یہ وہ شریعت کی رحمت والی ترتیب ہے جس میں سراسر راحت و سکون ہے، شریعت کو اختیار کر کے انسان خود بھی راحت میں رہتا ہے اور دوسرے بھی راحت میں رہتے ہیں۔ ایک لطیفہ آپ کو سناؤں، ایک مولوی صاحب تھے اُنھوں نے ایک دکاندار سے خربوزے خریدے، خریدنے کے بعد ایک کو کاٹ کر دیکھا تو پھیکا تھا، اس نے کہا کہ خربوزے تیرے پھیکے ہیں واپس کر، اُس نے کہا: واپس نہیں کرتا ہوں، خریدی ہوئی چیز واپس نہیں ہوتی ہے۔ یہ وہاں بیٹھ گئے، اب تعارف ہر کسی سے ہے، جو کوئی آتا ہے پوچھتا ہے: اُستا دجی کیسے بیٹھے ہوئے ہو؟ جواب دیتے: یہ خربوزے خریدے تھے، پھیکے ہیں، دوکاندار واپس نہیں لیتا، اس طرح گاہک بھاگ جاتے۔ دوکاندار کو اندازہ ہو گیا کہ سارے گاہکوں کو خراب کر رہا ہے، اُس نے کہا: لاؤ خربوزے، ادھر دو اور اپنے پیسے لے جاؤ۔ مولوی صاحب نے اپنی شرعی دانشوری استعمال کی اور تھوڑی دیر میں اُس نے دوکاندار کو ریشم کی گرہ میں باندھ دیا، پتھر کی اور زنجیر کی اور ڈوری کی ضرورت ہی نہ پڑی کیونکہ ریشم کی گرہ نرم اتنی کہ محسوس ہی نہ ہو اور سخت اتنی کہ ٹوٹے ہی نہیں۔ بجائے اس کے اگر تُو تُو، میں میں کرتے تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

File Adress:

جذبات کی تربیت ہونا ایک دو دن کی بات نہیں۔اس کے لئے وقت چاہیے۔

تربیت تسلسل اور مجاہدہ چاہتی ہے

صوفیا مثال بیان کرتے ہیں کہ کمہار مٹی کھودتا ہے،اس کو دھوپ میں سکھاتا ہے۔پھر اس کو پیستا ہے، ڈنڈوں سے اتنا مارتا ہے کہ سرمہ ہوجاتی ہے، پھر پانی میں ڈالتا ہے، کیچڑ بنتا ہے، کیچڑ کو خمیر کرتا ہے۔آپ تو سارے سیمنٹ کے زمانے کے لوگ ہیں، ہم پرانے لوگ ہیں ہمیں پتہ ہے کہ کیچڑ کو خمیر کرنے کے لیے کچھ دن رکھتے ہیں،اس میں Bacterial Reaction ہوتا ہے۔خمیر کیچڑ جب کسی جگہ لگتا ہے تو بہت پکا ہوتا ہے۔تو کمہار خمیر کرتے ہیں پھر اس سے برتن بناتے ہیں۔بنانے کے بعد اس کو دھوپ میں رکھتے ہیں لیکن اتنا کہ وہ پورا خشک نہ ہوں، پھر اس کو دیکھتا ہے چاروں طرف سے کسی جگہ سے کچھ ٹیڑھا ہو تو اس کو ایک چپٹی سی چیز سے مارتا ہے۔مجھے اپنے گاؤں کا کمہار یاد ہے،اس کے تماشے کے لیے ہم بچے جاتے تھے، اور وہاں بیٹھ کر تماشے کرتے تھے۔اس مارنے میں اندر ایک چیز رکھتے ہیں (Support) سہارے کے لئے اور باہر سے اس طرح مارتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں چھوڑتے۔پھر اس کو آگ کے آوے میں رکھتے ہیں، آوے میں رکھ کر آگ جلتی ہے، جلتی ہے، یہاں تک کہ وہ پکتا ہے۔کمہار کو پتہ ہوتا ہے کہ آگ سے دور کون سا برتن تھا، آگ کے درمیان میں کون سا تھا۔آگ سے دور جو ہوتا ہے وہ ایک سال چلنے والا ہوتا ہے جو آگ کے بیچ میں ہوتا ہے وہ جل کر سرخ ہوا ہوتا ہے، ہمارے گھر میں ایک مٹکا ہے،اس کی عمر ساٹھ ۶۰ سال ہوگی،اس کو ہم نے بطور یادگار رکھا ہوا ہے،اس کی مجھے داستان بھی یاد ہے کہ ایک کسان نے ہماری دادی صاحبہ سے قرضہ لیا ہوا تھا، وہ قرضہ ادا نہیں کر رہا تھا، اُس نے کہا کہ یہ گھڑا لے جاؤ۔تو اس کے ساٹھ سال تو میری یاداشت میں ہیں۔کیونکہ درمیان کی آگ کا پکا ہوا ہے۔تربیت لینے میں بھی اپنے آپ کو میدان میں اُتارنا ہوتا ہے، کمہار اور مٹی والے سارے

File Adress:

پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔صوفیاء کا قول ہے ''مردہ بدست زندہ'' جس طرح مردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے، جدھر اس کو موڑتا ہے اُدھر ہی مڑتا ہے اپنا اختیار ہی نہیں رہتا، تب تربیت ہوتی ہے تب چیز بنتی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ صوفیاء کی تربیت سے ایسا حال ہوجاتا ہے کہ آدمی کے دل کے اندر گناہ کے وسوسے کے آنے کی جگہ نہیں رہتی۔

بندہ نے اپنے کتابچہ 'اصلاح نفس' میں اس بات کو لکھا ہے کہ یہ فنِ تصوف ہے کہ باطن سے سارے باطل خیالات محو ہوجائیں۔ اس بات کو ہندو بھی کرتے ہیں، بُدھ بھی کرتے ہیں کہ آدمی کے نفس کے گناہ کا جذبہ بالکل قابو ہوجائے، لیکن اللہ کی رضا کے لیے نہیں کرتے، بڑا پنڈت بننے کے لیے کرتے ہیں، اس لیے مردود ہیں۔ ان کے پاس توحید نہیں ہوتی اور اللہ کی رضا نہیں ہوتی، اس لیے وہ مردود ہوتے ہیں، ورنہ فنائے نفس ان کے پاس ہوتی ہے۔ توحید اور اخلاص کے ہوتے ہوئے جب آدمی فنِ تصوف کی مشقوں سے فنا حاصل کرلیتا ہے تو اس کے بعد فضلِ الٰہی دستگیری فرماتا ہے اور آدمی مقبول بنتا ہے۔

عرض یہ ہے یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے، جب آدمی آتا جاتا ہے، سیکھتا ہے، اپنے مسائل بتاتا ہے، مشورے لیتا ہے، اُس کو ترتیب بتاتے ہیں، ترتیب کو لے کر اُس کی مشق کرتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کرتا ہے کہ اس کا غضب، شہوت، حرص تینوں جذبے قابو میں آتے ہیں۔ اُس کے بعد مزے ہی مزے ہیں۔ جب ایک آدمی کو دربار عالیہ میں کرسی مل جائے، نوکری بھی مل جائے، اس کی بات سنی جارہی ہو تو ان مزوں کو کہاں دوسرا آدمی پاسکتا ہے۔ اس لیے اللہ کے تعلق والے بندے کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ہمیں دیا ہے اگر ان بادشاہوں کو پتہ چل جائے تو بادشاہتوں کو چھوڑ کر اس کے پیچھے آئیں اور اگر ان کا بس چلے تو ہم پر حملہ کرکے، فوج کشی کرکے ہم سے یہ چیز لے لیں۔

File Adress:

تعلق مع اللہ کی بنیادی شرط

File Adress:

تعلق مع اللہ کی اولین شرط فرض واجب دین پر عمل ہے، اگر انسان کو فرض واجب دین کا اہتمام نہیں، وہ معاملات، معاشرت یا خلاقی فرائض میں کوتاہی کر رہا ہے یا عقائد کے حوالے سے کامل یقین سے سرشار نہیں تو محض ذکرواذکار کے نصاب پورے کرنے اور نوافل کی کثرت اس پر تعلق مع اللہ کا دروازہ نہیں کھول سکتی۔ اس وعظ میں مذکورہ مضمون کو انتہائی بسط وتفصیل اور حسی ومشاہداتی مثالوں کے ذریعے کھولا گیا ہے۔

File Adress:

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

فرائض واحکام میں درجہ بندی کی اہمیت

شریعت میں علماء نے فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ اور نوافل کی شکل میں ترتیب بنا کر اور گناہوں میں حرام، مکروہِ تحریمی اور مکروہِ تنزیہی کی ترتیب دے کر نیز دین کے پانچوں شعبوں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت کو بیان کر کے ہر چیز کی اپنی اہمیت واضح کر دی ہے اور اس کی درجہ بندی کر دی ہے۔ پوری شریعت کی **اَلاَھَمْ فَالاَھَمْ** پہلے کون سا اہم ہے؟ اس کے بعد کون سا اہم ہے؟ اس درجہ بندی کے نتیجہ میں عمل کی ایک ترتیب بتائی ہوئی ہے۔ جب عمل اس ترتیب کے مطابق ہوتا ہے تب اللہ تعالیٰ کا تعلق نصیب ہوتا ہے، اس لیے کسی ایک شعبے میں کثرت کرنے سے تعلق مع اللہ نصیب نہیں ہوتا۔ آدمی کثرتِ نوافل کر لے، کثرتِ ذکر کر لے، اس کا تعلق مع اللہ ہو جائے؟ ایسے نہیں ہو سکتا۔ پورے کا پورا دین پوری کی پوری ترتیب پر **اَلاَھَمْ فَالاَھَمْ** پہلے کون سا اہم ہے اور بعد میں کونسا اہم ہے، اس اصول کے مطابق لینا ہوگا۔

ہمارے گاؤں کا ایک متقی تھا، دو چار اس کی بکریاں تھیں، اتفاقاً وہ نماز میں مشغول ہوا تو بکریاں کسی کے کھیت میں چلی گئیں تو اُس کو بڑی پریشانی ہوئی، آکر مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ بکریاں اس طرح چلی گئیں تھیں تو میں کیا کروں، چونکہ غیر ارادی طور پر گئی

File Adress:

ہیں تو اس لیے اس پر آدمی استغفار کرے، مالک سے معافی مانگے، اُس کا نقصان ادا کرے مولوی صاحب نے اس کے حالات اور فصل والے کے حالات دیکھ کر کہا کہ آئندہ کے لیے احتیاط کرو۔ یہ شریعت کی ترتیب ہے، اس کو اسی انداز سے لینا اور عمل میں لانا ہوتا ہے۔ ایک لطیفہ سناؤں، مولوی صاحب جب اس آدمی کو مسئلہ بتا رہے تھے تو میری طرح کا ایک دوسرا آدمی سن رہا تھا، اس نے کہا: ''استاذ جی سہ وَئی'' استاد جی کیا کہہ رہا ہے؟ استاد جی کہہ رہا ہے کہ جب آدمی نماز پر کھڑا ہو اور بکریاں کسی کے کھیت پر چلی جائیں تو خیر ہے۔ تو اس پر یہ آدمی یہ کرتا تھا کہ دن بھر بکریاں چرا کر شام کو آ کر گاؤں کے پاس کھیت ہوتے تھے ان کے قریب آ کر نماز کی نیت باندھتا تھا اور بکریاں لوگوں کی فصلوں میں پیٹ بھر لیتی تھیں۔ اس طرح اس اناڑی آدمی نے مسئلے کی اچھی گت بنائی اور مسئلے کو اپنی بیوقوفانہ مجتہدانہ رائے کے تحت اس طرح اپنے غلط مفاد میں استعمال کیا۔

اگر کسی مستحب میں لگنے سے فرض ضائع ہونے کا خدشہ ہو، تو وہاں فرض بچانا لازم ہے۔ احیاء العلوم میں حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے کسی آدمی سے دیوار بنانی مزدوری پر لی۔ دیوار بنا رہے تھے کہ جس آدمی کی مزدوری تھی اُس نے دو روٹی کھانا بھیجا۔ اتنے میں ایک آدمی ملنے کے لیے آ گیا، اُنہوں نے اُس کو کھانے کا بالکل نہیں پوچھا اور اس کے سامنے دو روٹیاں خوب پیٹ بھر کر کھالیں اور پھر واپس کام پر چلے گئے۔ فرمایا کہ دراصل بھوک کی وجہ سے ضعف محسوس ہو رہا تھا اور جو کام مزدوری پر لیا ہوا تھا، اگر میں یہ کھانا مہمان کو کھلا دیتا تو کام میں ضعف محسوس ہوتا اور میں نے جو مزدوری پر کام لیا تھا وہ میں صحیح طریقے پر کر نہ سکتا، اس سے مالک کے کام میں خیانت ہوتی، اس لئے اس مستحب پر عمل نہیں کیا کہ مہمان کو کھانا کھلاؤں بلکہ اس فرض کا خیال کیا ہے کہ مالک کے حق میں خیانت نہ ہو جائے۔ تو اس کے لیے فہم چاہئے، شریعت نے الاھم فالاھم کے اصول پر درجہ

File Adress:

بندی کر رکھی ہے، مہمان کی ضیافت دین کا حکم ہے لیکن اگر اس سے فرض متاثر ہو رہا ہے تو پھر فرض کو مقدم رکھنا ہوتا ہے۔ اگر آدمی مزدوری کے کام سے نماز کے لیے جا رہا ہے لیکن نیت یہ ہے کہ نماز پڑھیں گے، کچھ دیر ٹانگیں لمبی کریں گے، کچھ دیر آرام کریں گے تو یہ نماز پڑھنے نہیں جا رہا بلکہ کام میں کوتاہی کرنے کے لیے جا رہا ہے، جتنی اجازت دی ہے بس اتنی ہی چھٹی کرے، حتیٰ کہ اگر ایسے وقت میں نوافل میں لگے گا تو یہ بھی درست نہیں۔ اس ترتیب پر چلنے سے اس کو تعلق مع اللہ حاصل نہیں ہوگا۔

ہمارے بڑے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سرکاری افسر اُن سے ملنے کے لیے آئے، اُس نے کہا کہ حضرت کوئی وظیفہ بتائیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ سرکاری کام کو خدمتِ خلق کی نیت سے کرنا یہ وظیفہ ہے، اس کا خیال تھا کہ بتائیں گے کہ اتنی ہزار دفعہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھے، اتنی ہزار دفعہ یہ پڑھے وہ پڑھے لیکن حضرتؒ نے کہا کہ سرکاری کام کو خدمتِ خلق کی نیت سے کرنا یہ وظیفہ ہے۔ ملازمت کو حلال روزی کی نیت سے کرنا اہم فریضہ ہے کہ اس میں کوتاہی کا مرتکب ہو کر روزی ہی کہیں حرام نہ ہو جائے کیونکہ اللہ کے تعلق کی پہلی شرط یہی ہے اور اس ملازم کے لیے نفلی اعمال میں لگنے سے زیادہ اپنی ملازمت کا اہتمام ضروری ہے، اگر ایک شخص رات کو اتنے نوافل پڑھتا ہے کہ اس کے نتیجے میں آرام کی کمی ہو جاتی ہے، صبح ملازمت کا کام درست طریقے سے نہیں کر پا رہا۔ بات بات پر ماتحتوں کی ڈانٹ ڈپٹ کر رہا ہے، چڑچڑا پن پیدا ہونے کی وجہ سے گھر والوں کے لیے مصیبت بنا ہوا ہے، تو ایسا شخص اللہ کا تعلق حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسے الاھم فالاھم کا اصول ہی معلوم نہیں اور یہ نوافل کے اندر لگ کر معاملات اور معاشرت کے اہم فرائض ضائع کر رہا ہے۔

File Adress:

ایک استاد کا حساس ذمہ داری

ہمارے خیبر میڈیکل کالج کا ٹائم ٹیبل ہمیں یاد ہے، ایسا تھا کہ آٹھ بجے حاضری ہوتی تھی، پانچ بجے مغرب کی اذان ہوتی تھی، ۸ تا ۵ ہمارے سٹڈی کا دورانیہ ہوتا تھا، ۸ تا ۹ ایک کلاس، ۹ تا ۱ وارڈ کی ڈیوٹی، ۱ تا ۲ نماز اور کھانے کا وقفہ اور ۲ تا ۳ کلاس اور ۳ تا ۵ وارڈ کی ڈیوٹی، اور ۵ بجے چھٹی ہوتی تھی۔ ۲ تا ۳ کلاس پرنسپل صاحب خود جو ریٹائرڈ میجر جنرل تھے لیتے تھے اور باقی کلاسیں سینئر پروفیسر لیتے تھے۔ پرنسپل صاحب ایسا اللہ کا بندہ تھا، اُس نے کہا ہوا تھا کہ برخوردار آپ کا چونکہ وقفہ ہوتا ہے لہٰذا حاضری کے لیے ۵ منٹ پہلے پہنچیں، ۵ منٹ کم ۲ پر حاضری شروع ہوئی، ۲ بجے حاضری ختم اور سامنے گھڑی رکھ کر وہ ۲ بجے بولنا شروع کر لیتا تھا۔ جب سیکنڈ کی سوئی ۳ کو آ کر چھوتی تھی اس کا بولنا بند ہو جاتا تھا، اُس کو دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں ٹھیک کرتے تھے، ۵ منٹ کم ۸ پر اُس کی گاڑی نے اندر ہونا ہوتا تھا۔ اس ۵ منٹ میں وہ اندر جا کر اندر اپنی قراقلی ٹوپی رکھتا (اس زمانے میں بڑے بوڑھے آدمی قراقلی ضرور پہنتے تھے) اور چھڑی لے کر ٹھیک ایک منٹ کم ۸ یا ۸ بجے پر اُس نے گیٹ پر کھڑا ہونا ہوتا تھا۔ نوکری کے آخری دن، دن بھر ڈیوٹی کر کے جب گھڑی نے دو بجے کو چھوا تو دفتر سے نکل کر اس نے اپنے چپڑاسی کو سلام کیا اور اپنے نام کی تختی اُتاری اور جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ۲ بجے تک بیٹھ کر ڈیوٹی کی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ روزی کا دروازہ ہے، اس میں حلال حرام کے مسئلے ہیں، سب کو درست کرنا ہے۔ خواہ ہمارا کوئی ذکر رہ گیا، نوافل رہ گئے، اُس پر باز پرس نہیں ہے، وہ تو مستحبات ہیں، فرائض و واجبات میں کوتاہی ہے، کمی ہے اُس پر باز پرس ہے، پکڑ ہے۔ یہ شریعت کی ایک ترتیب ہے، جس کو لے کر چلنا لازمی فریضہ ہے اس کے بغیر کوئی یہ تصور کرے کہ مجھے اللہ کا تعلق مل جائے گا وہ بے وقوف ہے، احمق ہے، پیدل چل رہا ہے، اس نے شریعت کے مزاج کو ہی نہیں سمجھا۔

File Adress:

ایک بزرگ وفات پار ہے تھے،نزع کی حالت تھی، دوسرے بزرگ ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے، جوں ہی اُن کی وفات ہوئی مہمان بزرگ نے چراغ بجھا دیا، پاس والوں کو حیرت ہوئی کہ اب تو چراغ جلانے کی ضرورت ہے آدمی کی وفات ہوگئی ہے، انہوں نے چراغ بجھا دیا۔ اُنہوں نے کہا: اب یہ چراغ وارثوں کی ملکیت ہے، جب تک میراث تقسیم نہیں ہوئی، اس چراغ کو نہیں جلا سکتے، اب یہ پیسے لو اور تیل لاؤ اور چراغ جلاؤ۔ اتنا فہم اللہ نے اُن کو دیا تھا۔ اِس فہم کے مطابق اُن کے ذمہ عمل بھی واجب تھا۔ جس آدمی کو جس بات کا فہم ہے، اس پر عمل بھی کر کے دکھائے۔

حکیم الامّت، مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے تہجد قضاء ہونے سے یا پڑھنے سے مجھے سروکار نہیں ہوتا لیکن جب یہ اُٹھنے بیٹھنے میں مجلس میں لوگوں کو تکلیف پہنچائے تو یہ اس کا بے تکا پن ہوتا ہے اس پر میں باز پرس کرتا ہوں۔

میں گاؤں گیا تو گاؤں والوں نے کہا کہ ہمارے امیر صاحب کہتے ہیں کہ کیا دنیا کی مصیبتیں ہمارے ذمہ پڑی ہوئی ہیں، سکول کی ڈیوٹی پر جانا ہوتا ہے۔ میں نے کہا: ماشاء اللہ! امیر صاحب تو مفتی ہو گئے ہیں۔ سکول پڑھانے کی مزدوری ان کو دنیا لگتی ہے اور فقط گشت کرنا ہی اُن کے نزدیک دین ہے۔ وہ تو بھائی آپ کا حلال روزی کمانے کا دروازہ ہے۔ وہ دنیا نہیں ہے، عینِ دین ہے اور اس کے بارے میں شریعت کے احکامات ہیں۔

شریعت نے ایسی جامع ترتیب دی ہے کہ اس میں ہر کام کا ایک معیاری طریقہ مقرر ہے، اللہ والے تمام دینی احکام وفرائض کو اسی معیار کے مطابق قائم رکھتے ہیں، اس معیار میں معمولی کوتاہی بھی اللہ والوں کے ہاں گوارا نہیں کی جاتی، خصوصاً ایسے معاملات جن کے ساتھ کسی غیر کا حق متعلق ہو ان میں تو بہت زیادہ احتیاط برتی جاتی ہے، آپ تلاوت

File Adress:

کر رہے ہیں لیکن دوسرے کی نیند خراب کر کے، آپ خیر خواہی اور ہمدردی جتلا رہے ہیں لیکن کسی اور کا حق ضائع کر کے، آپ گشت اور تعلیم کر رہے ہیں لیکن حکومت کو دیئے ہوئے وقت میں خیانت کر کے، تو یہ سب ضائع ہے، کیونکہ فی نفسہٖ یہ کام دین کا حصہ ہیں لیکن ان کے کرنے کی ترتیب شریعت کے خلاف ہے، قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک مظلوم سے خیر خواہی کا جملہ دربار الٰہی میں قابل گرفت سمجھا گیا کیونکہ وہ ایسے وقت میں کہا گیا جب شرعی معیار ابھی تک پورا نہیں ہوا تھا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک بار داؤد علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا، ایک آدمی نے کہا کہ

اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ○ (ص:۲۳)

ترجمہ: یہ جو ہے بھائی ہے میرا، اس کے یہاں ہے ننانوے دنبیاں اور میرے یہاں ایک دنبی پھر کہتا ہے حوالے کر دے میرے وہ بھی اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں۔

اس نے کہا کہ داؤد علیہ السلام یہ میرا بھائی ہے اور اس کی ۹۹ دُنبیاں ہیں اور میری ایک دنبی ہے اور یہ ایک دنبی مجھ سے چھیننا چاہتا ہے اور بولنے میں اور اپنی بات کو پیش کرنے میں زوردار ہے، خوب بولنے والا ہے تو لہٰذا یہ ظلم کر رہا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ

یقیناً تجھ پر ظلم ہوا ہے۔

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام کو فرماتا ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ

File Adress:

النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط
اِنَّ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ م بِمَا
نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ○ (ص: ۲۶)

ترجمہ: اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں، سو تُو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل جی کی خواہش پر، پھر وہ تجھ کو بچلا (بھٹکا) دے اللہ کی راہ سے، مقرر جو لوگ بچلتے (بھٹکتے) ہیں اللہ کی راہ سے ان کے لئے سخت عذاب ہے اس بات پر کہ بھلا دیا انہوں نے دن حساب کا۔

اے داؤد علیہ السلام! ہم نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے تو لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کریں اور خواہش نفس کی پیروی نہ کریں۔ تو کون سی خواہشِ نفس تھی جس کی پیروی ہو گئی تھی؟ کہ آپ کے سامنے ایک آدمی نے بیان دیا اور اُس کے بیان کے بعد آپ نے قال لقد ظلمك کہہ دیا ہے کہ تجھ پر ظلم ہوا ہے، یہ بات آپ نے فریق مخالف کی بات کو سننے سے پہلے کہی ہے، فریق مخالف کو صفائی کا موقع نہیں دیا، اس لیے اس آیت کی کئی تفسیریں ہیں اور سب سے محتاط ترین تفسیر یہ ہے اور اس جگہ جو عتاب ہوا ہے اور سخت الفاظ داؤد علیہ السلام کے لئے منجانبِ اللہ استعمال کئے گئے ہیں تو وہ اس بنیاد پر ہوئے ہیں کہ فریقِ مخالف کو صفائی کا موقع دیے بغیر یہ بات زبانِ مبارک سے نکل گئی تھی کہ تجھ پر ظلم ہوا ہے۔ فریق مخالف کو پوری صفائی کا موقع دیا جائے اور جب اپنی بات پیش کر لے پھر اس پر بحث ہوگی اور پھر اس میں حق ناحق کو چھانٹا جائے گا اور گواہی کی باقی ساری معلومات کو مکمل کر کے پھر فیصلہ کیا جائے گا۔ ایک آدمی سے مسکرا کر بات کی عدالت میں قاضی نے اور دوسرے سے تلخی سے بات کی تو یہ بھی ظلم ہے، دونوں سے ایک طرح کا خطاب کرنا چاہئے۔ تو شریعت کو اتنی لغزش بھی گوارا نہیں اور اس پر تنبیہ ہو رہی ہے، کیونکہ شریعت ایسی جامع ترتیب

File Adress:

ہے، جس میں کسی کا حق ذرہ برابر پامال نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح کا ایک کیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے، یہ کیس قاضی شُریح رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں پیش ہوا ہے، قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں صحابی نہیں ہے، یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے قاضی تھے اور بہت قابل شخصیت تھے، بہت قابل قاضی تھے۔ اُن کی عدالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کیس پیش ہو گیا، اُنہوں نے فرمایا یہ زرہ میری ہے یہودی نے چرائی ہے۔ دعویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا، شرعی حکم ہے جو دعویٰ کرے گا وہ گواہ پیش کرے گا۔ گواہ اگر پیش نہ کر سکا تو جس کے ذمہ مقدمہ ہے مدعا علیہ وہ قسم اُٹھائے گا۔ اُس نے قسم اُٹھالی تو پھر اللہ کے حوالے کرنا ہوتا ہے، پھر غیبی فیصلہ آتا ہے، منجانب اللہ گرفت ہوتی ہے اور بہت سخت گرفت ہوتی ہے۔ اُنہوں نے دونوں کو کھڑا کیا، امیر المومنین بھی کھڑے ہیں اور یہودی بھی کھڑا ہے۔ قاضی نے امیر المومنین کو کوئی کرسی، کوئی اعزاز نہیں دیا۔ کہا: امیر المومنین آپ گواہ لائیں، اُنہوں نے اپنے غلام قنبر اور بیٹے امام حسن رضی اللہ عنہ کو پیش کر دیا۔ قاضی نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں۔ گواہ مجروح ہو گئے، حضرت علیؓ نے کہا کہ قاضی صاحب یہ اُن نوجوانوں میں سے ہیں جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

"الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة"

کہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔

قاضی شریح نے کہا: امیر المومنین وہ آخرت میں ہے، دنیا میں شریعت کی گواہی کا جو اُصول ہے اُس کے مطابق آپ گواہ لائیں، گواہی مجروح ہو گئی اور مقدمہ خارج ہو گیا، یہودی باہر نکلا اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اس انصاف کے لازوال اور بے مثال مظاہرے پر اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرید ہوا، حضرت علی

File Adress:

رضی اللہ عنہ نے ان کو وہی زرہ ہبہ کی (مفت دے دی) اور یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔

اسلام میں قضا کا دائرہ اختیار

اسلامی شریعت میں عدلیہ انتظامیہ سے برتر ہے، خلیفہ یا بادشاہ کوئی بھی ہو اُس کو قاضی بلائے تو اُس کے آگے جواب دہ ہے، بادشاہ اور خلیفہ قاضی کے فیصلے کا پابند ہے اور قاضی بادشاہ یا خلیفہ کے فیصلے کا پابند نہیں ہے۔

جب اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ نے امبیلے کے مقام پر انگریزوں کے ساتھ جہاد کیا، سخت خونریز جنگ ہوئی جس میں انگریزوں کو شکست ہوئی۔ اس میں اخوند عبدالغفورؒ خود بنفسِ نفیس لڑے ہیں۔ ریاستِ سوات اُنہوں نے قائم کی اور انگریز نکل گئے تو اُنہوں نے انتظامی اُمور کے لیے پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے میاں اکبر شاہ کو بادشاہ بنایا۔ فیصلے اور قضا عبدالغفور باباؒ کے ہاتھ میں تھی اور انتظامی اُمور میاں اکبر شاہ کے ہاتھ میں تھے میاں اکبر شاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جہاد میں کافی کام کئے ہوئے تھے، مجاہد تھے اور پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی ایک وجاہت تھی، لوگ اُن کی بات مانتے تھے اس وجہ سے اُنہوں نے کہا کہ انتظامی اُمور میں یہ ہوں لیکن وہ اخوند صاحبؒ کے سامنے جوابدہ تھے۔ میاں اکبر شاہ کا بیٹا یا پوتا عبدالجبار قادیانی ہوگیا۔ قادیانیوں نے شروع سے اس بات کی کوشش کی ہے کہ قادیانی ریاست بن جائے۔ ایک اُنہوں نے کوشش کی ہے سوات کی ریاست کو لینے کی جس میں اُس وقت کے والی نے قادیانی مذہب قبول کرلیا۔ اس پر دوبارہ جہاد ہوا ہے جس میں سنڈاکے ملا صاحبؒ جو خلیفہ تھے عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے، نے قادیانیوں کا زور ختم کیا ہے اور پھر شہزادہ عبدالودود (بادشاہ صاحب)، جو پوتے تھے اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے اُن کو بادشاہ بنایا۔ سوات میں شرعی نظام ہم نے نافذ

File Adress:

دیکھا ہے۔جس وقت یحییٰ خان کا مارشل لاء لگا ہے اس وقت ریاستیں ختم ہوئی ہیں۔ بادشاہ صاحب پورے باشرع تھے، مسنون لباس پہنا ہوتا تھا۔ سر پر کلا اور پگڑی باندھی ہوتی تھی۔ فارسٹ کالج کی مسجد کے افتتاح میں آئے تھے۔ اس میں ہم موجود تھے۔ یہ مشورہ ہوا کہ نماز بھی بادشاہ صاحب پڑھائیں گے کیونکہ شریعت سے واقف آدمی تھے، مگر وہ مسافر تھے اُن کی دو رکعتیں تھیں تو اس خدشے کے پیشِ نظر کہ لوگوں کو سمجھ بوجھ ہے نہیں وہ چار رکعت گڑ بڑ کر لیں گے تو نماز پھر قاضی نورالحق ندوی صاحب نے پڑھائی اور بادشاہ صاحب نے آخر میں دو تین منٹ تقریر کی۔

جس مضمون کو آج بیان کرنا تھا وہ یہ ہے کہ تعلق مع اللہ کا دروازہ کھولنے کے لیے پوری شریعت پر محتاط عمل پہلی شرط ہے۔ آیا وہ، عقائد ہیں یا عبادات ہیں، معاملات ہیں یا اخلاقیات ہیں یا معاشرت ہے، سب کو برتنا لازمی وضروری ہے۔ ہمارے حضرت جی مولانا یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑے ایمان پر بھی آدمی عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے، قوی ایمان والا آدمی معاملات کو درست کر سکتا ہے، اس کے لئے زیادہ قوت والے ایمان کی ضرورت ہے کہ آدمی اپنے معاملات کو بھی درست کر لے اور حکومتی اُمور کو سنبھالنے کے لیے تو بہت زیادہ قوی ایمان کی اور فہم کی ضرورت ہے ورنہ آدمی پھسل جاتا ہے۔ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہؓ جیسی بڑی شخصیات میں کس قدر اختلاف، جدال اور قتال ہوا ہے جس کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی کے ساتھی خوارج بنے اور اُس تقویٰ کے دور میں اپنی سازشوں سے اتنے مخلصین حضرات کے درمیان اختلاف اور غلط فہمی پیدا کی۔ یہ اُن کی غلط فہمیاں تھیں غلطیاں نہیں تھیں۔ غلطی تو کسی بات کی برائی کو جانتے ہوئے نیت کر کے اس کے خلاف کرنے کو کہتے ہیں۔

ثاقب صاحب ہمارے ساتھی ہیں جو رسالہ غزالی کے ایڈیٹر ہے، وہ اپنے علاقے

File Adress:

کے کسی خان کے مرنے کا واقعہ بیان کررہے تھے کہ مرتے وقت کہہ رہا تھا کہ میں نے بہت حرام مال جمع کیا ہے، میری تو دوزخ ہوگئی لیکن اولاد تو میری آسودہ ہوگئی، میں نے کہا: بڑے حوصلے اور جرأت والا آدمی تھا۔قرآن پاک کی آیت ہے:

فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ ۔(البقرۃ:175)

سوکس قدر بہت صبر کرنے والے ہیں وہ آگ پر۔

اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ آگ کو سہنے کے لیے تیار ہوئے بیٹھے ہیں کہ اس کو سہیں گے۔غلطی کہتے ہیں کسی بات کی غلطی کو جانتے ہوئے ہٹ دھرمی سے نیت کرکے اس کو کرنا اور غلط فہمی کہتے ہیں کہ کسی بات کو آدمی اپنی طرف سے ٹھیک سمجھ رہا تھا حق سمجھ رہا تھا اس کو کرلیا۔

حکومتی امور میں آدمی کو جب اللہ تعالیٰ اقتدار دے دے، اُس کو لوگوں پر بس دے دے، اُس وقت یہ بات اس کو ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ذاتی انتقام نہیں لینا چاہئے۔شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہوا ہے جب تو فیصلہ کررہا ہے اور حکم نافذ کررہا ہے تو اس بات کو بھی سوچا کر کہ کل اگر اس جگہ پر تو ہوا جس جگہ پر آج یہ آدمی ہے تو پھر تیرا کیا ہوگا؟ اس بات کو آدمی ذرا سوچ لے۔ ہمارے ایک بزرگ خیال محمد صاحب حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے آئے، اُنہوں نے کہا: مولانا صاحب! بھٹو جیل میں ہے، بہت قابل آدمی ہے، عالمی سیاست کا بہت ماہر ہے اور یورپی سیاستدانوں سے ٹکر لے سکتا ہے، اس کو نکال کر دوبارہ وزیراعظم بنانا چاہیے، مولانا صاحب نے فرمایا: نہیں اس سے دین کو نقصان ہوگا۔وہ بحث کرتے رہے تو آخر اُنہوں نے کہا کہ میں اس کے سامنے دو باتیں رکھوں گا، ایک یہ کہ ٹیلی ویژن پر آکر جو اس نے الیکشن میں دھاندلی کی ہے اس کا اقرار کرلے اور ساری قوم کے سامنے معافی مانگے اور دوسرا وعدہ کرے کہ یہ دوبارہ اقتدار میں آکر

File Adress:

انتقام نہیں لے گا۔ وہ بزرگ ملنے کے لیے گئے، واپس آئے تو اُنہوں نے کہا کہ انتقام نہ لینے کا وعدہ نہ کر سکا۔ بس پھر اب اس کے بچنے کے حالات نہیں ہیں، کیونکہ تو معافی چاہتا ہے تو تجھے بھی معاف کر دینا چاہیے، تو اللہ پاک سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتا ہے اور مشکلات کا حل چاہتا ہے تو تُو بھی لوگوں کے لیے مشکلات نہیں پیدا کرے گا۔

ریگولیشن میں ہمارے ایک افسر ہوتے تھے، رول ریگولیشن کوٹ (quote) کر کر کے لوگوں کو بہت پریشان کر رکھا تھا، سارا دن لوگ آتے اور ان سے لڑتے۔ یہ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اُن افسر کا اتفاق سے ہمارے ساتھ تعلق تھا، واقفیت تھی، لوگ میرے پاس آتے، میں کہتا کہ بھائی رول ریگولیشن کی بات ہے، اس میں میں کیسے مداخلت کروں۔ ایک آدمی جو قانون کو نافذ کر رہا ہے، صحیح قانون کو چلا رہا ہے اس کو ہمت دلانی چاہیے، حوصلہ دلانا چاہیے، اب آپ سفارشیں کراتے ہیں۔ ایک دن اس طرح ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کو اسلامیہ کالج پشاور میں داخل کر رہے تھے۔ بیٹے سے کہا کہ جا کر انٹرویو دے آؤ۔ بیٹا تھا کدو، آ کر چپڑاسی سے پوچھا کہ انٹرویو کب ہے اُس نے کہا: کل ہے۔ یہ چلا گیا اور انٹرویو ہو گیا۔ دوسرے دن آیا، انٹرویو تو کل ہو گیا تھا، سلیکشن ہو گئی تھی، سیٹیں بند ہو گئی تھیں، رول میں پکڑے گئے، پھر پھر کے پھر پھر کے شامت ہو گئی، مسئلہ نہیں حل ہو رہا، آخر وزیر اعلیٰ سے کہلوایا اور وزیر اعلیٰ نے اپنے صوابدیدی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اُن کے بیٹے کو داخلہ دلوایا۔ میں نے ایسے ہی مذاق سے کہا کہ جناب عالی! جس رول کو آپ Quote کیا کرتے تھے اُس کا پھندہ آپ کی طرف آیا ناں، میں نے کہا: قانون کا پھندہ کتنا مشکل ہوتا ہے، دوسرے کو جب پھندہ ڈالتا ہوں تو مجھے تو پتہ ہی نہیں چلتا، لیکن وہی پھندہ میری طرف آتا ہے تو اُس وقت پتہ چلتا ہے کہ کتنی مشکلات ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل رضی

File Adress:

اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے، تو فرمایا: ''بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا'' کہ بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ اور ''یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا'' آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ شرعی قوانین کے نفاذ میں کوتاہی کی جائے اور لوگوں کو جائز ناجائز کی کھلی چھوٹ دی جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں شرعاً گنجائش ہو وہاں لوگوں کو گنجائش دو، اجتماعی کاموں میں آسان اور رخصت والی ترتیب کو اختیار کرو، تاکہ سارے لوگ اس کو خوشی سے اپنا سکیں۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ تعلق مع اللہ کے لیے تو پوری شریعت پر **الاھم فالاھم** کے اُصول کے تحت عمل ضروری ہے۔ صرف کثرتِ ذکر سے، صرف کثرتِ تلاوت سے، صرف کثرتِ نوافل سے اللہ کا تعلق پیدا نہیں ہوتا۔ آدمی معاملات کو خراب کر رہا ہو، اخلاق کا گندہ ہو، آج کل تو میٹھی میٹھی باتیں کرنے کو مولوی صاحبان اخلاق سمجھتے ہیں۔ صوفیاء نے جو اخلاق بیان کیے ہیں، اخلاقِ فاضلہ اور اخلاقِ رذیلہ کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا سے باطن کا پاک ہونا اور اخلاص، تواضع، ہمدردی، خیر خواہی کا باطن میں جاگزیں ہونا یہ اخلاق ہیں۔ اگر ایک شخص اخلاق کا گندہ ہے اور کثرتِ نوافل والا ہے تو صرف کثرتِ نوافل پر تعلق مع اللہ نہیں پیدا ہوتا، اس لیے تربیت میں شریعت کی پوری کی پوری باتوں کو سیکھنا ہوتا ہے اور اُن پر عمل کرنا ہوتا ہے اور ترتیب پر چلنا ہوتا ہے۔

اگر ایک آدمی کے ذمے فرض نمازیں باقی ہیں، فرض روزے باقی ہیں، زکوٰۃ باقی ہے، عشر باقی ہے، حج باقی ہے، تو اس کے لیے نوافل پڑھنا، نفل صدقے دینا، ضیافتیں اور دعوتیں کرنے سے پہلے ان ضروری باتوں کا پورا کرنا ہے، یہ تہجد کے دو رکعت کے علاوہ نوافل کے اوقات قضا نمازوں کو لوٹانے میں لگائے گا، یہ ذمہ میں باقی رہنے والے زکوٰۃ اور عشر کی ادائیگی کی فکر کرے گا، اس کے لیے نفلی خیراتیں درست نہیں، الاھم فالاھم کے اصول

File Adress:

کے تحت یہ سب سے پہلے اپنے سر سے فرائض کا بوجھ اتارے گا، جس شخص کے ذمے فرائض وواجبات باقی ہوں اور یہ نوافل میں لگ رہا ہو تو اس پر تعلق مع اللہ کا دروازہ نہیں کھلتا۔ اسی طرح اگر کسی سے قرض لے رکھا ہے تو پہلے قرض کی ادائیگی لازمی اور ضروری ہے، اگر قرض دار آدمی نفلی صدقات کرے یا دعوتیں اور ضیافتیں کریں تو یہ مکروہ ہے۔ اسے پہلے دوسرے کا لازمی حق پورا کرنا چاہیے۔ یہ شریعت کی ترتیب ہے۔

ہمارا ایک ساتھی آیا اُس نے کہا ڈاکٹر صاحب میں چھٹی کے بعد تبلیغی مرکز میں سارا وقت وقف کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے بال بچوں کا کیا ہوگا؟ اُس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! جب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اللہ نے ضائع نہیں کیا تو ہماری اولاد کو بھی ضائع نہیں کرے گا۔ میں نے کہا: جناب! ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذمہ داری اُٹھائی تھی جبکہ تیرے بال بچے اللہ نے تیرے ذمہ لگائے ہیں، اُن کی تربیت تیرے ذمہ ہے، سب سے پہلے اپنے آپ کو آگ سے بچانا ہے، پھر اپنے بال بچوں کو آگ سے بچانا ہے، اُس کے بعد پھر باقی۔ یہ ترتیب ہے شریعت کی:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

یہ تربیت تو آپ کے ذمہ فرض واجب کے درجے میں ہے، اس کو پہلے نبھانا ہے ورنہ ترتیب پر عمل نہ ہوا اور ہمارا تجربہ ہے کہ جو ترتیب کے مطابق عمل نہیں کرتا ایسی مشکلات میں پھنس جاتا ہے کہ اُس کا کوئی حل نہیں ہوتا۔ چنانچہ چند دنوں بعد اس کی بیوی نے بتایا کہ اس کا بیٹا آوارہ ہو گیا ہے، یہاں تک کہ رات کو بھی گھر نہیں آرہا تھا، ڈھونڈنے سے پتہ چلا کہ خیبر ہسپتال کے برآمدے چونکہ گرم ہوتے ہیں لہذا رات اس کی وہاں گزرتی ہے، اب چودہ پندرہ سال کا خوش شکل لڑکا اور رات اس کی باہر۔۔۔!!

ایک خانقاہ سے آدمی آئے، اُن سے عرض کیا کہ آپ لوگوں کے پاس رات کے ۱۲

File Adress:

بجے آدمی پہنچتے ہیں اور اڑھائی بجے آپ اُن کو پھر جگاتے ہیں، تو اُنہوں نے کہا کہ مجاہدہ کرایا جاتا ہے تاکہ آدمی کچھ لے کر جائے۔ میرے بھائی! اس طرح کے مجاہدات مسلسل رہیں تو آدمی صحت کھو دیتا ہے، پھر فرائض واجبات پر چلنے کے حالات نہیں رہتے۔ شریعت میں مجاہدہ فقط احکامِ الٰہیہ کو پورا کرنے کے لیے تکالیف اٹھانے اور اُن کو برداشت کرنے کو کہا گیا ہے اور گناہوں سے بچنے کی جو تکالیف ہیں اُن کو برداشت کرنے کو کہا گیا ہے، شرعی مجاہدہ اتنا ہی ہے، باقی جو صوفیاء کراتے ہیں وہ معالجہ ہے مجاہدہ نہیں ہے اور معالجے میں ایسی سخت تکالیف میں ڈال دینا کہ صحت ہی ضائع ہو جائے، اس کی تو محققین صوفیاء نے اجازت نہیں دی ہے۔ یہ پورا فن ہے اور یہ حدیث اور تفسیر کے دوروں کے علاوہ فن ہے اگرچہ اُسی سے مستنبط ہے۔ لیکن جس نے اس شعبے میں کام نہ کیا ہو وہ مدرسہ کا کتنا ہی ماہر اُستاد کیوں نہ ہو تربیت کے فن کا ماہر نہیں ہوتا۔

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے پاس ایک اہلحدیث مولوی صاحب آئے ہوئے تھے، اتنے میں کوئی مرید آیا، اُس نے کہا: حضرت جذباتِ شہوانیہ بہت طاری ہوتے ہیں، بدکاری کے جذبات طاری ہوتے ہیں تو اہلحدیث نے آپ کے بولنے سے پہلے جواب دے دیا کہ روزے رکھو۔ اُس نے کہا: روزے رکھے ہیں، اُس سے شہوت اور زیادہ ہوگئی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہوا کہ اب ماہر حدیث صاحب جواب دے۔ اب وہ خاموش کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: برخوردار! حدیث شریف میں آیا ہوا ہے کہ کثرت سے روزہ رکھے، محض روزے رکھے نہیں کہا ہوا، جب آدمی تھوڑے روزے رکھتا ہے، دو چار روزے رکھتا ہے تو اُس سے جذباتِ شہوانیہ اور اُبھرتے ہیں کیونکہ بدن کی رطوبتیں جب کم ہوتی ہے اور ہم عام طور پر تو لوگ Over eating کرتے ہیں،

File Adress:

کھانا ہر آدمی زیادہ کھا رہا ہے، جب کھانے کا بوجھ بدن سے ہٹتا ہے اور رطوبتیں کم ہوتی ہیں ،تو ڈاکٹر صاحبان اس بات کو سمجھتے ہیں Hormones concentrate ہوتے ہیں ،تو جذبات پھر اُبھرتے ہیں، اور جب روزہ کثرت کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے نفس کے اندر ٹوٹ پھوٹ آتی ہے، شکستگی آتی ہے، جو جذبات کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ جس آدمی نے اس فن کو برتا ہوا ہوتا ہے، تربیت کا اُسی کو تجربہ ہوتا ہے۔

یہ تو ایسا فن ہے کہ شیخ کامل ہو اور مرید فہیم و مخلص ہو اور پوری شریعت کی الا ہم فالا ہم کے اصول کے تحت تربیت لے لے تو دنیا و آخرت کے لحاظ سے کامیاب ہو کر نکلتا ہے۔ کمی تب رہ جاتی ہے جب یا شیخ اناڑی ہے یا مرید بے احتیاط ہے، تعلیمات پر عمل نہیں کرتا۔ یا بتانے والے نے تعلق مع اللہ محض کثرتِ نوافل اور کثرتِ ذکر بتایا ہے اور باقی زندگی میں روک ٹوک، چھان بین اور تراش خراش نہیں کر رہا تو شخصیت کا نقص رہ جاتا ہے۔

File Adress:

File Adress:

حضرت علاؤالدین صابر کلیریؒ کا مقام ولایت

استقامت فی الدین کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ولایت کب ملتی ہے؟ اولیاء اللہ کے سرتاج خواجہ علاء الدین صابر کلیریؒ کا تعارف، مجاہدات، سفر ولایت اور سبق آموز احوال زندگی، محدث ابوقلابہؒ کی زندگی کے آخری حالات، اوران جیسے مہم عنوانات پر پرتاثیر وعظ اور دلچسپ معلومات۔

File Adress:

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلَائِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَہِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ وَمَا یُلَقّٰہَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا۔ وَمَا یُلَقّٰہَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم۔

رب اشرح لی صدری ویسّر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی۔

حضرت مولانا صاحب نے یہ آیتیں تلاوت کیں تو دل میں آیا کہ انہیں کے تحت کچھ عرض کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

File Adress:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ

یعنی بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، یعنی دین میں آ گئے۔

مکمل دین: تین چیزوں کا مجموعہ

تو پہلے دین کی تعلیم میں الفاظ سیکھنا ہے، پھر معانی کا علم حاصل کرنا ہے اور پھر اس علم کو برتنا اور عمل میں لانا ہے، تب دین کی ترتیب مکمل ہوتی ہے۔ مولوی صاحب! دین صرف الفاظ و معانی کے سیکھنے اور فارغ ہونے کا نام نہیں بلکہ الفاظ و معانی کا علم سیکھنے کے بعد عمل کی ترتیب سے گزرنے اور برتنے کا نام ہے۔ اس لئے فرمایا کہ دین کا علم تو آ گیا لیکن ''استقامت فی الدین''، یعنی اس علم دین پر استقامت کے ساتھ عمل حاصل ہو اور اس کو برتا جائے تو تب بات مکمل ہوتی ہے، یہاں 'ثم' استعمال ہوا ہے جو عربی گرامر میں ''تراخی'' کے لئے آتا ہے، یعنی کسی شئ کا کچھ وقت گزرنے کے بعد حاصل ہونا، اس سے واضح ہوا کہ ''استقامت فی الدین'' اور دین کو برتنے کی جدوجہد وقت چاہتی ہے، کوشش چاہتی ہے اور اس میں محنتیں لگتی ہیں تب جا کر کہیں یہ حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے اسلاف استقامت فی الدین کو حاصل کرنے کے لئے بارہ بارہ سال لگایا کرتے تھے۔ اس کے بعد تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلَآئِکَۃُ والی بات حاصل ہوتی ہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو، کیونکہ آگے تمہارے لئے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور تمہیں اس جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ یعنی ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے ساتھی رہیں گے، تو اتنی جدوجہد اور محنت کے بعد اللہ تعالیٰ کی ولایت اور تعلق ملتا ہے، لیکن جب یہ بات ہو جائے تو پھر تو مزے ہی مزے ہیں، وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا

File Adress:

مَآ تَدَّعُوْنَ اور جنت میں تمہارے لیے من چاہی اور منہ مانگی چیزیں ہیں اور مانگنے کی ضرورت بھی نہیں ہوگی بلکہ یہ نُزُلاً مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ یعنی اللہ غفور رحیم کی طرف سے بطور مہمانی ہوں گی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اور اس سے بہتر کس شخص کی بات ہوسکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اور اطاعت کے اظہار کے لیے کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ۔ اور نیکی اور برائی برابر نہیں بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ آپ نیکی کے ذریعے برائی کو مٹائیں۔ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ اس وقت تیرا جانی دشمن تیرا جگری دوست بن جائے گا۔ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا۔ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۔ اور یہ نیکی کے ذریعے بدی کو مٹانے کا حوصلہ اور بات تو بڑے ہی صبر والوں اور بڑے ہی نصیبہ وروں کو ملتی ہے۔ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اور اگر اس جذبے پر عمل کرنے میں شیطان رکاوٹ پیدا کرے تو اللہ کی پناہ حاصل کریں۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور اس کی پناہ حاصل کرنے کا مطلب ہے کہ وہ سننے والا ہے۔ تیرے پناہ مانگنے کو سنے گا اور جاننے والا ہے۔ تجھے شیطان کی رکاوٹوں سے نجات دے گا۔

تو میرے بھائی! استقامت فی الدین حاصل کرنے کے لیے ایک ترتیب ہے، ایک محنت ہے، جس میں خود کو بنانا ہوتا ہے۔ ابھی تبلیغی جماعت کی تحریک کی بات ہو رہی تھی۔ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کو اپنی اصلاح کی ترتیب پر جاری کیا تاکہ اپنے آپ کو بنایا جائے۔ اس میں بننا اصل ہے۔ نکلنا بننے کے لیے وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اگر تبلیغی کارکن نے لوگوں کو دلائل اور باتوں سے متأثر کر کے جماعت میں نکالنے کی مہارت حاصل

File Adress:

کر لی لیکن خود نہ بن سکا تو گویا کچھ حاصل نہ ہوا اور یہ جو سیاسیوں کے جلسے جلوس ہیں یہ آخرت والی ترتیب نہیں ہے۔ یہ سیاسیوں کی سیٹ ایڈجسٹمنٹ، سیاسیوں کے اتحاد، یہ آخرت والی ترتیب نہیں ہے۔ یہ سیاسیوں کی سیٹ ایڈجسٹمنٹ، سیاسیوں کے اتحاد، یہ آخرت والی ترتیب نہیں ہے۔ یہ سیاسیوں کی سیٹ ایڈجسٹمنٹ، سیاسیوں کے اتحاد، یہ آخرت والی ترتیب نہیں ہے۔بعض باتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دفعہ اور بعض کو سات دفعہ فرمایا کرتے تھے۔ چار دفعہ میں کہہ چکا ہوں۔

یہ سیاسیوں کی سیٹ ایڈجسٹمنٹ، سیاسیوں کے اتحاد، یہ آخرت والی ترتیب نہیں ہے۔ یہ سیاسیوں کی سیٹ ایڈجسٹمنٹ، سیاسیوں کے اتحاد، یہ آخرت والی ترتیب نہیں ہے۔ یہ سیاسیوں کی سیٹ ایڈجسٹمنٹ، سیاسیوں کے اتحاد، یہ آخرت والی ترتیب نہیں ہے۔اس بات کو مجھے سات بار کہنا پڑا!

جماعت میں نکلنے والا ہمیشہ یہ نیت کر کے نکلے کہ میں خود سیکھنے جا رہا ہوں، میں خود اپنی اصلاح کے لئے جا رہا ہوں، میں اپنی اصلاح کے لیے کتاب پڑھوں گا، میں اپنی اصلاح کے لیے بیان کروں گا، میں اپنی اصلاح کے لےگشت کروں گا تا کہ اس سے میرا نفس اپنے رذائل کی جانب متوجہ ہو، میرا دل متوجہ ہو، میرے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو اور میں علم کے مطابق عمل کروں۔

سلاسل کی محنت اور اولیاء کرام کے مجاہدات

استقامت فی الدین اور اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق حاصل کرنے کے لیے سلاسل کی محنت رائج ہے، اس راہ میں اللہ والوں نے بڑے بڑے مجاہدے کیے ہیں اور اس تعلق کو حاصل کر کے، سنبھال کر آگے پہنچایا ہے۔ ہمارے سلسلہ کا نام چشتیہ صابریہ ہے۔ ساتویں صدی سے سلسلوں کے نام چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شاذلیہ، کبرویہ ہو گئے۔ ان

File Adress:

میں سے چار سلاسل ہمارے علاقوں میں چلے ہیں اور شاذلیہ اور کبرویہ عرب دنیا اور افریقہ میں چلے ہیں۔ سلسلہ چشتیہ میں خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے خلیفہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے اور ان کے خلیفہ بابا فریدالدین گنج شکرؒ ہوئے ہیں اور بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے دو مشہور خلیفہ ہوئے ہیں۔ علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ اور نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ۔ علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فریدالدینؒ کے بھانجے ہیں اور بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی ایک شادی سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی سے ہوئی تھی جو ہندوستان کا بادشاہ تھا۔ یہ بنیادی طور پر افغانستان کے شہر ہرات کے رہنے والے تھے۔ ان کی بہن کو پتہ چلا کہ میرے بھائی بڑے کامل بزرگ ہیں اور ان کی بہت بڑی خانقاہ ہے اور بہت سے لوگ ان کے مرید ہیں تو وہ بھی اپنے بیٹے کو لے کر بھائی کے پاس آئیں کہ اس کو ان کے حوالے کروں گی تا کہ اس کو دین سکھائیں، تقویٰ سکھائیں اور ان کو اپنی طرح بنائیں۔ بہن نے کہا کہ علاؤالدین کو میں نے آپ کے حوالے کیا اور آپ اس کو علم و عمل سکھائیں۔ انہوں نے کہا علاؤالدین نوعمر لڑکا ہے ابھی کھائے پیئے آرام کرے، کچھ صحت و جان بنے، پھر مجاہدات و ریاضت میں ڈالیں گے۔

پہلے پچیس سال تو جان بنتی ہے، آدمی ظاہری علم، ظاہری ہنر سیکھتا ہے، طالب علم دین سیکھتے ہیں، ہماری طرح لوگ ہنر سیکھتے ہیں تا کہ اپنے لئے روزی کمائیں۔ تو ہڈیاں بڑھتی اور مضبوط ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان موجود ہیں، انسانی بدن کی ہڈیاں پچیس سال تک بڑھتی رہتی ہیں بشرطیکہ وہ جنسی گندگی میں مبتلا نہ ہو۔ جب گندگی میں مبتلا ہوتا ہے تو ہڈیاں بڑھنا رک جاتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان کو پتہ ہے کہ جب آدمی جنسی طور پر بیدار ہو گیا تو ہڈیاں بڑھنا رک گئیں۔ خیر انہوں نے کہا: یہ نوجوان لڑکا ہے، کھائے پیئے آرام کرے پھر اس سے مجاہدات کروائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے کہا کہ برخوردار! تم لنگر کی خدمت کیا کرو۔ تا کہ خود

File Adress:

کھائے اور پیئے اور لوگوں کو کھلائے۔

بڑی جگہوں، بڑی خانقاہوں اور بڑے حضرات کی مصروفیات اتنی ہوتی ہیں کہ زیادہ توجہ کسی چیز کو نہیں دے سکتے اس لئے ہمارے ساتھ بیویاں لڑتی رہتی ہیں کہ گھر کا کوئی پتہ نہیں، یہ کام نہیں کیا، وہ کام نہیں کیا۔ ابھی بھی میں نے فون کھولا تو گھر سے فون آ رہا تھا۔ اُنہیں اس سے کیا غرض کہ یہ تقریر کر رہا ہے۔ مصروفیت اتنی ہوتی ہے کہ ہمارے حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے بھی ہیں اور تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر ہیں۔ میں وہاں نظام الدین کی مسجد میں رہا، مسجد کے اندر کھڑکی ہے جس کے ساتھ متصل کمرہ ہے جس میں پہلے مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ رہا کرتے تھے، پھر حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ رہنے لگے۔ پھر اس کمرے کے ساتھ کھڑکی ہے اور اس سے آگے گھر ہے۔ حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بیس بیس دن تک اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ کھڑکی کھول کر اندر گھر چلے جائیں، اتنی مصروفیت رہا کرتی تھی اور یہ کوئی دکان کی مصروفیت نہیں تھی کہ بکری کا موسم ہے اور آدمی کھڑا ہے، کمر ٹوٹ رہی ہے۔ یا کاشت کا موسم ہے اور زمیندار کھڑا ہے۔ دین کا کام اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کرنے کی مصروفیت تھی۔

بیوی ان کی مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی تھی اور نام اس کا شاکرہ تھا اور ٹی بی کی مریضہ۔ علاج معالجہ ہو رہا تھا لیکن حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا وقت بھی نہیں ملتا تھا کہ عیادت کے لئے جا سکیں۔ آخر لوگوں نے بتایا کہ بیماری اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب بچنے کی امید نہیں رہی، ان کو بڑا افسوس ہوا۔ انہوں نے ایک عورت کو بھیجا کہ تو جا اس کے سامنے میرے خلاف بات کہہ کہ یہ کیا مولوی ہے، تیرا کوئی خیال نہیں رکھتا، تو اتنی بیمار ہے، تاکہ پتا چلے کہ مجھ سے ناراض تو نہیں، کوئی گلہ تو نہیں، کوئی شکوہ شکایت تو نہیں۔ کیونکہ جب بچنے کے حالات نہیں رہے تو میں معافی اور عفو و درگزر وغیرہ کراؤں اور اپنی آخرت کے حوالے سے

File Adress:

اس مسئلہ کو درست کروں۔ اس خاتون نے جا کر جب ان کے سامنے اس طرح گفتگو کی کہ یہ کیسے دین کے کام میں مصروف ہیں کہ تیرا کوئی خیال ہی نہیں رکھتے، تیرے پوچھنے کیلئے بھی نہیں آتے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں وہ دین کے کام میں مصروف ہیں اس وجہ سے وہ میرے پاس نہیں آرہے۔ اگر وہ اپنی مصروفیات کی بناء پر تشریف نہیں لاتے تو مجھے کوئی گلہ نہیں۔ اس سے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو تسلی ہوگئی کہ وہ ناراض نہیں ہیں پھر انہوں نے نماز پڑھتے ہوئے جب سجدہ کیا تو سجدہ میں ہی جان دے دی۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو میرے بھائی! تو دنیا میں اپنے آپ کو مصروف کرتا ہے، تیری کمر میں درد ہوتا ہے، ٹانگیں تیری دکھ رہی ہوتی ہیں، اس پر کاروبار کا اعتماد بنایا ہوا ہوتا ہے اور تو خوش ہوتا ہے۔ اللہ والے اس سے زیادہ جان توڑ کر دین کا کام کرتے ہیں۔

ہمارے ایک بزرگ مولانا عبدالغفور مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مدینہ میں نقشبندیہ سلسلہ کی خانقاہ تھی۔ سعودی سلاسل کے سخت ترین مخالف ہونے کے باجود ان کی اتنی قدر کیا کرتے تھے کہ ان کو 'شیخ الدراویش' فقرا اور درویشوں کے شیخ کے نام سے پکارتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رات کو کوئی حاجی کبھی بارہ بجے جا بھٹکتا، کبھی دو بجے جا بھٹکتا، جب دروازہ بجاتا، کبھی ایک بجے کبھی دو بجے تو یہ کہتے کہ اوہو! بے چارے کو بڑی تکلیف ہوئی، پھر اسے لاتے، اس کے بعد کھانے کا بندوبست کرتے، آرام کا بندوبست کرتے۔ ہمارے زمانے کے جو سلسلے چلانے والے ہیں اگر ان کے پاس کوئی ایسے وقت میں جائے تو ڈانٹ پڑ جاتی ہے کہ یہ کیا میرے ملنے کا وقت ہے؟ میں نے لکھا ہوا نہیں ہے؟ میرے آرام کا کوئی خیال نہیں؟ ہاں بھئی! اللہ والوں نے تو اس معاملے میں اپنے آپ کو پیش کیا ہوتا ہے، اپنی ساری

File Adress:

خواہشوں کو، اپنی راحت وآرام کو قربان کیا ہوا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب! ساری رات تہجد پڑھنا آسان ہے لیکن ایک گھنٹی پر بے وقت اٹھنا اور اپنے نفس کو قابو میں رکھنا یہ بڑا مجاہدہ ہے۔ ہم فقراء اپنے مرید کی ان باتوں کو دیکھتے رہا کرتے ہیں۔ ذکر واذکار کی پابندی کر رہا ہے، تہجد کی پابندی کر رہا ہے، ٹھیک ہے یہ تو ہو گیا ماشاء اللہ۔ لیکن جس بات کو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بنا ہے کہ نہیں بنا، وہ تو امتحانوں کے بعد پتہ چلتا ہے۔

ہمارے یہاں پر ایک پروفیسر صاحب تھے، کچھ لوگوں کو میں نے بیعت کی اجازت دے دی تو انہوں نے گلے شکوے کئے۔ ہمارے سلاسل میں گلے شکوے چلتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا: میں کیا کروں؟ میرا ایک مُرید، سائل، حاجت منداس کے دروازے پر گیا اور یہ گھر میں موجود ہونے کے باجود نہیں نکلے۔ تو یہ بہت سے مجاہدات کرے۔

؎ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

کروبیاں یعنی فرشتے۔ کروبی ایک فرشتہ، کروبیاں بہت سارے فرشتے۔ اگر اللہ تعالیٰ محض عبادت اور نماز روزہ کروانا چاہتا تو سارا آسمان فرشتوں سے بھرا پڑا تھا۔ آسمان فرشتوں کے بوجھ سے چرچراتا ہے، کوئی رکوع میں ہے، کوئی سجدہ میں ہے، کوئی قیام میں ہے اور اللہ کی یاد سے آسمان گونج رہے ہیں لیکن ان سب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ

(البقرۃ:30)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کر رہا ہوں، فرشتوں نے کہا کہ تو اس کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو زمین میں فساد کرے گا، خون بہائے گا اور ہم تو آپ کی

File Adress:

تسبیح وتقدیس بیان کرتے ہیں۔یعنی عبادت کا کام تو ہم کر رہے ہیں۔

قَالَ إِنِّيٓ أَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُونَ.

کہا: جس بات کو میں جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے۔

بات صرف ذکر و تسبیح اور عبادت کی نہیں بات کچھ اور ہے۔بات کیا ہے؟ وہ بات یہ ہے کہ

؎ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

ہاں میرے بھائی! ورنہ فرشتے کم نہیں تھے۔

خیر جب بارہ سال کے بعد بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی بہن ہرات سے آئیں اور بیٹے سے ملیں تو دیکھا کہ بیٹے کا قد تو لمبا ہو گیا ہے لیکن ہڈیاں اور چمڑا ہے۔بہن نے بھائی کو گلہ کیا کہ تو نے میرے بیٹے کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ 'کیا کیا؟' کہا: 'وہ تو ہڈیاں اور چمڑا بن گیا ہے۔' کہا: 'اس کو بلا کر لاؤ۔' بلا کر لایا۔واقعی دیکھا تو چمڑے اور ہڈیوں کا مجموعہ تھا۔بابا صاحب نے کہا: ''میں نے تجھے لنگر کی خدمت پر نہیں لگایا تھا''۔کہا: ''جی حضرت لگایا تھا۔'' کہا: ''پھر تو اتنا کمزور کیوں ہوا ہے؟'' کہا: ''حضرت آپ نے خدمت پہ لگایا تھا، یہ نہیں فرمایا تھا کہ تو بھی کھانا کھا لینا۔'' کہا: ''تو پھر تُو کیا کرتا تھا؟'' کہا: ''جب لنگر کا کام کر لیتا تھا تو جنگل چلا جاتا تھا۔وہاں گولر کا درخت تھا۔(گولر ایک درخت ہوتا ہے جس پر پھیکا پھل لگتا ہے) میں اس پھل کو جھاڑتا اور کھا لیتا۔میں نے بارہ سال اسی طرح گزارے۔''

رہئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار

File Adress:

اور اگر مرجایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

آہ! جب ہم نے تعلق تیرے ساتھ ہی قائم کیا تو اب ساری دنیا اجنبی ہے۔

؎ چاہ نہ کرنا یہ دل کہتا رہا کہنے دیا
چن لیا میں نے تمہیں سارا جہاں رہنے دیا

چلو بات یاد آ گئی تو آپ کو سنائیں۔ میں جب پشاور یونیورسٹی میں انٹر میں پڑھتا تھا ،تو اس زمانے میں ہندوستانی فلموں کا بڑا رواج تھا۔ ہندوستان کی ایک فلم تھی اس میں ایک گانا تھا بڑا مشہور ہوا تھا اور ہر کوئی اس کو پڑھتا تھا، کالج میں لڑکے ہر طرف اس کو گنگناتے تھے۔ اس کے مقابلے میں میں نے ایک نظم لکھی تھی۔ اس گانے میں کہا گیا تھا:

؎ زندگی اسی کی ہے جو کسی کا ہو گیا۔ پیار میں جو کھو گیا

یہ اس کا شعر تھا۔ ہمارے اتنے زیادہ تقویٰ کے حالات تو نہیں تھے لیکن بزرگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوا تھا۔ ہمارا پہلا اٹھنا بیٹھنا مولانا غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا ہے۔ یہ شخص دینی غیرت کا ایک شعلہ تھا۔ لہٰذا ایسی چیز جہاں سنتے تھے تو مقابلہ کے لئے غیرت بیدار ہوتی اور جذبہ بنتا تھا۔ تو اس کے مقابلے میں میں نے بھی لکھا کہ

؎ زندگی اسی کی ہے جو بھی کہ تیرا ہو گیا
جس میں تیری لگن نہیں سب کچھ وہ گویا کھو گیا
تاروں میں ہے چمک تیری پھولوں میں ہے مہک تیری
چڑیوں میں ہے چہک تیری سبزے میں ہے لہک تیری

جب ہوا چلتی ہے اور سبزہ دائیں بائیں ہلتا ہے تو اس کو لہک کہتے ہیں۔ پوری نظم اب مجھے یاد نہیں۔ اللہ نے بعد میں یہ فالتو کام چھڑا دیا۔ تو سچ بات یہ ہے کہ جب آدمی اللہ کا ہو گیا تو لوگوں نے اللہ کے لیے اپنی چاہتیں، اپنے ارمان، اپنی خواہشات کے مزے ایسے

File Adress:

کچلے ہیں کہ سبحان اللہ! چلئے اس پر ایک واقعہ اور یاد آیا۔

ایک دفعہ میں ویگن میں بیٹھا تو میرے ساتھ ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ یہ آپ کو پہلے سے بتادوں کہ یہ کشف کوئی کمال نہیں، یہ ہندوؤں کو بھی ہو جاتا ہے۔ تو مجھے اپنے قلب سے آواز آئی کہ میرے پاس والا لڑکا یہ پڑھ رہا ہے:

؎ زندگی اسی کی ہے جو کسی کا ہو گیا۔ پیار میں جو کھو گیا

تو میں نے کہا کہ آپ یہ پڑھ رہے ہیں؟ وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ کون آ گیا کہ میں تو دل میں لگا ہوا تھا اور اسے پتہ چل گیا۔ میں میڈیکل کالج میں ٹیسٹ لینے گیا۔ میں نے جیسے قدم اوپر رکھا تو میرے قلب پر جاری ہو گیا:

؎ جانے والے تیرے قدموں کے نشان باقی ہیں

مجھے خیال ہوا کہ کوئی بہت ہی جلا بھنا اندر بیٹھا ہوا ہے اور دل میں یہی شعر گا رہا ہے۔ جی چاہا کہ بورڈ پر لکھ دوں کہ قدموں کے نشان والا پرچے کے بعد ضرور مجھ سے مل کر جائے تا کہ میں اسے بتاؤں کہ 'قدموں کے نشان' کہاں ملتے ہیں، وہ کون سے قدموں کے نشان ہیں جن کے پیچھے دیوانہ ہو جانا چاہیے۔ خیر جی چلیں آپ کو ایک اور واقعہ سناتے ہیں۔ یہ جو غالب کے اشعار پڑھے کہ

رہئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

اس پر آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ مصر میں سروے ڈیپارٹمنٹ کا ایک افسر تھا۔ اس نے کہا کہ میں پہاڑی اور بیابان علاقے میں سروے کر رہا تھا۔ حکومت کے ذمے ہوتا تھا کہ سارے علاقے کا سروے کر کے اس کا ریکارڈ رکھے۔ کہتا ہے سمندر کے کنارے ایک علاقہ تھا، میں اس کا سروے کر رہا تھا، کوئی بھی آبادی وہاں نہیں، وہاں پر کوئی لوگ نہیں

File Adress:

لیکن مجھے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے، میں اس آواز کی طرف چلا، آگے جا کر دیکھا کہ ایک خیمہ ہے، خیر اندر گیا دیکھا کہ ایک آدمی ہے، آنکھوں سے اندھا ہے، پیروں سے معذور ہے، بہت مشکل سے سنتا ہے، اور وہ اللہ اللہ کر رہا ہے اور اللہ کے شکر کے کلمات کہہ رہا ہے میں نے کہا: ''جی! آپ کون ہیں؟ آپ کو کیا مسئلہ ہے؟ آپ تو یہاں پر تنہا ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''میں اکیلا ہی یہاں پر ہوتا ہوں، میرا ایک بیٹا ہے، جو میری خدمت کیا کرتا ہے۔ تین دن سے وہ گیا ہے اور واپس نہیں آیا ہے۔'' میں اس کو ڈھونڈنے کے لئے نکلا تو ایک جگہ بیابان میں دیکھا کہ کسی جانور نے اسے پھاڑ کر مار کر کھالیا ہے۔ سروے افسر کہتا ہے کہ میں نے سوچا: یا اللہ! ایک بوڑھا آدمی، بیابان میں بیٹھا ہوا، ایک ہی اس کا بیٹا، اس کو بھی درندوں نے کھالیا ہے، اب میں جا کر کیسے اس کو بتاؤں۔ خیر میں واپس چلا آیا اور کہا کہ جی! میں تو آپ کے بیٹے کو ڈونڈھنے گیا تھا لیکن اسے کسی شیر نے کھا لیا ہے، مار دیا ہے۔ ان بزرگ نے سنا تو کہا: ''الحمدللہ۔ الحمدللہ۔'' پھر لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور وفات پا گئے۔ میں حیران کہ یا اللہ پاک! ایک مردہ اور ایک میں، اس کو غسل دینا ہے، اس کے لئے قبر کھودنی ہے، اسے کفن دینا ہے!'' اب میں ادھر ادھر دیکھ رہا ہوں کہ لوگ آنا شروع ہو گئے، آرہے ہیں، آرہے ہیں، کوئی اس کے پیر چوم رہا ہے، کوئی ہاتھ چوم رہا ہے، کوئی پیشانی چوم رہا ہے اور اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے کہا: جی! یہ کون بزرگ ہیں؟ اور آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ شیخ الحدیث ابو قلابہؒ ہیں۔ اس وقت دنیا میں جتنا حدیث کا علم ہے ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتا ہے۔ مختلف علاقوں میں جو احادیث چل رہی ہیں ان کی اسناد میں ان کا ذکر ہے۔ بہر کیف ان کو غسل دیا، کفن دیا، وہاں پر دفن کیا۔

چلیے! یہ واقعہ یاد آ گیا علاؤالدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی عرض کر دوں۔ یہ

File Adress:

کئی دفعہ بیان کیا ہے لیکن

؎ حدیث عشق خوشبوداست

وشبلی خوش ترش گفت است

یہ تو بار بار دہرانے کی باتیں ہیں کہ محبت کی بات بھی بڑی پیاری ہے لیکن شبلی نے بیان بھی بڑی پیاری کی ہے۔

علاؤالدین صابر کلیریؒ کامل ہو گئے لیکن انہوں نے مجاہدات اتنے کیے تھے کہ ان کے نفس کا بالکل خاتمہ ہو گیا تھا اور نفس سے کھانا پینا، شادی، بیاہ غرض تمام مزے نکل گئے تھے کیونکہ بارہ سال تک کھانا ہی نہیں ملا۔ کامل ہونے کے بعد یہ تحصیل رُڑکی گئے۔ وہاں ان کو جذب ہوا، ہوش وحواس اُڑ گئے۔ وہی گولر کا درخت۔ اس کی شاخ پکڑ کر ساکت کھڑے ہو گئے۔ نہ کھانا نہ پینا، نہ پیشاب نہ پاخانہ، نہ اٹھنا نہ بیٹھنا۔ بابا فرید الدین صاحبؒ کو اطلاع دی گئی کہ ان کا تو یہ حال ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شمس الدین ترک ان کے پاس جائے شمس الدین ترک بابا فریدؒ کے خلیفہ تھے، بڑے خوش الحان قاری بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ میں چلا گیا، میں نے دیکھا کہ وہ شاخ پکڑ کر کھڑے ہیں، ہو ہی ہو ہے، ہو ہی ہو ہے، تو ہی تو ہے اور بجز اس کے کچھ نہیں۔

ہو میں اتنا کمال پیدا کر

کہ جز ہو کے تو نہ رہے

تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

انہوں نے جا کر ان کے پاس تلاوت شروع کی۔ تلاوت جو سنی تو ہوش وحواس بحال ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ کون ہے؟ کہا: شمس الدین ہوں۔ کہا: اچھا اور تلاوت کرنا۔ کہا: حضرت! میں تو تھک گیا ہوں، کیسے تلاوت کروں۔ کہا: بیٹھ جاؤ نا۔ کہا: حضرت! کیسے

File Adress:

بیٹھوں جب کہ آپ کھڑے ہیں۔ کہا: میں بھی بیٹھ جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ شکر ہے اللہ کا کہ ایک حال سے نکال دیا، کھڑے سے بٹھا تو دیا ہے۔ پھر تلاوت کی، پھر چپ ہو گئے۔ کہا: اور پڑھو ناں۔ کہا: حضرت کیسے پڑھوں؟ مجھے تو بھوک لگی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا: بھوک لگی ہے تو گولر کے پھل جھاڑ کر کھاؤ! کہا: حضرت! میں کیسے کھاؤں جب کہ آپ نہیں کھاتے ہیں؟ اس طرح ان کو بھی کھلا دیا ساتھ۔ انہوں نے کہا: چلو یہ بات بھی ہو گئی، کھانا بھی کھلا دیا۔ انہوں نے کہا: اچھا ایسا ہے کہ تو میرے پاس ٹھہر جا اور خدمت کیا کر۔ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس خدمت کے لئے ٹھہرا۔ وہ خدمت کیا تھی گویا ہر وقت آگ میں کھڑا ہونا تھا۔ میں گیا کسی کام سے مثلاً کہا کہ جا! وہاں سے لکڑی لیکر آجا، میں جاتا، دیر ہو جاتی تو فرماتے: اندھا ہے؟ نظر نہیں آتا؟' بس میں وہی اندھا ہو جاتا اور وہیں بیٹھ جاتا۔ کہتے: شمس الدین کیوں نہیں آرہا؟ میں کہتا: کیسے آؤں، اندھا تو کر دیا! بس وہ دعا کرتے: اے اللہ! میرا تو ایک ہی خادم ہے، مرید ہے، وہ بھی اندھا ہو گیا، تو ہی اسے ٹھیک فرما۔ پھر میں ٹھیک ہو جاتا۔ پھر کسی کام سے بھیجتے، دیر ہو جاتی تو فرماتے: شمس الدین کیوں دیر ہوئی لنگڑا ہو گیا کیا؟ بس میں وہیں لنگڑا ہو جاتا اور بیٹھ جاتا۔ فرماتے: کیوں نہیں آرہا؟ میں کہتا: کیسے آؤں لنگڑا تو کر دیا۔ فرماتے: او میرے اللہ! میرا تو یہی ایک خادم و مرید ہے یہ بھی لنگڑا ہو گیا۔ اب میں کیا کروں گا، تو اسے ٹھیک کر دے۔ تو میں ٹھیک ہو جاتا۔ ایک دن مجھ سے فرمایا: شمس الدین اب تو چلا جا۔ لیکن دیکھ! ایک وقت ایسا آئے گا کہ تجھ سے کرامت ظاہر ہو گی، پھر تو آجانا، وہ میرے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہو گا۔ یہ چلے گئے اور بادشاہ کی فوج میں نوکر ہو گئے۔ یہ فوج میں کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے حملے کے لئے کسی علاقے میں لشکر بھیجا۔ سردی کا موسم تھا۔ وہاں ایک تالاب تھا، صبح جب شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ تالاب پر وضو کرتے تو تالاب کا پانی گرم ہو جاتا، گرم پانی سے وضو کر لیتے، مختلف

File Adress:

فوجیوں نے اس بات کا تجربہ کیا، انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ تیرے لشکر میں ایک ایسا اللہ والا ہے کہ جب وضو کرتا ہے تو تالاب کا پانی گرم ہو جاتا ہے۔ بادشاہ نے آزمائش کی تو واقعی کرامت کی تصدیق ہوگئی۔ انہیں یاد آیا کہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ جب تجھ سے کرامت کا ظہور ہوگا تو اس کے فوراً بعد میرے پاس آنا کیونکہ میرے دنیا سے گزرنے کا وقت ہوگا۔ یہ جلدی پہنچے، ان کا آخری وقت تھا، انہوں نے کہا: آ گئے؟ کہا: جی میں آ گیا۔ پھر کہا: حضرت! یہاں پر ایک آپ ہیں اور ایک میں ہوں۔ آپ کی وفات کے بعد غسل، کفن دفن کا انتظام کیسے ہوگا؟ انہوں نے کہا: تو بالکل فکر نہ کرنا، علیم اللہ ابدال ہرات سے میری قبر کے تختے لائے گا اور لوگ آ جائیں تو بس مجھے لٹانا اور اشارہ کرنا، میرا غسل ہوتا جائے گا، پھر ایک نقاب پوش آدمی آئے گا، وہ میرا جنازہ پڑھائے گا۔ پھر مجھے دفن کر دینا۔ کہتے ہیں: جیسے ہی ان کی روح پرواز کر گئی تو لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ بہت لوگ جمع ہو گئے اور علیم اللہ ابدال ہرات سے آ گیا، جو قبر کے تختے لیکر آیا تھا۔ اس کے بعد ایک نقاب پوش گھڑسوار آدمی آیا جس نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ اس کے بعد بڑے مزے کے واقعات ہیں، جب آپ کبھی ہمارے پاس آئیں گے تو آپ کو سنائیں گے۔

؎ رہئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مرجایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

؎ پیار نہ کرنا یہ دل کہتا رہا کہنے دیا
چن لیا میں نے تمہیں سارا جہاں رہنے دیا

اے اللہ! اپنی ذات کے ساتھ ایسا تعلق بنایئے کہ اور کسی کی چاہت نہ رہے۔

File Adress:

؎ زندگی اسی کی ہے جو بھی کہ تیرا ہو گیا
جس میں تیری لگن نہیں سب کچھ وہ گویا کھو گیا
تاروں میں ہے چمک تیری پھولوں میں ہے مہک تیری
چڑیوں میں ہے چہک تیری سبزے میں ہے لہک تیری
؎ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تُو ہی تُو ہے
تجلی تیری ذات کی کُو بہ کُو ہے

باقی مجمع میں اتنی استعداد نہیں کہ مسئلہ وحدت الوجود کو میں بیان کرتا۔ ہر چیز، ہر جگہ، ہر شے میں ذات ذوالجلال کی قدرت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ سبحان اللہ۔ میرے بھائی! آگے بڑھ، آجا، سیکھ لے اس چیز کو، جب سیکھ لے تو!

؎ اللہ ہو میں بڑے مزے ہیں، جو چاہے سو چکھ لے
اللہ ہو میں بڑے مزے ہیں، جو چاہے سو چکھ لے

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress:

File Adress: